بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ و مشائخِ تصوّف

مصنف

مفتی محمد امجد حسین

ادارۂ غفران راولپنڈی پاکستان

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاریخ و مشائخ

تصوّف

مشرقی دنیا کی ساری فضا سوگوار تھی، سارا ماحول غمزدہ تھا، ایک ایک مسلمان دکھیا تھا، یہ عام ماحول جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اضطراری طور پر تاتاریوں کے مظالم سے پیدا کر دیا تھا، حضرات مشائخ وصوفیاء کے مشن اور دائرہ کار کے لئے بڑا سازگار وحسب حال تھا، کیونکہ تصوف وسلوک کے سلسلوں میں سالک کے اندر دردِ دل پیدا کرنا اور اس کا پندار توڑنا اور غفلت وبے شعوری والی حالت سے نکالنا اہم ترین مرحلہ ہوتا ہے، یہ مرحلہ سَر کر کے ہی سالک کے قلب وروح میں محبت ومعرفت کا بیج بویا جاسکتا ہے، اور ایمان وروحانیت کی جوت جگائی جاسکتی ہے۔

اس لئے لوہا گرم تھا ضرب لگانے کی دیر تھی ضرب لگانے والے آگے بڑھے اور مسِ خام کو کندن بناتے چلے گئے اور یہ کندن جس بھٹی کی آنچ سے بنا تھا وہ تصوف کی بھٹی تھی مشائخ عظام کی دلسوزیوں کی آگ تھی اس لئے زمانہ پر ان بھٹیوں کی چھاپ پڑ گئی۔ ان کا فیضان عام ہوگیا، ان کا آوازہ مشرق سے مغرب تک بلند ہوگیا۔ ان کی خانقاہیں پر رونق ہوگئیں۔

ان کے فیض یافتگان آتش بجاں بن گئے، حرارت ایمانی شعلہ جوالہ بن گئی، سینہ سے سینہ سلگتا گیا، دیئے سے دیا جلتا گیا۔

یہ آگ پھر جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی گئی اور وحشی فاتحین اور حاکموں کی دہلیز بھی پار کر گئی۔ جو تلوار کے ہنر کے سوا کوئی ہنر ہی نہ جانتے تھے محبت فاتح عالم نے ان فاتحین عالم کو گھائل ومائل کر کے مفتوح کر دیا۔

ادارۂ عرفان
راولپنڈی پاکستان

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسمه تعالی

هدیه

به محضر جناب آقای عرفان الکبیرم زید فضله

از

عبدالله خ

۱۵/۴/ ۱۳۷۰ش

۲۲/۱/ ۱۴۱۲ق

مشگل

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ ومشائخِ تصوف

زمانہ خیر القرون سے لے کر فتنہ تاتار اور اس کے بعد کے ادوار تک
عہد بہ عہد تصوف کے ادارہ کی سرگزشت اور اس کے نشیب وفراز پر تبصرہ
ہر صدی کے نامور مشائخِ تصوف وکتبِ تصوف کا تذکرہ
اہل السنۃ والجماعۃ کے چاروں سلاسلِ تصوف کے بانی مشائخ کی سوانح
اور چاروں سلسلوں کے شجرہائے نسبت
مولانا روم کی سوانح اور مثنوی روم کا جائزہ اور مثنوی سے منتخب اشعار کی تشریح
اللہ والوں کی موت وآخرت کے متعلق فکرمندی کے واقعات

مصنف
مفتی محمد امجد حسین

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

toobaa-elibrary.blogspot.com
Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: تاریخ ومشائخ تصوف
مصنف: مفتی محمد امجد حسین
طباعت اوّل: صفر المظفر 1437ھ نومبر 2015ء
صفحات: 280

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

Idara Ghufran

انتساب

شیخ ومرشد عارف باللہ حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

والدِ محترم لطیف الامت مولانا عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ

کے نام

شنیدم که در روزِ امید وبیم
بدان را به نیکان ببخشد کریم

شعر

سپاہِ تازہ برانگیزم از ولایت عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است
گماں مبر کہ خرد را حساب و میزاں نیست
نگاہِ بندۂ مومن قیامتِ خرد است

(شاعرِ مشرق، مثنوی پس چہ بائد کرد)

Idara Ghufran

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تاثرات و دعائیہ کلمات مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم	21
تمہید (از مؤلف)	22
حصہ اول (تصوف کی تاریخ، حقیقت اور پس منظر، ابتدائی صورت گری، بعد کے ادوار)	24
(باب اول) **کائنات میں جاری تکوینی و تشریعی نظام**	25
نظامِ قدرت کے دو تکوینی نکات	〃
پہلا نکتہ	〃
دوسرا نکتہ	27
ایک اور آفاقی مثال	28

toobaa-elibrary.blogspot.com

امورِ تشریع میں اس تکوینی نکتہ کا انطباق	30
اُمم سابقہ پر اجمالی نظر	//
بنی اسرائیل کی تاریخ کا نمونہ	31
ایک قرآنی اصطلاح کی وضاحت	32
حاصلِ استدلال	33
افراد میں بھی مذکورہ قانونِ تکوین کا اجراء	34
(باب دوم) شریعت میں تصوف کا درجہ	35
دینِ اسلام کی جامعیت و ہمہ گیری	//
امت سے کامل دین اپنانے کا مطالبہ	38
تصوف کے متعلق دو طرح کے مغالطے	39
اندھی عقیدت کا مغالطہ	//
رسمی تصوف سے بیزار لوگوں کا مغالطہ	40
اکبر کا الحاد اور مجدد الف ثانی کی خدمات	41
(باب سوم) تصوف ایک تہائی اسلام	42
احکامِ اسلام کی تین بنیادی قسمیں	//

(۱)......عقائد و ایمانیات (علم الکلام)	45
(۲)......فقہی احکام	46
(۳)......تزکیۂ قلب (تصوف)	47
(باب چہارم) **خیر القرون میں تصوف**	49
صحابہ و تابعین کا دور	//
صحابہ کرام کا مقام صحبت و صحابیت	//
صحابہ کی مختلف شانیں اور کمالات	51
خیر القرون میں تصوف کے لئے زُہد کی اصطلاح	53
صحابہ کرام کے زہد کے کچھ نمونے	55
علامہ اقبال کے ہاں زُہد کی متبادل تعبیریں	57
مستشرقین کی مغالطہ آمیزی	58
(باب پنجم) **تصوف عہد بہ عہد**	61
صحابہ و تابعین کے بعد کے صوفیائے عظام	//
دوسری تیسری صدی ہجری کی اہم کتب تصوف	62
چوتھی صدی ہجری کی قابل ذکر کتب تصوف	63

پانچویں صدی ہجری کا متصوفانہ لٹریچر	64
امام غزالی اور سلاسل اربعہ کا زمانہ	65
(باب ششم) فتنہ تاتار کے بعد تصوف کا فروغ	66
سلاسل اربعہ و دیگر معروف سلسلوں کا آغاز	//
ساتویں صدی ہجری کا پُر آشوب عہد	67
"پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے"	68
مسلمان ہار گئے، اسلام جیت گیا	69
عذاب الٰہی کی ایک بدترین شکل	70
کچھ گم نام درویشوں کا تاریخ ساز کردار	71
فتنہ تاتار کے زخم خوردہ دلوں کا مرہم	72
ایک نئی سلطنت اسلام کی گود میں	//
تاتاریوں کو اپنا ہم مذہب بنانے کی عالم گیر مہم	73
مستشرقین کا اظہار حیرت	74
سلطان محمد خدا بندہ کا قبول اسلام	75
سلطان غازان خان کا قبول اسلام	//
تاتاریوں کی چغتائی شاخ میں اسلام کی اشاعت	76
اسلام کی علمبرداری نوبت بہ نوبت	77

(باب ہفتم) چار معروف سلسلوں کے شجر ہائے نسبت	79
حضرات مشائخ چشت اہل بہشت	80
سلسلہ نقشبندیہ کی سنہری کڑیاں	82
سلسلہ قادریہ کا شجرہ نسبت	85
سلسلہ سہروردیہ کا شجرہ طیبہ	87
تصوف کے سلسلے شاخ در شاخ کیسے ہوئے؟	89
فتنہ تاتار کے معاصر مشائخ تصوف	90
تصوف کے چار سلسلے اور جنت کی چار نہریں	92

حصہ دوم (چاروں سلسلوں کے بانی مشائخ کے سوانح، مع تذکرہ چراغ دہلوی، سلطان باہو)	94

(باب اول) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ	95
نام ونسب	//
ولادت باسعادت	//
وطن مالوف	//

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہند میں ورود	96
اسلامی تاریخ کا ایک خوشگوار واقعہ	97
روحانی تسخیر اور سیاسی غلبہ ایک ساتھ	98
رائے پتھورا کے لئے آپ کی بددعاء	//
آفتاب اسلام کا کہیں غروب کہیں طلوع	99
آپ کے تیار کردہ رجال کار	100
ابتدائی حالات اور عملی زندگی کا آغاز	101
گوہر مقصود تک رسائی	105
خرقۂ خلافت	//
اسلامی دنیا کی طویل سیاحت	106
غزنی سے لاہور آمد	108
اجمیر میں آمد	//
اجمیر میں معرکۂ کلیم وفرعون	111
رام دیو کا قبول اسلام	112
خواجہ کی ضرب کلیمی	113
معجزہ اور کرامت، باہم فرق	115
ساحران ہند کا بمع ساحرِ اعظم قبول اسلام	116
ازواج واولاد	117
آپ کی تصانیف	118

toobaa-elibrary.blogspot.com

انیس الارواح (مجموعہ ملفوظات)	118
اہل حق کا تسلسل ہر زمانے میں	120
شاہانِ وقت کا حضرت خواجہ سے اظہارِ عقیدت	121
حضرت خواجہ کے عقیدت مند سلاطین	123
سلطان جلال الدین خلجی بادشاہ مالوہ	〃
مغلِ اعظم جلال الدین اکبر	〃
جہانگیر کی اجمیر میں حاضری	124
شاہجہاں کی عقیدت مندی	〃
اورنگزیب عالمگیر کی حاضری	125
امیر حبیب اللہ خان شاہ افغانستان کی حاضری	〃
دیگر والیانِ ریاست کی حاضری	〃
انگریز حکام کی حاضری	〃
خواجہ کے مواعظ وارشادات	126
وفات حسرت آیات	127
(باب دوم) محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ	129
ولادت، نام ونسب اور تعلیم	〃
تزکیہ باطن اور مسند دعوت وارشاد پر جلوہ افروزی	130

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کی کرامات	131
آپ کی مجالس وعظ، اشاعت اسلام کی زرسریاں	132
شیخ کا عہد اور مسلم معاشرے کا اندرونی بگاڑ	133
کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں؟	134
مواعظ کے کچھ نمونے	135
کتاب غنیۃ الطالبین	137
وفات حسرت آیات	139
(باب سوم) شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ	140
شیخ کا زمانہ	//
شیخ سعدی رحمہ اللہ آپ کے حلقہ ارادت میں	141
شجرہ طریقت	142
شیخ کا علمی مقام	//
خلفاء ومجازین	145
شیخ کی سیاسی خدمات	146
شیخ الشیوخ کا نامور بھانجا	147
شیخ الشیوخ کی تالیفات علیہ	148
عوارف المعارف کا تعارف	//

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب چہارم) خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ	150
مختصر تعارف	//
برصغیر میں سلسلۂ نقشبندیہ کا آغاز	151
حضرت مجدد الف ثانی کا نقشبندیہ شجرہ	152
(باب پنجم) حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمہ اللہ	154
ابتدائی حالات	//
کسب فیض باطنی	//
ریاضت ومجاہدات	156
مرشد کی جانشینی	//
تنگی معاش	157
رشد وہدایت	//
چراغ دہلی کی وجہ تسمیہ	//
قاتلانہ حملہ	158
وصال	//
حضرت خواجہ صاحب کے ارشادات وواقعات	159
اشاعتِ اسلام میں آپ کا اور آپ کے خلفاء کا حصہ	163

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب ششم) **حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ اور آپ کا عارفانہ کلام**	166
وطن، نام ونسب، تعلیم	//
دینی خدمات، ازواج واولاد	//
ابیات باہو سے کچھ نمونہ کلام	167
حصہ سوم تذکرہ مولانا رومی، عقلیت پرستی کا بحران اور مثنوی اللہ والوں کے واقعات راہِ تصوف کی لغزشیں	173
(باب اول) **تذکرہ مولانا رومی کا**	۱۷۴
نام ونسب اور وطن	//
کسب علوم	//
علمی کمال	175
مولانا رومی کی زندگی کا دوسرا دور	176
شمس تبریزی کا کچھ مختصر حال	177
شمس تبریزی کی مولانا رومی سے ملاقات کا حال	179

toobaa-elibrary.blogspot.com

صلاح الدین زرکوب کی دکان پر	183
شمس تبریزی کا قونیہ میں قیام اور شادی	185
شمس تبریزی کی پر اسرار غیوبت	//
مثنوی کی تدوین وتالیف	187
"بشنو از نے چوں حکایت می کند"	188
مثنوی کا انداز بیان	189
مثنوی کی چند وجوہ تاثیر	192
مثنوی کا فنی جائزہ	193
مثنوی کے پہلے شعر کی تشریح	194
(باب دوم) عقلیت پرستی کا عام دودورہ اور مثنوی	195
"بتان عجم کے پجاری تمام"	197
معتزلہ کی تحریک اعتزال کا آغاز	199
معتزلہ کا غلو و بے اعتدالی	201
اہل سنت کے امام العقائد شیخ اشعری کا دور	//
معتزلہ کا زوال اور اہل سنت (اشاعرہ) کا عروج	202
اشاعرہ کا چوتھی سے ساتویں صدی تک کا زمانہ	203
مدرسہ نظامیہ بغداد و نیشاپور	//

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشاعرہ کے چند معروف ائمہ وقت اور متکلمین	204
ہر کمالے راز والے	//
ایمان قلبی یقین سے وجود پاتا ہے	205
مثنوی کا پیغام آج بھی تر و تازہ ہے	206
فلسفہ و کلام کی درماندگی	207
مابعد الطبعیاتی حقائق تک رسائی کا ذریعہ صرف وحی	208
غیبی حقائق اور عقلی منطقی مباحث	209
منطق و کلام دماغ کو غذا فراہم کرتے ہیں دل کو نہیں	211
مثنوی کے بنیادی موضوعات و مباحث	213
محبت کی اقسام	214
محبت کے درجات	215
پہلے مجاہدہ پھر مشاہدہ	216
اہل مشاہدہ کے مقامات	217
(باب سوم) مثنوی کے منتخب اشعار مع تشریح	219
عقلیت و ظاہر پرستی پر نقد و جرح	//
حواسِ ظاہرہ اور عقل کی حدِ پرواز	221
غیبیات اور مابعد الطبعیات کا ذریعہ ادراک وحی الٰہی ہے	222

toobaa-elibrary.blogspot.com

عقلِ غیبیات کی جانچ کا پیمانہ نہیں بن سکتا	224
باطنی وجدان یا نورِ باطن کی قدر وقیمت	225
عقلِ حیوانی اور عقلِ ایمانی	228
مادیات کے تجربہ ومشاہدکا دائرہ کار	229
"خرد الجھی ہوئی رنگ وبو میں ہے"	231
مادی اشیاء کا اصل جوہر بھی ان میں مخفی غیر مادی امر ہے	233
عقلِ حیوانی اپنی اوقات میں رہے	234
چند فطری سوالات اور عقل کا ان سے عجزِ محض	235
عقلِ حیوانی کے حاملین کا جہلِ مرکب	236
عقلِ خداداد سے روشن ہے زمانہ	237
فلسفی کو بحث میں خدا ملتا نہیں	239
عقلِ حیوانی اور عقلِ ایمانی کی کارگزاریوں کا موازنہ	241
وہ شاہِ دوجہاں جس دل میں آئے ہے	245
اپنے من میں ڈوب کر......	246
طبع، عقل اور شرع، فرقِ مراتب	247
محبت سے دلوں کی حیات ہے	248
محبت فاتحِ عالم	249

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب چہارم)

اللہ والوں کے اثر انگیز واقعات وارشادات

اللہ والوں کے اثر انگیز واقعات وارشادات	253
دنیا سے دل نہ لگانا	〃
حضرت ابن اسماک کے ارشادات	255
بشر حافی کی نصائح	256
حاتم اصم	〃
ربیع بن ہیثم کا ایک واقعہ	〃
مالک بن دینار	257
سفیان ثوری کا حال	〃
حماد بن زید کی عاجزی	〃
خاتم بن عبدالجلیل کا عجیب طریقہ	258
قیامت کے مناظر	〃
حسن بن صالح کا خوف وخشیت	260
داؤد طائی اور ربیع پر غشی طاری ہونا	〃
فضیل بن عیاض کے بیٹے کی فکرِ آخرت	261
حسن بصری کا تبصرہ	〃
سلمان فارسی کا غلبۂ حال	262
مرض وبیماری میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت	〃

toobaa-elibrary.blogspot.com

حسان بن سنان کا واقعہ	263
ربیع بن ہیثم کا ایک اور واقعہ	//
عمر بن عبدالعزیز اور خوفِ خدا	//
ابوبکر بن عباس کی ایمانی حمیت	264
ناواقف ہوں منزل سے	//
ایک نکتہ	//
کتاب وسنت کی اتباع کی اہمیت	265
اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا	266
علم وعمل میں اخلاص	//
خواجہ حسن بصری کی باتیں	267
منافقت کو چھوڑنا اور اس سے بچنا	//
غیرتِ اسلامی	268
گھر والوں سے حُسنِ سلوک	269
تہجد پر مداومت وہمیشگی	//
علامہ اقبال اور شب زندہ داری	271
(ضمیمہ) راہِ تصوف کی لغزشیں اور ان کا حل	272
خانہ تلاشی/سرچنگ پوائنٹ (Searching Point)	273

toobaa-elibrary.blogspot.com

("خاتمہ مسک") اپنے بزرگوں کی وفات پر منظوم تاثرات	276
کفن کس پھول کا دیں اُس سراپا ناز کو یارو (حضرت نواب قیصر صاحب کا مرثیہ)	//
پھر وہ رختِ سفر باندھ کے عقبیٰ کے سفر پہ گئے (اباجی مرحوم کا مرثیہ)	277
رثاء الشیخ (استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت قاری سعید الرحمٰن رحمہ اللہ کی جدائی پر)	278
چار آنسو بر مزار نانا مرحوم، مولانا جمعہ خان صاحب	279
قطراتِ اشک (حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب کا مرثیہ)	280
اشعار مدحت در شانِ عشرت	//

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاثرات ودعائیہ کلمات

مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم
(مدیر: ادارہ غفران راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتی محمد امجد حسین صاحب سلمہ اللہ نے تصوف اور مشائخ تصوف سے متعلق مختلف اوقات میں مضامین تحریر کیے، اور ماہنامہ ''التبلیغ'' میں بھی شائع ہوئے، جن کو بعض احباب کی خواہش پر کتابی صورت میں نظرِ ثانی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔

تصوف کی تاریخ اور مشائخِ تصوف کے حالات کے متعلق یہ کوئی مفصل و مستقل کتاب تو نہیں ہے، البتہ اس موضوع پر کافی حد تک معلومات اور معروف تصوف کی معرفت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک مفید مجموعہ ہے۔

تاہم تصوف کے راستہ سے بے شمار بدعات و منکرات نے بھی جنم لیا ہے، اور اس موضوع کا سہارا حاصل کر کے مخلوق کی گمراہی کا ایک طوفان برپا کیا گیا ہے، جس پر ضمناً اس مجموعہ میں کلام کیا گیا ہے، لیکن اس موضوع پر قرآن وسنت کی معتبر نصوص کی روشنی میں مستقل کام کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے مسنون تزکیہ کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ موجودہ دور میں اہلِ بدعت کے علاوہ، اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف منسوب متعدد طبقات میں بھی منکرات کی جھلک نظر آنے لگی ہے، جس سے آگاہ رہنے کی ضرورت ہے، بندہ کی نشاندہی پر اس کتاب میں مذکور بعض مضامین کی جزوی اصلاح بھی کی گئی ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو مفید اور اصلاحِ حقیقی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

فقط۔ محمد رضوان۔ ۲۵/ شعبان/ ۱۴۳۶ھ 13 / جون/ 2015ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

حامداً ومصلیاً ومسلماً، تصوف کا شعبہ دین اسلام کے ایک تہائی حصہ کا ترجمان اور اس کا پاسبان و پشتیبان ہے، جیسا کہ حدیث جبریل میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے آقا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ کہ اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ اور احسان کیا ہے؟ یہی تین چیزیں پورے دین سے عبارت ہیں۔ ایمان میں عقائد و ایمانیات آ گئے، اسلام میں تمام احکام اسلام جو ظاہر بدن سے سرانجام پاتے ہیں وہ آ گئے، اور احسان میں دل کے اعمال یعنی اخلاق حمیدہ و اخلاق رذیلہ آ گئے کہ اخلاق حمیدہ سے دل ونفس آراستہ اور اخلاق رذیلہ سے دل پاک وصاف ہو جائے۔ اسی احسان کا دوسرا نام تصوف ہے۔

آج باقی دین و دنیا کے شعبوں کی طرح احسان وتزکیہ اور اصلاح نفس کے اس شعبے پر بھی زوال وانحطاط کا عالم طاری ہے۔ بزبان اقبال

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

زیر نظر کتاب تصوف واحسان کے متعلق میرے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو 2006 سے 2011ء کے دوران مختلف مواقع پر میں نے ماہنامہ التبلیغ کے مستقل سلسلہ ''تذکرۂ اولیاء'' کے لئے لکھے۔ اس میں ایک حصہ تصوف کی تاریخ وپس منظر پر مشتمل ہے، ایک حصہ تصوف کے چاروں سلسلوں کے بانی مشائخ اور بعض دیگر مشائخ وصوفیاء کی سوانح پر مشتمل ہے، ایک مستقل حصہ مولانا روم کے سوانح اور ان کی مثنوی کے تعارف اور تقابل پر مشتمل ہے، ایک حصہ مثنوی مولانا روم کے کچھ اشعار منتخب کر کے ان کی تشریح وضاحت پر مشتمل ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور کچھ اللہ والوں کے اثر انگیز واقعات ہیں، آخر میں ایک ضمیمہ ہے، اور اپنے بزرگوں کی جدائی پر ایک خاتمہ بندہ کے منظوم کلام پر مشتمل ہے۔

بعض احباب کا عرصہ سے تقاضہ تھا کہ یہ مضامین کافی مفید ہیں، کتابی شکل میں شائع ہونے چاہئیں، اس لئے ان مضامین کی نظر ثانی اور حک و اضافہ کے بعد اشاعت ہو رہی ہے، ہمارے شیخ حضرت مفتی محمد رضوان دامت برکاتہم نے ان مضامین کی ایک حد تک اصلاح بھی فرمائی، اور پیش نامہ لکھا ہے، اللہ توفیق دے کہ آئندہ اس موضوع پر مزید محققانہ کام شرعی اصولوں اور نصوص کے تناظر میں ہو، اس وقت تک وضو کے متبادل تیمم کے درجہ میں اس کتابچہ کو سمجھا جائے، یہ اشاعت تو اس کا نقش اولین ہے اور مشہور ہے کہ:

نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس ٹوٹی پھوٹی علمی و دینی خدمت کو قبول فرما کر اس کا اجر میرے مشائخ، مرحوم والد اور بطور خاص میری باحیات عمر رسیدہ والدہ کو عطا فرمائے کہ والد مرحوم کے بعد زمانہ کی تیز دھوپ میں میری ماں میرے سر کا سائبان ہے، بوڑھا درخت پھل نہیں دیتا سایہ دیتا ہے اور والدین کا سایہ ایسی چھاؤں ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ آمین۔

محمد امجد حسین

11/صفر/1437ھ 24/نومبر/2015ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

toobaa-elibrary.blogspot.com

حصہ اول

تصوف کی تاریخ، حقیقت اور پس منظر
ابتدائی صورت گری، بعد کے ادوار

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب اول)

کائنات میں جاری تکوینی وتشریعی نظام

نظامِ قدرت کے دو تکوینی نکات

اس کائنات میں اور اس کے تکوینی وتشریعی نظاموں میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمتیں کام کر رہی ہیں ان کی حقیقت تک کون پہنچ سکتا ہے؟

اہلِ حق کا مسلک تو اس باب میں بزبانِ حافظ شیرازی رحمہ اللہ یہ ہے۔

حدیث مطرب و مے گو و راز زمانہ کمتر جو ۔ کہ کس نہ کشد و نہ کشائد بحکمت ایں معمہ را [1]

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ پر مبنی نظامِ ہدایت میں سے دو نکتے بار ہا بندہ کے دامنِ دل کو اپنی جانب کھینچ کھینچ لیتے ہیں۔ ع

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است [2]

پہلا نکتہ

ایک نکتہ تکوین وتشریع کے بہت سے سلسلوں کا چار کے عدد میں توافق وتطابق ہے، مثلاً فرشتوں کی جنس میں سب سے بڑے فرشتے جو تکوین وتشریع کے بنیادی نظاموں کے مدار المہام اور منتظم ہیں چار ہیں:

حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ

---

[1] یار اور جام وسبو کی بات کر اور (فلاسفہ کی طرح) زمانہ کی گرہ کشائیوں کے چکر میں نہ پڑ، کہ کوئی عقل وخرد کے زور پر یہ معمہ حل نہیں کر سکا۔

[2] حسن کرشمہ دامنِ دل کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے کہ جائے نظارہ ہے تو بس یہی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

مشہور مقدس آسمانی الہامی کتابیں چار ہیں:

تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید

نبی کریم ﷺ کے خلفائے راشدین چار ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

عالم کبیر یعنی کائنات کے بنیادی عناصر چار ہیں:

پانی، مٹی، ہوا اور آگ [1]

یہ تو عالم اکبر کے بنیادی عناصر ہیں۔

عالم صغیر یعنی انسان (یا دیگر حیوان) میں دیکھیں تو اخلاط کی تعداد چار ہے:

خون، صفرا، سودا، بلغم

اسی طرح مفرد و مرکب کیفیات بھی چار ہیں، مفرد یہ چار ہیں:

گرم، سرد، خشک، تر

اور مرکب یہ چار ہیں:

گرم تر، گرم خشک، سرد تر، سرد خشک

اسی طرح بالعموم دنیا کے موسم چار ہیں:

بہار، خزاں، سرما، گرما

اسی طرح کچھ اور چیزیں بھی ہیں، ہدایت کے نظام میں خلفاءِ راشدین کے علاوہ مزید دیکھیں تو اہل حق کے معروف ومتداول فقہی مذاہب چار ہیں:

---

[1] موجودہ سائنس نے عناصر کی تعداد 100 یا اس سے بھی بڑھادی ہے تو وہ مٹی یعنی زمین کی جنس سے ہی تحلیل و تجزیہ کر کے مختلف عناصر تجویز کئے ہیں، یا ہوا کے ہم جنس یعنی مختلف گیسیں ہیں اس لئے ہوا اور مٹی کے عموم میں ہی داخل و شامل ہیں۔ امجد۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی

اور فقہ باطن یعنی تصوف وسلوک کے معروف ومتداول سلسلے بھی چار ہیں:

چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ

حالانکہ فقہ وتصوف دونوں میدانوں میں بیسیوں بڑے بڑے امام گذرے ہیں جو مستقل سلسلوں کے بانی ہوئے اور جن کے سلسلے ایک عرصہ تک چلے اور پھلے پھولے بھی، لیکن آخرالامر امت کی غالب اکثریت میں دونوں دھاروں میں چار چار سلسلوں کو ہی زیادہ مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔

دوسرا نکتہ

دوسرا نکتہ جو آیت

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۲۹)

(یعنی ہر آن اور زمانہ میں اس اللہ کی ایک نئی شان ظاہر ہوتی ہے)

کے تناظر میں ہے کہ کسی خاص زمانے میں اللہ تعالیٰ عالم خلق یا عالم امر میں کسی خاص نقشے کو ظاہر فرماتے ہیں اور پھر اسے اہتمام وتکمیل تک پہنچادیتے ہیں، یہ سارا عمل ایک تدریج، تنظیم وترتیب کے ساتھ اس طرح انجام پاتا ہے کہ اس زمانے کے حالات فضا اور زندگی کی ساری سرگرمیاں اسی نقشے کے گرد گھومنے لگتی ہیں اور اسی کو پروان چڑھانے کے کام میں جت جاتی ہیں، عالم خلق میں تو قدم قدم پر اس کی مثالیں ملتی ہیں اور ہر خاص وعام پر واضح ہیں اگر کوئی اسے اس نظر سے نہ دیکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اس خاص صنعت گری کی عکاسی کرتی نظر آتے تو یہ نظر کا قصور ہے، مثلاً برسات ایک موسم ہے جب یہ زمانہ آتا ہے تو وہی زمین جو سخت ہوجانے میں پتھر کی سنگینی کو مات دے رہی تھی اور ایک سبز تنکا اگانے کی بھی روادار نہیں تھی اس میں روئیدگی کی صلاحیت دیکھتے ہی دیکھتے ایسی مستزاد ہوجاتی ہے کہ وہ ہریالی کے اگانے کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے بے تاب ہو جاتی ہے اور اس کے ہموار وڈھلوان سب حصے پھٹے پڑتے ہیں، نباتات قوتِ نمو سے بھر بھر جاتے ہیں، ابرو باراں بھیجنے والا رب جب آسمان سے مینہ کی جھڑیوں کا منہ کھولتا ہے تو یہ مبدأِ حیات ماءِ طہور زمین پر زر فشاں ہو کر اسے اپنے موہوبہ فیضان سے نہال کر دیتا ہے، گھاس، چارہ، پھول پھل، گل بوٹے، فصل اناج، غلے، ترکاریاں، سینہ گیتی کو ثمر باری سے بوجھل کر دیتی ہیں۔ رنگارنگ سبزہ، لہلہاتی کھیتیاں، اور اٹھلاتی ہریالیاں خشک ہوئی زمین کو سبز پوشاک پہنا کر اور رنگارنگ رداء اوڑھا کر عروسِ نو (نئی نویلی دلہن) کا بانکپن فراہم کر دیتی ہیں اور چشمِ عالم کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں، ذرا اس منظر کو ان آیات کے تناظر میں دیکھا جائے:

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا . ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا . فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا . وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا . وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا . وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا . وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (سورۃ عبس آیت ۲۵ تا ۳۲)

ترجمہ: ہم نے پانی برسایا اوپر سے موسلا دھار، پھر پھاڑا زمین کو چیر کر، پھر اُگائے اس میں اناج، غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں، اور گھنے باغات، اور میوہ اور گھاس چارہ، فائدہ کے لئے تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے۔

ایک اور آفاقی مثال

ایک اور مثال جو کہ آفاقی بھی ہے اور روزمرہ مشاہدہ میں آتی ہے ہر صبح مشرق کے افق سے آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے کہ ہر صبح نور تڑکے چرند و پرند اور وحوش و طیور آفتاب کی آمد سے پہلے ہی اس کے ایلچی وڈھنڈورچی بن کر اس کی آمد آمد کی خبر سناتے ہیں اور ٹہنی ٹہنی ڈال ڈال بیٹھ کر غل مچاتے ہیں۔ [1]

---

[1] اور بزبانِ حال نیند کے متوالوں کو جھنجوڑتے ہیں کہ۔

نہ لو کروٹیں نہ بستر ٹٹولو — خدا کو کرو یاد اور منہ ہاتھ دھولو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس شور و غل سے ہی رات کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے اوسان خطا ہونے لگتے ہیں اور افق کی لالی ابھی کرۂ آفتاب کو اپنے خون جگر سے غسل آفتابی ہی دے رہی ہوتی ہے کہ شب ظلمت کی تاریکیوں اور اندھیاروں کا دم واپسیں ہو چکتا ہے، اندھیارے کچھ ایسے حواس باختہ ہو کر بھاگتے ہیں کہ انہیں منہ چھپانے کی جگہ بھی میسر نہیں آتی:

"وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا"

اور بزبان حال یہ کہتے جاتے ہیں ع

مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور

حالانکہ یہی اندھیرے تھے کہ ابھی کچھ دیر پہلے تیرہ و تار شب کے آخری لمحات تک چاند اپنی چاندنی کی ساری پونجی لٹا کر بھی انہیں ٹس سے مس نہ کر سکا، اپنی کرنوں کے ڈول بھر بھر کر روشنی کی پیاسی زمین پر انڈیلتا رہا، لیکن اندھیروں کی دبیز تہوں کا سامنا کرتے ہی اس کی اپنی روشنی سسکنے اور ٹھٹھرنے لگتی۔ ع

بے کارا ہے فلک اشب مہتاب بھی ہوئی

ستارے جگمگا کر تململا اٹھے، اور راہ بھٹکے مسافروں اور صحرانورد قافلوں اور بادیہ پیما کاروانوں کو نشان منزل کا پتہ بتاتا تھک گئے، لیکن شب دیجور کی زلف پریشاں کا ذرا بھی پیچ و خم نہ نکال سکے، ویرانے میں زاہد مرتاض کی محفل شب کا ہم نشین ٹمٹماتا چراغ رہبانی اندھیروں کے آگے روتا، جان کھوتا، گھلتا اور پگھلتا رہا اور پروانے پروانہ وار آ آ کر اس کے حریم الفت میں خود سوزی کر کے جانیں نچھاور کرتے رہے، اور اس قربان گاہ محبت کے بھینٹ چڑھ کر فدا کاری و جاں سپاری کی خونین داستانیں رقم کرتے رہے، لیکن اندھیرے ہیں کہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ے

شمع کا گھلنا، پروانے کا جلنا ستاروں کا ٹوٹنا ہزاروں مرحلے ہیں صبح کے ہنگام سے پہلے

toobaa-elibrary.blogspot.com

امور تشریع میں اس تکوینی نکتہ کا انطباق

کچھ یہی ماجرا عالمِ امر میں ہدایت وضلالت اور نور وظلمات کے دورانیوں اور مرحلوں کا بھی ہے، انسانیت کفر وشرک ظلم وطغیان میں سرتا سر ڈوبی ہوتی ہے۔

جزوی طور پر اصلاحِ احوال کے لئے وقتاً فوقتاً بہتیرے طبقے اور افراد صلاح وفلاح کا عَلَم بلند کر کے اپنے اپنے طور پر میدان میں اترتے ہیں، چونکہ وہ خود آسمانی ہدایت سے بالعموم محروم ہوتے ہیں اور خالق کی صحیح معرفت سے بیگانہ اور خالق ومخلوق کے درست تعلق سے ناآشنا ہوتے ہیں، اس لئے معاملہ ایک محدود جزوی اصلاح تک ہی رہتا ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ بگاڑ کے ہمہ جہت دھاروں کا رخ ریت کے گھروندے کھڑے کر کے تو نہیں موڑا جاسکتا۔ [1]

جس طرح رات کے اندھیروں کو شب مہتاب اور تاروں بھرا آسمان زائل نہیں کرسکتا۔

وقت کا ایک نبی آتا ہے وہ گمراہی کی دلدل میں پھنسی ہوئی جاں بلب انسانیت کو وحی الٰہی سے تجویز شدہ نسخہ کیمیا استعمال کراتا ہے تو ہدایت کی متلاشی سعید روحیں نئی زندگی پالیتی ہیں اور حیاتِ جاوداں کی راہ پر گامزن ہوجاتی ہیں اور باقیوں پر حق واضح ہوکر اتمامِ حجت ہوجاتا ہے پھر وہ ہٹ دھرمی اور سرکشی سے باز نہ آئیں تو ایک معینہ مدت تک مہلت کے بعد زمین کو ان کے نامبارک وجود سے پاک کردیا جاتا ہے، اسی طرح نسل در نسل ہوتا آیا ہے۔

اُمم سابقہ پر اجمالی نظر

ہدایت وضلالت کا اپنے اپنے وقت پر آنے اور چھانے کا یہ سلسلہ بہت پرانا ہے، گذشتہ امتوں میں

---

[1] انسانی تاریخ میں اس کے نمونے فلاسفہ، حکماء، مصلحین بعض نیک طینت بادشاہوں، معلمین اخلاق، شعراء اور اصلاح کی علمبردار تحریکوں اور جماعتوں کی صورت میں نظر آتے ہیں جن کی اسلام سے پہلے کی تاریخ میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں مثلاً فلاسفہ وحکمائے یونان میں سقراط، افلاطون، ارسطو دیوجانس وغیرہ مقننین وبادشاہوں میں حمورابی، سولف ، مہاراجہ اشوک ، اور نوشیرواں عادل وغیرہ۔ امجد۔

سے بنی اسرائیل کے حالات چونکہ نسبتاً زیادہ واضح ہیں اور چونکہ ہم بیان کر رہے ہیں اس کی جھلک ان کے سلسلہ رسالت اور دین وملت میں کافی نمایاں ہے اس لئے اس کا کچھ تذکرہ لکھ کر، پھر ہم اسلامی دور کی طرف متوجہ ہونگے، اور آ قائے نامدار حضور رسالتمآب ﷺ کی آفاقی نبوت کے کمالات و برکات اور ملت مرحومہ امت مسلمہ کی اسلام کے فیوضات کو اخذ کر کے جو صلاحیتیں اور ثمرات، ہدایت کے مختلف شعبوں میں تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں ظاہر ہوئیں خصوصاً تصوف کے حوالے سے ان شاءاللہ ان کا ذکر کریں گے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ سے نمونہ

بنی اسرائیل کی تاریخ اور ان کے ابتدائی حالات کا قرآن مجید اور خود اسرائیلی ماٰخذ سے جو نقشہ سامنے آتا ہے، اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم مصر ایک زبردست تہذیب وتمدن کا گہوارہ تھا، فراعنہ کے مختلف خاندان صدیوں یہاں کامیابی سے حکومت کرتے رہے، ان کی مستحکم و پائیدار سلطنتیں تھیں جن میں ضعف وکمزوری کے دور دور تک آثار نہیں تھے، پہلے ان کے جو بھی اخلاقی و مذہبی حالات تھے اس کی تفصیل میں جائے بغیر یہ دیکھا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ایک عرصہ سے یہ سلطنت کیا حیثیت اختیار کر چکی تھی اور کیا رنگ وروپ ڈھال چکی تھی؟ فرعون طاقت کے گھمنڈ اور مادی وسائل واسباب کی فراوانی کی ترنگ میں آ کر خدائی کا دعویدار بن بیٹھا تھا اس کی قبطی قوم تہذیب وتمدن اور طاقت وسطوت کے نشے میں مبتلا ہو کر تکبر واترا ہٹ کی شکار تھی اور زیر دست وکمزور قوموں پر (جن میں سبطی قوم یعنی بنی اسرائیل سرفہرست تھی) جبر وقہر ڈھانے میں فرعون وقت کی ہمنوا تھی، قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اور آپ کی بعثت کے بعد ان کے جن جن مظالم اور طغیان وسرکشی کے سیاہ کارناموں کی خبر دی ہے اور بنی اسرائیل کی مظلومیت اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کا رجوع اور شکوہ شکایت اور موسیٰ علیہ السلام کا ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو تسلی دینا اور صبر وثابت قدمی کی تلقین کرنا بیان کیا ہے، وہ بہت ہی دلدوز واقعات ہیں، لیکن اس کے باوجود مہلت کی جتنی مدت ان کے لئے مقرر تھی اس دوران وہ پے در پے عہد شکنی کرتے رہے، پھر بھی بچتے رہے، لیکن جب ڈھیل کی ازل سے طے شدہ مدت پوری ہوگئی، تو سب مادی اسباب وانتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے، آناً فاناً کان سے پکڑ کر بحر قلزم میں ڈبو دیئے گئے، ڈھیل کے عرصے میں ان کو ابتدائی وارننگ کے طور پر ہلکے پھلکے جھٹکے دیئے جاتے رہے، وہ ہر دفعہ راہ راست پر آنے کا عہد کر کے عذاب سے چھٹکارا پاتے، اور چھٹکارا پا کر عہد شکنی کرتے رہے (دیکھئے الاعراف آیت ۱۳۰ تا ۱۳۳)۔[1]

ایک قرآنی اصطلاح کی وضاحت

قرآن مجید نے اپنی ایک اصطلاح جا بجا ذکر کی ہے، یہ اصطلاح ”اجــــل“ یا ”اجـــل مُسمّٰی“ ہے، ذرا سورہ اعراف کی یہ آیت (نمبر ۱۳۵) ملاحظہ ہو:

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ.

ترجمہ: ”پھر جب ہم نے انھا لیا ان سے عذاب ایک خاص مدت تک کے لئے جس کو وہ پہنچنے والے تھے تو وہ فوراً ہی اپنے عہد کو توڑ ڈالتے“

یہ اجل یعنی مدت جس کو وہ پہنچنے والے تھے وہی تھی جو بحر احمر میں پورے فرعونی لاؤ لشکر،

---

[1] ولقد اخذنا آل فرعون بالسنين ونقص من الثمرات لعلهم يذكرون ،فاذا جاء تهم الحسنة قالو لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى ومن معه الا انما طائرهم عندالله ولكن اكثرهم لا يعلمون، وقالو مهما تاتنا به من اية لتسحرنا بها فما نحن لك بمؤمنين، فارسلنا عليهم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ايٰت مفصلات فاستكبروا وكانو قوما مجرمين (الاعراف، ۱۳۰ تا ۱۳۳)

ترجمہ اور ہم نے فرعون کے لوگوں کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کیا تاکہ ان کو تنبیہ ہو مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے یہ تو ہمارا حق تھا اور اگر ان پر کوئی مصیبت پڑ جاتی تو اس کو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے، جبکہ یہ تو خود ان کی اپنی نحوست تھی، جو اللہ کے علم میں تھی لیکن ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں تھے، اور موسیٰ سے کہتے تھے کہ تم ہم پر اپنا جادو چلانے کے لئے چاہے کیسی ہی نشانی لیکر آجاؤ ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں، چنانچہ ہم نے ان پر طوفان ٹڈیوں، گھن کے کیڑوں، مینڈکوں اور خون کے عذاب بھیجے، جو سب علیحدہ علیحدہ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا اور وہ بڑے مجرم لوگ تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکومت وطاقت اور سطوت وجبروت کی غرقابی کی صورت میں آگے ظاہر ہونے والی تھی۔

حاصلِ استدلال

حاصلِ استدلال یہ ہے کہ عالمِ خلق میں جس طرح برسات وخزاں اور رات ودن کے الگ الگ اوقات وزمانے اور دائرے واحاطے ہیں ایک میں دوسرے کے مظاہر رونما نہیں ہوتے اور جب دوسرا آجائے تو اس پہلے کا نام ونشان نہیں رہتا اسی طرح عالمِ امر میں ہر نظام ہر تہذیب وتمدن ہر حکومت ہر معاشرے کے نشوونما پانے، پھلنے پھولنے، کمال تک پہنچنے، بگاڑ در آنے اور پھر فنا کے گھاٹ اتر کر زوال آشنا ہونے کے لئے لوح محفوظ لکھنے والے رب نے ایک اجل ومیعاد رکھی ہے وہ میعاد پوری ہو کر رہتی ہے، اس میعاد کے پورا ہونے تک اس نقشے کو کوئی مٹا نہیں سکتا، اور جب وہ اجل مسمیٰ آن لگے جو اس نقشے کے ظاہر ہونے سے بھی پہلے مقدر ہو چکی تھی تو پھر اس نقشے کو ملیامیٹ ہونے سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی یا تو یہ چیز سماوی گرفت وآفتوں سے فنا کے گھاٹ اترتی ہے یا زمینی وبشری اسباب اللہ تعالیٰ اس پر مسلط کر کے اسے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتے ہیں۔

قوموں کے عروج وزوال اور جرم وسزا کے معاملے میں قدرت کا یہی ضابطہ ہے، بنظر غائر دیکھا جائے تو عروج وزوال کے تکوینی نظام کے ضمن میں زندگی کے سارے ہنگامے اور حوادثات عالم کے نقشے آتے ہیں، قرآن مجید کی اس جامع اصطلاح ''اجل'' یا ''اجل مُسمّٰی'' کی وضاحت یوں بھی کی گئی ہے:

''ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا جو موقعہ دیا جاتا ہے اس کی ایک اخلاقی حد مقرر کر دی جاتی ہے، بایں معنیٰ کہ اس کے اعمال میں خیر وشر کا کم سے کم تناسب برداشت کیا جا سکتا ہے جب تک ایک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلہ میں تناسب کی اس آخری حد سے فروتر رہتی ہیں اس وقت تک اسے اس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمام برائیوں کے باوجود مہلت دی جاتی رہتی ہے اور جب وہ اس حد سے گذر جاتی ہے تو پھر اس بدکار، بدصفات قوم کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جاتی"

(فرہنگ اصطلاحات قرآن ص)

افراد میں بھی مذکورہ قانونِ تکوین کا اجراء

اس وضاحت سے اجل کا مفہوم قوموں، جماعتوں اور معاشروں کے مہلتِ عمل کے دورانیوں کے متعلق سامنے آ گیا، رہا افراد کا معاملہ تو وہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے، ہر انسان کی زندگی کا دورانیہ اور اس کی موت مقدر ہے، یہ ایک بدیہی حقیقت ہونے کی وجہ سے ہی قرآن مجید نے اسے "الیقین" کے نام سے موسوم کیا ہے، فرمایا:

"وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر آخری آیت)

(یعنی اپنے رب کی بندگی اپنی موت آنے تک کر)

اور اجل کی اصطلاح قرآن فرد کی موت کے لئے بھی استعمال کرتا ہے، اور اصول دونوں جگہ ایک ہی کارفرما ہے کہ وہ اجل موعودہ خواہ فرد کی ہو یا قوم کی جب آن پہنچتی ہے تو کچھ بھی تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں رکھتی۔

"اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (الاعراف)"

ترجمہ: جب ان کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو نہ لمحہ بھر تاخیر ہوتی ہے اور نہ تقدیم۔

اور ایک تیسری اجل خود اس نظامِ کائنات کی بھی ہے وہ بھی جب آن لگے گی تو آگے پیچھے نہ ہوگی، اور عالم دنیا کا خاتمہ ہو کر آخرت وقیامت کا عالم قائم ہو جائے گا، اجل مسمّٰی پہنچنے کے بعد مزید مہلتِ عمل نہ ملنا اور موخر نہ ہونا سابقہ دونوں کے ساتھ اس تیسری (یعنی عالم دنیا) میں بھی قدر مشترک ہے، چنانچہ عالم دنیا کی جان کنی کا آغاز سورج کے طلوع مغرب سے ہوگا، اور اس کے ساتھ از روئے حدیث توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے، جو جس حالت میں تھا مومن یا کافر مطیع یا نافرمان اسی پر رہے گا، اب توبہ قبول نہ ہوگی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب دوم)

شریعت میں تصوف کا درجہ

تصوف کے مختلف سلسلوں کے تاریخی ارتقاء اور تدریجاً ان سلسلوں کا آغاز اور عروج و تکمیل تک پہنچنے کے مرحلے اور پھر بدعات وخرافات اور رسمی چیزوں کا بعد کے ادوار میں جزوی یا عمومی طور پر بہت سے سلسلوں پر غالب آنا اور اس کی شرعی افادیت و مقصودیت کا پس منظر میں چلے جانا اور پھر وقتاً فوقتاً ان میں اصلاح و بگاڑ کی کشمکش کا برپا ہونا اور پھر تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہونا، ان سب امور کے بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کی حقیقت اور شریعت میں اس کا درجہ و مقام متعین کیا جائے، اس طرح ایک معیار بھی سامنے آجائے گا کہ آگے کے مراحل میں کونسی چیز مقصود میں داخل ہے اور کونسی غیر مقصود ہے اور کونسا عمل یا طریقہ کس درجہ کا ہے؟ اور تصوف کا درجہ شریعت میں جب ہی متعین ہوسکتا ہے جب خود شریعت کی حقیقت اور اس کی حدود اور وسعتوں کا اندازہ ہو۔

دین اسلام کی جامعیت وہمہ گیری

جاننا چاہئے کہ دین اسلام جو کہ دین فطرت ہے اور نبی ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے جامع ومکمل شریعت اور دستور زندگی ہے، خواہ وہ انسان مشرق میں بستے ہوں یا مغرب میں، ایشیا میں ہوں یا افریقہ میں یا کسی اور براعظم میں یا اس کے کسی جزیرہ میں اور خواہ وہ پہلی صدی ہجری، خیر القرون کے زمانے میں ہوں یا اس کے بعد کے کسی دور میں، جیسا کہ قرآن مجید کی ان نصوص اور آیتوں سے واضح ہے۔

(۱)......سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران آیت ۱۹)

ترجمہ: بے شک مقبول و پسندیدہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے (سورہ آل عمران)

(۲)......سورہ آل عمران میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران آیت ۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین میں کامیابی اور ہدایت تلاش کرے گا تو ہرگز اس سے وہ قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والے لوگوں میں ہوگا (سورہ آل عمران)

(۳)......سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب آیت ۴۵،۴۶)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا (مغفرت ونجات کی) اور ڈرانے والا (کفر و نافرمانی کی صورت میں اللہ کے عذاب سے) اور اللہ کی طرف بلانے والا اسکے حکم سے اور آپ روشن چراغ ہیں (سورہ احزاب)

(۴)......سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو سارے جہان کے لوگوں کے لئے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے (سورہ انبیاء)

(۵)......سورہ سبا میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

toobaa-elibrary.blogspot.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا آیت ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرا وا سنانے والا (سورہ سبا)

(۲) ...... سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (سورہ اعراف)

اسی طرح قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کی وساطت سے امت پر یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہم نے ایک مکمل شریعت آپ کو عطا کر دی اب یہی آپ کے لئے قابل عمل ہے اور اس کو چھوڑ کر کسی اور ازم، نظام، دستور، قانون، آئین، سوچ اور طرز زندگی کی اتباع نہ کریں جو ان انسانوں کا بنایا ہوا ہو جو اللہ کے قانون اور اللہ کی منشاء ومراد کو نہیں جانتے کیونکہ اللہ کی منشاء ومراد جو انسانوں کے بارے میں ہے اور ان کی دنیا کی زندگی کے بارے میں ہے وہ خود اللہ تعالیٰ کی کسی کو بتانے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی اس منشاء ومراد کا علم وحی کے ذریعے انبیاء علیہم السلام کو عطا فرماتے ہیں، پس یہ شریعت جو آپ ﷺ کو دی گئی یہ اللہ کی اس منشاء ومراد کا مجموعہ ہے جو قیامت تک کے انسانوں سے اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے، اس میں ان کی زندگی کے سب گوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے کہ ہر گوشہ زندگی اور ہر شعبہ حیات میں اللہ تعالیٰ ان سے کس طرح کی زندگی اور کس طرح کا طرز وطریقہ چاہتے ہیں، اور اس مجموعہ احکام پر "شریعت" کے لفظ کا اطلاق کیا گیا جو کہ زندگی کے لئے ایک مکمل دستور وقانون کا مفہوم خود اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، لہٰذا شریعت کہہ کر اس آسانی قانون اور نظام کی تمام آئینی اور دستوری حیثیت اور وسعت واضح کر دی کہ یہ پوری زندگی پر حاوی ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com

ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ(الجاثیہ آیت ۱۸)

ترجمہ: ''پھر ہم نے کر دیا آپ کو اے نبی (ﷺ) ایک شریعت پر دین میں سے پس آپ اسی کی اتباع کریں اور ان لوگوں کی مرضی اور خواہشات کی اتباع نہ کریں جو نہیں جانتے''

امت سے کامل دین اپنانے کا مطالبہ

اس کی مزید وضاحت اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں ساری امت کو خطاب فرما کر ان کو کامل دین میں داخل ہونے یعنی اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے، کہ یہ نہ ہو کہ کچھ نظریات اسلام کے ہوں کچھ کسی اور ازم اور نظام کے یا عبادات میں اسلام کی اتباع ہو تو معاملات و معاشرت میں یا اخلاقیات میں کسی اور مذہب یا قوم اور معاشرے کی جیسا کہ آج کل بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ مرض بہت پھیل گیا ہے، آیت ملاحظہ ہو:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ. اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(البقرۃ آیت ۲۰۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''

اس آیت میں واضح ہے کہ شریعت سے کلی یا جزوی طور پر ہٹنا شیطان کی راہ پر پڑنا ہے، زندگی گذارنے کا ایک طریقہ وہ ہے جو حق نے متعین اور مقرر کیا اور اس سے ہٹ کر جو بھی زندگی کا کوئی طور طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ یا تو لوگوں کی اپنی خواہشات اور ان کے نفس کی تجویز کردہ کوئی سوچ ہوگی (جیسا کہ پچھلی آیت سے معلوم ہوا) اور یا پھر شیطان نے وسوسہ وغیرہ ڈال کر ان کو وہ راستہ سمجھایا اور بتلایا ہوگا (جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوا) اس سے اندازہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا جا سکتا ہے دینِ اسلام کی جامعیت اور وسعت کا اور اس کے ہمہ گیر مطالبات کا کہ وہ پوری زندگی میں خود سپردگی کا مطالبہ کرتا ہے، کسی ایک شعبے میں یا کسی ایک چیز میں اتباع کو کافی قرار نہیں دیتا، اور اسی کامل خود سپردگی کو کامل ایمان، کامل ہدایت اور کامل نجات کی بنیاد بناتا ہے، اس سے ہٹ کر نفسانی خواہشات یعنی من مانی زندگی گذارنے والا راستہ ہے یا شیطان کے تجویز کردہ کاموں اور انتخاب کردہ راستوں پہ زندگی کو ڈالنا ہے اور نفس وشیطان دونوں کی اتباع ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہے۔

تصوف کے متعلق دو طرح کے مغالطے

تصوف کی حقیقت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

اس کو جاننے کے لئے جگہ جگہ قائم اور اپنے گردوپیش میں پھیلی ہوئی بہت سی رسمی گدیوں اور نام نہاد گدی نشینوں کے حالات وکردار کو ملاحظہ کر کے فیصلہ کیا جائے؟ یا اسلام کی اصل تعلیمات، شریعتِ مقدسہ کے مقاصد اور ان مقاصد کے تحت زمانہ خیرالقرون اور اس کے بعد کے ادوار میں اس خالص اصلاحی شعبے کے وجود میں آنے، بتدریج اس کے اصول قائم ہونے، ضوابط اور نظم طے ہونے کے مرحلوں کو، اور اس شعبے کے مشائخ کی تعلیمات اور ان کی مثالی عملی زندگی کے نمونے کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے؟

اس حوالہ سے لوگ افراط وتفریط کی دو گھاٹیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اندھی عقیدت کا مغالطہ

ایک بے اعتدالی کی گھاٹی نام نہاد رسمی تصوف کے اندھے عقیدت مندوں کی ہے، جو شریعت کی صحیح تعلیمات سے بے خبر ہیں، اور تصوف کی اصل روح سے ناواقف ہیں، اور ان میں سے اکثر کی دینی وعملی زندگی بھی شریعت کے احکام کی پابندی سے خالی ہوتی ہے، بس نسل در نسل سے ایک ماحول ان کے سامنے ہے، آباؤ اجداد سے آستانوں، پیرخانوں سے اندھی عقیدت

toobaa-elibrary.blogspot.com

بغیر کسی اصول اور شرعی تفصیل کے ان کو ورثہ میں ملی ہوتی ہے، نماز روزہ اور دیگر احکام شرع کی بجائے میلوں ٹھیلوں کی رونق بڑھانا اور بہت سے شرعی خرافات ومنکرات اور کھلے فواحش اور محرمات کے ساتھ دھوم دھام سے عرس منانا اور مزاروں پر چڑھاوے چڑھانا ان کے نزدیک مسلمانی کا اونچا کام اور نجات کی کنجی ہے، جوان مشاغل سے محروم ہو تو وہ قرآن وحدیث کے سارے مطالبے بھی پورے کرے اور دین کے راستے میں تن من دھن لٹادے تو بھی ان کے نکتۂ نظر سے مردود محض ہے، یہ تو افراط (عقیدت میں حد سے بڑھنے) کے شاخسانے ہیں۔

رسمی تصوف سے بیزار لوگوں کا مغالطہ

تفریط (چیز کو اس کے واقعی درجے سے گھٹانا) کی گمراہی کا وہ لوگ شکار ہوتے ہیں جو صوفیت اور مشیخت کے نام پر اپنے زمانے کے رائج خرافات کو دیکھ کر اول سے آخر تک اس خالص اصلاحی شعبے کا پتہ ہی صاف کر دیتے ہیں، کبھی اس کو عجمی سازش قرار دیتے ہیں، کبھی شیعیت اور باطنیت سے اس کی کڑیاں جوڑتے ہیں اور ان بڑے بڑے مشائخ اور ائمہ وقت سے بدگمانی اور ان کی بدگوئی کرنے سے بھی نہیں چوکتے، جو اس زمین پر ہدایت کے نشان تھے، دین حق کے پاسبان تھے، دین حق کی اشاعت اور خلق خدا کی رشد وصلاح جن کی زندگی کا اہم مقصد تھا، اس راستے میں انہوں نے اپنی زندگیاں کھپائیں، انہیں کی قربانیوں، کوششوں اور کاوشوں سے زمین کے مختلف حصوں اور خطوں میں اسلام نے رونق پائی، اس طرح ملکوں ملکوں اسلامی معاشرے وجود میں آئے، خود اس خطہ ہند میں مشائخ عظام اور صوفیائے کرام کی اسلامی خدمات کی جو درخشاں تاریخ ہے کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے بغیر اس ظلمت کدہ ہند میں اسلامی سلطنت اور اسلامی معاشرت کا بقا ممکن تھا، حضرت علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہم اللہ وغیرہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیسیوں مشائخ تو ہند میں اسلام کی ابتدائی اشاعت کرنے والوں میں سے ہیں، خود بعد کے دور میں جب غیروں کی ریشہ دوانیوں اور اپنوں کی حماقتوں سے اسلام کی بساط اس سرزمین سے لپیٹے جانے کے منصوبے بنے تو میدان میں اتر کر عزیمت کی داستانیں رقم کرنے والوں میں کیا اس طبقہ کے لوگ اور مشائخِ وقت کسی سے پیچھے رہے ہیں؟ یا آج کے دوکاندار جاہل پیروں کی طرح زندگی اور اس کے حقائق، اسلام اور اس کے فرائض سے فرار کو انہوں نے وطیرہ بنایا؟ تاریخ خبر دیتی ہے کہ اس میدان میں بھی یہ لوگ سرِ فہرست رہے ہیں، سربکف بھی، صرف ایک مثال، مشتے نمونہ کے طور پر۔

اکبر کا الحاد اور مجدد الف ثانی کی خدمات

مغل قہرمان اکبر نے جب ملحدین کی چالوں میں آ کر دینِ الٰہی کا ڈھونگ رچایا تو وہ شریعتِ اسلامیہ کی عجیب کسمپرسی کا زمانہ تھا، پھر شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں سے اس سرزمین میں دین حنیفی کا جو اعتبار قائم کیا اور اس کی بنیادوں کو جتنا مضبوط کیا ایک صوفی صافی اور تصوف کے ایک شیخ وقت کے اس کارنامے اور خدمت کا بار احسان برصغیر کے بیشتر مسلمانوں کی گردنوں پر ہے، ڈاکٹر اقبال مرحوم نے شیخ مجدد کو ذیل کے اشعار میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور ساتھ ہی نام نہاد پیرزادوں کو بھی آئینہ دکھا گئے ہیں:

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر	وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے	اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان	اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو	آنکھیں میری بینا ہیں لیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند	ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں	پیدا کلہِ فقر سے ہو طرۂ دستار

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب سوم)

تصوف ایک تہائی اسلام

احکامِ اسلام کی تین بنیادی قسمیں

امت مسلمہ کو قرآن وسنت میں جتنے احکام دیئے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔

(۱)......وہ احکام جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں جیسے توحید، رسالت، قیامت کے عقیدے، اسی طرح اللہ کی کتابوں پر، فرشتوں پر اور تقدیر پر ایمان اور عقیدہ۔

(۲)......وہ احکام جو عملی درجے کے ہیں اور ظاہری اعضاء ہاتھ، پاؤں، کان، زبان وغیرہ سے وجود میں آتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، تجارت، زراعت، ملازمت، ذکر، تلاوت وغیرہ۔

(۳)......وہ احکام جو باطنی اخلاق اور عادات سے تعلق رکھتے ہیں، بندہ ان کو اپنے باطن اور دل سے انجام دیتا ہے، ان میں دل کے اچھے افعال اور اخلاق بھی ہیں جیسے صبر، شکر، توکل، استغناء، شفقت ومحبت، تواضع وانکساری، رضا بالقضا وغیرہ، جن کو خصائل حمیدہ اور فضائل کہتے ہیں، اور دل کے برے اعمال اور اخلاق بھی ہیں جیسے تکبر، حسد، منافقت، بزدلی، خود پسندی، حرص وغیرہ ان کو رذائل کہتے ہیں۔ اس باب میں شریعت کے احکام فضائل سے دل کو آراستہ کرنے نفس کو سنوارنے اور رذائل سے دل کو پاک کرنے اور نفس کا تزکیہ کرنے کے متعلق آئے ہیں۔

تصوف کو تزکیہ باطن، سلوک اور احسان کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے، حدیث شریف میں (حدیثِ جبریل میں) اس کو احسان کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

احکام کی یہ تینوں قسمیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی اور پیوست ہیں اور شریعت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو تینوں مطلوب ہیں، قرآن مجید میں ان تینوں قسموں کا بیان الگ الگ عنوان سے نہیں ہوا، بلکہ یکجا ان کو بیان کیا گیا ہے، بغیر اس کے کہ ہر ایک قسم کا الگ نام اور اصطلاح ذکر کر کے اس کو بیان کیا ہو۔

اسی طرح احادیث میں بھی ان سب احکام کا ملا جلا تذکرہ ہے، کیونکہ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی کو، اپنے تمام حرکات وسکنات کو دین کے سانچے میں ڈھال لے، اور دین کو زندگی کے لئے ایک مکمل دستور اور کامل ضابطے کی شکل میں سامنے رکھے، اور اس معیار پر زندگی کو ڈھال کر ہی آدمی کامل مومن بن سکتا ہے۔

احکام کی مذکورہ درجہ بندی اور ان کے الگ الگ عنوان ثانوی درجہ اور ضمنی حیثیت رکھتے ہیں، جن کو انسان اپنی سہولت اور انتظام کے تحت خود درجوں اور قسموں میں تقسیم کرسکتا ہے، تاکہ سمجھنے، سمجھانے میں آسانی پیدا ہو اور ان کے فرقِ مراتب کی رعایت بھی ہو سکے، چنانچہ احکام کی یہ تقسیم اور اس تقسیم کے تحت دین کے مختلف شعبوں کو قائم کرنا اور ہر ایک کو الگ الگ باقاعدہ فن کی شکل دینا اور پھر اس کے اصول وفروع کی تشکیل کرنا اور ان میں سے پھر ہر فن کے لئے الگ الگ ماہرین شرع مقرر ہونا اور خاص اس فن کے میدان میں ان ماہرین کا خدمات انجام دینا، تصنیف وتالیف کرنا، اداروں کا وجود میں آنا اور ہر فن والوں کا اپنی بنیادی صلاحیتیں خاص اسی فن کی خدمت اور نشرواشاعت میں لگانا۔

یہ سارا نظام نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کے بعد کے زمانوں میں وجود میں آیا۔ اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین کے دور میں جب مسلمانوں پر فتوحات کا دروازہ کھل گیا، ملکوں کے ملک فتح ہوتے گئے اور قوموں کی قومیں اسلام میں داخل ہوتی گئیں، بڑے بڑے متمدن ملک اور ترقی یافتہ تہذیبیں اور معاشرے اسلام کی حکومت اور مسلمانوں کی قلمرو میں شامل ہوگئے، قیصر وکسریٰ کے فارس وروم مسلمانوں کی عملداری میں آگئے، تو مسلمانوں کو عربوں کی سادہ معاشرتی وتہذیبی زندگی سے باہر نکل کر ایک دم ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

بڑے بڑے متمدن معاشروں اور دنیوی اعتبار سے ترقی یافتہ قوموں سے واسطہ پڑا، نئی نئی چیزیں سامنے آئیں، مختلف نظریات اور تمدنی طریقوں سے سابقہ پڑا۔

یہ صورتحال امتِ مسلمہ کے لئے عموماً اور نبی علیہ السلام کے وارثین اہلِ علم کے لئے خصوصاً بڑا چیلنج تھی، اب قرآن وسنت میں اصول تو سب موجود ہیں، جو قیامت تک انسانیت کی ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی کے لئے کافی ہیں، لیکن ان اصولوں کو نئے نئے پیش آنے والے واقعات وحوادثات پر منطبق کرنا، اور ان جدید متمدن معاشروں کی عملی واجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ایک ایک بات کو شریعت کے اصولوں کے تناظر میں دیکھنا اور اسلام کی کسوٹی پر پرکھنا اور ان کے صحیح وغلط ہونے کا فیصلہ کرنا اور اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کون سی چیز کس حد تک ترمیم سے جواز کے دائرے میں آسکتی ہے، یہ ایک بڑا وسیع کام تھا۔

پھر خود ان معاشروں اور قوموں میں اخلاقیات اور روحانیت کی روح پھونک کر اسلام کا پورا رنگ ان پر چڑھانا جس طرح صحابۂ کرام پر نبی علیہ السلام کی صحبت وتربیت سے اور تابعین پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت وتربیت سے چڑھا تھا، اس کی بھی اہمیت کچھ کم نہ تھی، اس کام کے لئے حکومتی قوانین اور ریاستی نظام جو اگرچہ اسلام ہی کا عطا کردہ ریاستی نظام تھا، کافی نہ تھا بلکہ ضروری تھا کہ معاشرتی سطح پر رضا کارانہ طور پر اہلِ علم اور اہلِ صلاح افراد سازی (یعنی افراد کی کردار سازی) کے ذریعے اس عمل کو تکمیل تک پہنچائیں، کیونکہ ریاست اور حکومت جتنے بھی انتظامات کرلے اور نظامِ اجتماعی کو جتنا بھی منظم کرلے وہ معاشرے کو بیرونی طور پر ضابطوں کا پابند بناسکتی ہے۔

جبکہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ اصلاح کا عمل فرد کی تربیت اور اس کے دل میں تعلق مع اللہ پیدا کرکے اور خدا خوفی اور خود احتسابی کی چنگاری سلگا کر شروع کرتا ہے، اس مضبوط بنیاد پر جب افراد تیار ہوکر معاشرہ اور قوم کی تشکیل کرتے ہیں تو اس معاشرہ کے ریاستی اداروں اور حکومتی نظام کی عمارت بہت پائیداری اور استحکام کے ساتھ وجود میں آتی ہے، اداروں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو مثالی سیرت وکردار اور امانت ودیانت کے اوصاف سے متصف افراد میسرآ کر "گڈ گورننس" کی تشکیل کرتے ہیں، یہ افراد ایک طرف روحانیت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اپنی اخروی سعادت کی فکر کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے سیرت وکردار اور عمل سے دنیوی اعتبار سے بھی معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ بنا دیتے ہیں، اب افراد کے اندر یہ قوی ترین محرک پیدا کرنا جو خدا خوفی اور خود احتسابی سے عبارت ہے اور جس کی وجہ سے ان افراد سے تشکیل پانے والا معاشرہ ہر قسم کی دنیوی واخروی سعادتوں کا جامع ہوتا ہے اس کے لئے مستقل اداروں اور رجال کار کی ضرورت تھی جو پورے طور پر شریعت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں اور پھر وہ نبوی منہج پر افراد کی تربیت سازی کا نظام قائم کریں۔

پس یہ وہ سارا پس منظر تھا جس کی وجہ سے خیر القرون کے بعد کے ادوار میں دینی احکام کی مذکورہ بالا تین قسموں کی بنیاد پر علماء وفقہاء وقت نے تین الگ الگ شعبے تشکیل دے کر دین کی حفاظت وبقاء اور اشاعت وتبلیغ کا کام شروع کیا۔

(ا)......عقائد وایمانیات (علم الکلام)

کچھ حضرات نے عقائد وایمانیات کے شعبے کو لیا اور قرآن وسنت کے نصوص جو اس باب میں ہیں ان کو منقح ومرتب کیا، اسلامی عقائد کے اصول ان نصوص کی روشنی میں مرتب کئے اور پھر شاخ در شاخ اس کی فروعات جمع کیں اور صحابہ کے آخری دور سے ہی امت میں جو مختلف گمراہ فرقوں نے جنم لینا شروع کیا تھا اور سنت وصحابہ کے طریقے سے ہٹ گئے تھے ان کے اعتقادات اور شبہات کا جائزہ لیا اور ان کے بہکنے اور بھٹکنے کے اسباب کی تحقیق کی اور پھر قرآن وحدیث کے دلائل وبراہین کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ان کی گمراہی کو واضح کیا اور امت کو ان کے فریب میں آنے اور ان کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات سے بچانے کا انتظام کیا، یہ حضرات متکلمین اسلام کہلائے، ان کی دماغ سوزیوں اور محنتوں سے علم الکلام

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک مستقل علم وفن بن گیا اور اس کے لٹریچر پر مشتمل وسیع اسلامی کتب خانہ وجود میں آیا۔
متکلمین اسلام کے دو تین سلسلے معروف ہیں، ایک اشعریہ جس کے بانی شیخ ابوالحسن اشعری ہیں، دوسرے ماتریدیہ جس کے بانی شیخ ابومنصور ماتریدی ہیں، تیسرے حنابلہ۔ مسلمانوں کی فرق باطلہ کے علاوہ دیگر ادیان و مذاہب باطلہ، یہودیت، عیسائیت، دہریت وغیرہ کے اعتراضات کا جواب اور خودان کے بودے نظریات کی تردید بھی علم کلام کا موضوع بحث رہا ہے۔
انہوں نے ایسے نازک وقت میں امت کی رہنمائی اوران کے عقائد کی حفاظت کا کام سرانجام دیا جب معتزلہ، روافض، خوارج، باطنیین، ملحدین، جہمیہ قدریہ، جبریہ وغیرہ گمراہ فرقے اور فلاسفہ یونان کے تتبع بعض اسلامی فلاسفر مسلمان معاشرے میں درآئے تھے اور اپنے فاسد نظریات اور نفسانیت ومبالغہ آمیزی پرمبنی خیالات ورجحانات سے امت کو بگاڑ کے راستے پر ڈالنے کے لئے کوشاں تھے۔

(۲)...... فقہی احکام

دوسرا شعبہ زندگی کے عملی احکام کا ہے، جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا کہ نئے نئے تمدن اور معاشرے کثرت سے اسلام کی عملداری میں آگئے جن کی زندگی عربوں کی طرح سادہ اور بالکل ابتدائی فطری طریقوں پر نہ تھی بلکہ زندگی کے مختلف میدانوں میں اس وقت کے لحاظ سے وہ بہت ترقی یافتہ تھے، حکومت، سیاست، معاشرت، اقتصادیات، فنون لطیفہ، ادب، آرٹ ان سب میدانوں میں دنیا ان کا لوہا مانتی تھی جیسے کہ فارس اور روم کی قلمرو میں بسنے والی اقوام کا حال تھا۔
اب ان کو اسلامی معاشرت میں رنگنے کے لئے پورے اسلامی تمدن اور معاشرت کا خاکہ ان کے سامنے رکھنا اور جو چیزیں خودان کے تمدن میں ایسی تھیں کہ شریعت کے اصولوں سے ان کا جواز ثابت ہو یا معمولی اصلاح سے ان کے تمدن وثقافت کی بہت سی مفید چیزوں کو اسلامی بنایا جاسکتا ہو تو یہ بہت بڑا کام کا میدان تھا اور وقت کا چیلنج تھا اس چیلنج سے عہدہ برآ ہونے

کے لئے اجتہاد واستنباط کی صلاحیت کے مالک قرآن وسنت کے گہرے علم کے حامل علماء وفقہاء کی ضرورت تھی سواس قابلیت کے لوگ اس میدان میں اتر آئے، اور مختلف فقہی مذاہب کی شکل میں اسلامی عملی زندگی کا پوراایک دستور اور مرتع امت کے سامنے رکھ دیا، چونکہ اسلامی معاشرت کے حوالے سے نئے معاشروں کو اسلام کے رنگ میں پورا پورا رنگنے کے لئے اس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اس لئے امت اس چشمہ صافی پر ٹوٹ پڑی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ امت کی غالب اکثریت چار فقہی مذاہب سے روشنی لے کر زندگی کی اسلامی شاہراہ پر گامزن ہوگئی۔

(۳)......تزکیۂ قلب (تصوف)

اس شعبے کے تحت اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ یہ لاکھوں کروڑوں لوگ جو دین اسلام کی روشنی میں آگئے اور ہدایت پاگئے اور عقائد کے باب میں بھی ان کی پوری شرعی رہنمائی کا انتظام ہوگیا، نیز عملی زندگی کے احکام میں بھی فقہی مسائل کی تدوین کی صورت میں ان کی رہنمائی کا انتظام ہوگیا اور اسلامی سلطنت موجود ہونے کی وجہ سے سارا ماحول اور سارے ادارے اسلامیت کے رنگ میں ہی رنگے ہوئے ہیں تو اب کی صرف اس چیز کی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں پر بھی محنت کر کے ان کے دلوں کو اچھے اخلاق اور قلبی صفات سے مزین کیا جائے اور برے اخلاق اور رذائل سے ان کے قلوب اور ان کے نفوس کو پاک کردیا جائے۔ درحقیقت ایمان کے بعد یہی چیز سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، تمام آسمانی شریعتوں میں انبیاء علیہم السلام اپنے متبعین کی (یعنی جو ان پر ایمان لاچکے) اسی انداز میں تربیت کرتے رہے ہیں کہ ان کے دلوں کو مجلّٰی و مصفّٰی کرتے رہے، نبی ﷺ کے بھی فرض منصبی کا یہ اہم حصہ تھا جیسے کہ ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴)

ترجمہ: البتہ اللہ نے اہل ایمان پر احسان فرمایا جب اس نے بھیجا ایک رسول انہی میں سے جوان کو پڑھ پڑھ کر سناتا تھا قرآن کی آیتیں اور ان کے دلوں کو پاک کرتا تھا اور ان کو تعلیم دیتا تھا کتاب اور حکمت کی۔

لوگ تلاوت آیات کے نتیجے میں جب ایمان لے آئیں تو اگلا عمل پھر ان کے دلوں کی تطہیر اور تزکیہ کا ہے اور پھر کتاب وسنت کی تعلیمات سے اس روشن دل کو زندگی کی شاہراہ پر استوار کرنے کا عمل ہے، نبی علیہ السلام نے صحابہ کی جو تربیت فرمائی وہ اس آیت کی رہنمائی کے مطابق فرمائی۔

اب اتنے لوگ جب ایک دم اسلام میں داخل ہوئے تو ضرورت تھی کہ اس طرح باطنی صفائی کرنے اور قلوب ونفوس کی اصلاح کرنے کے لئے مستقل انتظام ہو یہ میدان جن بزرگوں نے سنبھالا وہ مشائخ اور صوفیاء کہلائے اور تربیت کا یہ ادارہ سلوک واحسان اور تصوف کے نام سے معروف ہو گیا۔ غور کیا جائے اس مذکورہ بالا آیت میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے تین فرض منصبی جو بیان ہوئے ہیں یعنی تلاوت آیات، تعلیمات کتاب وسنت اور تزکیہ قلوب یہ مذکورہ تینوں شعبوں کی اصل بنیاد ہیں جوامت میں کلام (عقائد وایمانیات) فقہ اور تصوف کے تین عنوانوں سے چھپلے، اس تفصیل سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ علم الکلام والعقائد علم الفقہ اور علم تصوف شریعت کے تین بنیادی مقاصد اور احکام شریعت کی اصل تین قسموں کے اصطلاحی نام ہیں، قرآن وحدیث میں ان سب کے احکام بغیر تقسیم وتعیین اور عنوان واصطلاح کے مذکور ہیں، انہی بنیادوں پر نبی علیہ السلام نے صحابہ کی تربیت فرمائی اور صحابہ نے بعد والوں کی، لیکن بعد کے ادوار میں مختلف اسباب ووجوہات سے (جن کا اوپر ذکر ہو چکا) ان مقاصد شرع کی تقسیم اور الگ الگ تدوین ہوئی اور الگ الگ اصطلاحات ان کے اندر مقرر ہوئیں، اور ان کے الگ الگ شعبے قائم کر کے ہر شعبے کی خدمات وانتظامات کا الگ دائرہ کار وجود میں آیا، تاکہ تقسیم کار کے اصول پر آسانی سے ہر شعبے کے مقاصد حاصل کئے جاسکیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب چہارم)

خیر القرون میں تصوف

صحابہ وتابعین کا دور

خیر القرون کا زمانہ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرام اور تبع تابعین کے ادوار میں پھیلا ہوا ہے۔ [1]

اس میں تصوف کی حقیقت تو ضرور موجود تھی لیکن وہ انتظامی حدود وقیود اور فنی اصطلاحات موجود نہ تھیں جو بعد میں بتدریج مصلحتاً وتعلیماً وجود میں آ گئیں۔

صحابہ کرام کا مقامِ صحبت وصحابیت

دین فطرت، شریعتِ مطہرہ کے چشمۂ صافی سے سب سے پہلے سیراب ہونے اور نبی کریم ﷺ کی صحبت وتربیت سے براہ راست فیضیاب ہونے والی جماعت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکباز جماعت ہے، نبی ﷺ کی صحبت وتربیت، ہدایت اور سعادت کے حصول کا ایسا نسخۂ اکسیر تھا کہ جس سے مرتبہ احسان حاصل ہو جاتا، مرتبہ احسان ہی عبدیت و بندگی کی معراج ہے۔ [2]

---

[1] ان تینوں زمانوں کو حدیث میں خیر القرون کے نام سے یاد کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث ہے خیر امتی القرن الذین یلونی، ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (مسلم) ان تینوں زمانوں میں اللہ کے رسول نے اسلام اور خیر کے غالب ہونے کی خبر دی تھی، پہلا زمانہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کا زمانہ ہے، دوسرا تابعین یعنی صحابہ کے شاگردوں اور متبعین کا زمانہ ہے، تیسرا تبع تابعین یعنی تابعین کے شاگردوں اور متبعین کا زمانہ ہے، یہ زمانے سن ہجری کی پہلی دو صدیوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

[2] حدیث جبرئیل میں آپ ﷺ نے احسان کی یہ حقیقت بیان فرمائی ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرتبہ احسان یہ ہے کہ بندہ مومن کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی معیت خاصہ اور ان کی عظمت و بزرگی کا دائمی استحضار قلب میں حاصل ہو جائے اور یہ کیفیت طبیعت میں اچھی طرح راسخ ہو جائے۔

نبی علیہ السلام کی صحبت و تربیت نے صحابہ کرام کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ۔۔۔ اللہ اللہ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" (صحیح مسلم ج ا کتاب الایمان)

کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ احسان کا پہلا اور اونچا درجہ کہ "گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے" ایسی کیفیت اور ذوق حاصل ہو جاتا ہے (اخلاص و عبادت کے نتیجے میں) کہ موجودات کے ہر جلوے میں، کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ تعالیٰ جلوہ نما نظر آتے ہوں بقول شخصے

جہاں کے ذرے ذرے سے عیاں ہیں تیرے جلوے ۔۔۔ مگر سمجھ میں آ نہیں سکتا ٹھکانہ ہے کہاں تیرا

اس مقام میں سالک اپنے رب کو اپنے دل میں بسا لیتا ہے، اس کا دل تجلیات ربانی کی جلوہ گاہ بن جاتی ہے۔

تجھ سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے ۔۔۔ باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

یہ مقام تو بڑے نصیبہ وروں کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ نفس اور شیطان سے مقابلہ کے میدان کے پورے پورے جوانمرد اور مرد میدان ہوتے ہیں یہی توحید عملی کا برتر مقام ہے بعد کے ادوار میں تصوف میں اس سلسلے میں وحدت الوجود، وحدت الشہود کے نام سے اصطلاحات وجود میں آئیں اور مشائخ صوفیاء نے اس کی تفصیلات سے علوم کے دریا بہا دیئے کتابیں بھر دیں، مکاشفات و واردات قلبیہ سے کیا کیا سربستہ بھید کھولے، کون و مکان کے راز فاش کیے، شیخ اکبر کی تصنیفات فصوص الحکم، فتوحات مکیہ وغیرہ میں اس سلسلہ میں بڑے گہرے اسرار اور رموز بیان کیے گئے ہیں، پھر شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے محاکمات اور وحدت الشہود کی تفصیلات تصویر کا ایک اور رُخ دکھاتی ہیں، اور مرتبہ احسان کا دوسرا درجہ جس کو حدیث میں "اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے" سے تعبیر کیا ہے گویا یہ ہے کہ عقلی طور پر اللہ تعالیٰ کی معیت و رؤیت کا استحضار رکھے اور ہر عمل میں نیت میں اخلاص پیدا کرے، احسان کا یہ درجہ ہر مسلمان معمولی توجہ اور اہتمام سے حاصل کر سکتا ہے، تصوف کی ابتداء حدیث "انما الاعمال بالنیات" سے ہوتی ہے، کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اس لئے سالک (تصوف و سلوک کے راستے پر سفر کرنے والا) سب سے پہلے ہر عمل میں اپنی نیت کی تصحیح اور نیت میں اخلاص پیدا کرنے کا اہتمام کرے اور تصوف کی انتہا اور تکمیل مرتبہ احسان کے حصول پر ہوتی ہے، جس کا حدیث جبرئیل میں ذکر ہے اس مقصد کے لئے مشائخ سارے مجاہدے کراتے ہیں، رگڑائیاں ہوتی ہیں دوام طاعت اور کثرت ذکر کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور تجربہ یہ ہے کہ عادتاً نفس اس طرح مجاہدوں اور رگڑائیوں کے بغیر قابو میں نہیں آتا، سرکشی نہیں چھوڑتا، ورنہ یہ مجاہدے، ریاضتیں خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود میں معاون اور مقصود کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اھ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی وجہ سے صحابی کا لقب اور صحابیت کا منصب اس قدسی جماعت کی پہچان اور ان کا سرمایہ افتخار قرار پایا، صحابی کے لفظ میں سارے روحانی کمالات اور عظمت وسعادت کے سارے مقامات سموئے ہوئے ہیں، یہ لقب نبوت کے بعد ہدایت کے ارفع واعلیٰ ترین مقام کا عنوان جلی ہے، چنانچہ خود صحابہ کرام مجاہد بھی تھے اور ایسے مجاہد کہ چہاردانگ عالم میں جنہوں نے اسلام کا سکہ بٹھایا اور گمراہیوں کے اندھیاروں میں آسمانی ہدایت کا ڈنکہ بجوادیا بقول اقبال ۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحرِظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اور

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

صحابہ کی مختلف شانیں اور کمالات

اس طرح صحابہ خلیفہ، حاکم وقت، گورنر، فوجوں کے سپہ سالار، لشکروں کے کمانڈر وجرنیل، ریاستی، انتظامی اور سیاسی قوانین کے مدون ومقنن تھے۔ بڑے بڑے باجبروت شہنشاہوں اور قیصر وکسریٰ کے درباروں میں اسلامی سلطنت کے سفارتکار اور سفیر بھی بن کر گئے، اور ان خالص دنیوی ومادی مناصب اور کشورکشائی وجہانبانی کے عہدوں پر فائز ہوکر اپنی لیاقت، صلاحیت، مہارت اور قابلیت کے جس طرح کے جوہر انہوں نے دکھائے دنیا آج تسخیر شمس وقمر کے دور میں بھی ان سب میدانوں میں ان کا لوہا مانتی ہے اور اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کر سکتی۔

اسی طرح صحابہ حافظ قرآن، قاری، محدث، مفسر، مبلغ، داعی، راتوں کے رہبان، دنوں کے غازی وفرسان، فقیہ، مجتہد، علمی مجالس کے معلم، تعلیمی حلقوں کے مدرس، منبر ومحراب کے بہترین خطیب وواعظ بھی تھے، جن میں سے ہر ہر لقب شرف وکمال کا مستقل عنوان ہے لیکن خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں، نبی علیہ السلام نے اپنی احادیث میں اور سلف سے خلف تک پوری

toobaa-elibrary.blogspot.com

امت نے ان کی پوری پوری تعریف، تعارف اور پہچان کے لئے جو لقب چنا وہ صحابی کا لقب ہے جو صحبت سے نکلا ہے اور نبی کی صحبت اٹھانے کی وجہ سے ان کو ملا ہے۔

یہ ایک لفظ ہی اپنے اندر انسانی سعادتوں اور کمالات کی وہ ساری تفسیریں سمیٹے ہوئے ہے جو صحابہ کو حاصل تھیں چنانچہ پھر دیکھئے کہ صحابہ کے بعد کے طبقات میں، امت میں بڑے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہ وشافعی جیسے، بڑے بڑے محدث، امام بخاری جیسے، بڑے بڑے مفسر، امام رازی، طبری اور ابن کثیر جیسے، چوٹی کے مجاہد، صلاح الدین ایوبی جیسے، بڑے بڑے واعظ وخطیب، ابن جوزی جیسے، بڑے بڑے متکلمین اور اسلام کے ترجمان، امام غزالی جیسے، بڑے بڑے صوفی اور زاہد شبلی وبایزید اور جنید جیسے آئے اور اپنے اس خاص میدان میں عزیمت وعظمت کی تاریخ رقم کرنے کی وجہ سے وہ اپنے اپنے شعبہ میں امت کے امام وپیشوا بنے، اور اپنے دائرہ عمل کے مناسب لقب سے ملقب ہوئے۔

کوئی محدث کہلایا اور کوئی فقیہ، کوئی مفسر تو کوئی صوفی وزاہد، اور امت نے اسی لقب سے ان کی عظمت کے گن گائے لیکن یہاں کمالات کی وجہ سے صحابہ والے کمال سے بازی نہ لے جا سکے اور کیونکر بازی لے جا سکتے تھے جب خود صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی یہ سارے کمال ہونے کے باوجود ان کا صحبت والا شرف ہی ان کے لئے درجہ امتیاز قرار پایا تھا۔ بعد کے زمانے میں جب (اُن مقاصد کے تحت جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے) تصوف کا مستقل ادارہ وجود میں آیا تو اس میں اصلاح وتزکیہ کے عمل میں صحبت کی بنیادی اہمیت رہی اور آج بھی مشائخ تصوف کے ہاں اس کی یہی اہمیت ہے۔ صحبت ہی سے اللہ والے بزرگان دین ومشائخ جو اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں ان کا یہ رنگ مریدین صادقین پر منتقل ہوتا ہے اور بتدریج مرتبہ احسان کی طرف وہ گامزن ہو جاتے ہیں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمہ اللہ اپنے معروف مکتوبات صدی میں ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:

"صحبت بھی ایک بڑی اہم چیز ہے اور طبیعتوں میں صحبت کی غیر معمولی تاثیر ہوا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتی ہے یہاں تک کہ باز جوایک پرندہ ہے آدمی کی صحبت میں دانا ہو جاتا ہے اور طوطا بولنے لگتا ہے، تربیت سے گھوڑے انسان کی صحبت میں رہ کر حیوانیت چھوڑ دیتے ہیں اور آدمی کی عادتیں اختیار کر لیتے ہیں، مشائخ رحمہ اللہ کے یہاں صحبت فرضیت کا درجہ رکھتی ہے اوران سب کی اصل بنیاد یہی ہے کہ نفس سرکش عادات کا تابع ہوتا ہے اس کو اسی سے آرام وسکون حاصل ہوتا ہے یہ جس گروہ کی صحبت اختیار کرے گا انہی کے افعال کو اپنائے گا الخ (بحوالہ قصص الاولیاء)

خیر القرون میں تصوف کے لئے زُہد کی اصطلاح

صحابہ وتابعین کے ادوار میں تصوف کے باب کی تعبیر ہمیں زہد کے عام اور جامع عنوان کے تحت ملتی ہے، خیر القرون کے تینوں طبقوں کے عامۃ المسلمین عموماً اور اہلِ علم وفضل حضرات فقہاء، محدثین اور مفسرین خصوصاً اسی زُہد کے رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں، ان کی سیرت وسوانح کے مطالعہ سے واضح نظر آتا ہے کہ یہی زہد ان حضرات کے مزاج کا عمومی رنگ ہے، ان کے ذوق وترجیحات پر اسی کی چھاپ لگی ہوئی ہے، ان کے اقوال وافعال اور عادات واطوار کی صدائے بازگشت میں اسی کی گونج سنائی دیتی ہے۔

اس زمانہ میں خیر غالب تھی پورا اسلامی معاشرہ نیکی اور دینداری کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، شریعت کے مقاصد اور دین کے احکام کا شعور عام تھا، ہمتیں بلند تھیں، جذبے جوان تھے، دلوں کی انگیٹھیاں محبت ومعرفت کی آنچ سے آتش بجاں تھیں، تقویٰ وطہارت اور اخلاص وللّٰہیت نے گھر گھر ڈیرا ڈالا ہوا تھا، دین کی نشر واشاعت اور اسلام کی سربلندی زندگی کا بڑا مقصد تھی، کسی منکر اور خلاف شرع بات کا ارتکاب معاشرتی سطح پر اتنا بڑا جرم تھا کہ جس کا تنہائی میں ارتکاب کرنے والے کو بھی کئی بار سوچنا پڑتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟ [1]

---

[1] یہاں یہ ملحوظ رہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد اموی دور ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمان معاشرہ عمومی طور پر انفرادی وشخصی زندگی میں بھی اور اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں بھی احساسِ ذمہ داری کا حامل تھا اور امتِ مسلمہ ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید میں اور نبی علیہ السلام کی احادیث میں ان کا جو فرضِ منصبی متعین کیا گیا تھا اور آخری آسمانی برحق دین کے حامل ہونے کی وجہ سے شارع کے ان سے جو مطالبات تھے اور اس آسمانی شریعت کے جو مقتضیات تھے ان کا وہ گہرا شعور رکھتے تھے، اور اسی پسِ منظر میں انہوں نے ترجیحات کی تعیین کر کے اپنی زندگی کو خیر الامم کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔

اس لئے دین کے ہر شعبے کا الگ الگ رنگ بھی خیر القرون کے معاشروں میں اسی طرح نمایاں تھا جس طرح دینِ اسلام کا مجموعی مزاج اور تمام شعبوں کے مجموعے کا امتزاج ان کے ایک ایک فرد کی ایک ایک اداء سے جھلکتا تھا، اور ایک ایک عمل میں چمکتا تھا، اور چونکہ تصوف ابھی باقاعدہ ایک فن اور مستقل اصلاحی شعبہ کی صورت میں تشکیل پذیر نہ ہوا تھا نہ اس کی الگ فنی اصطلاحات مرتب ومقرر ہوئی تھیں، نہ الگ سے کتبِ تصوف کی تدوین ہوئی تھی اور نہ ہی اس کا اس طرح نصاب ونظام وجود میں آیا تھا جو بعد کی صدیوں میں سلاسلِ اربعہ سہروردیہ، قادریہ، وغیرہ اور دیگر سلسلہ ہائے تصوف میں نظر آتا ہے (جس طرح کہ فقہ اور علمِ کلام میں بھی یہ ترتیب، تنظیم، تقسیم وتدوین بعد میں بتدریج ہوئی) لیکن تصوف کی روح اور حقیقت یعنی دلوں کی صفائی اور تزکیہ اور تعلق مع اللہ کی دولت وہ شروع سے ہی موجود تھی،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور خلافتِ عباسیہ کا ابتدائی دور جو زمانہ خیر القرون کے معاصر ہے، ان ادوار میں، بہت دفعہ خلافت وحکومت کے ادارے میں جو اکھاڑ پچھاڑ ہوئی اور سیاسی اتار چڑھاؤ آتے رہے، جس میں خون خرابہ، بدعہدی اور ظلم وعدوان جیسی کئی خلافِ شرع چیزیں عام نظر آتی ہیں، اس کے اثرات کمیت وکیفیت دونوں اعتبار سے محدود ومخصوص تھے، جو کچھ اثرات اس کے پہلے وہ سیاسی سطح کے تھے، امت کی غالب اکثریت اور سوادِ اعظم جو اہلِ سنت والجماعت سے عبارت ہے اس کی معاشرتی قدریں صحابہ، تابعین، تبع تابعین ان تینوں طبقوں کے زمانے میں اتنی ٹھوس، گہری اور مضبوط تھیں اور اہلِ علم وفضل کے اثرات اور ان کی سیرت وتقویٰ اور عزیمت کے نقوش ان معاشروں پر اتنے ٹھوس طریقے سے ثبت تھے کہ سیاسی ادارے میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والا یہ تموج، بھونچال اور بادِ صرصر کے تھپیڑے محض ایک وقتی حادثے کی طرح آ کر گذر جاتے۔ امجد۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اسلامی معاشرے میں سرایت کی ہوئی تھی۔
اصطلاحات تو محض تعلیم و تعریف کی آسانی کے لئے مقرر ہوئیں۔ اور مخصوص طریقہ کار انتظام کی سہولت کے لئے بعد میں آہستہ آہستہ وجود میں آیا اور نہ بعد کے ادوار میں بھی اہل حق صوفیا کا مقصود تصوف کی وہی روح اور حقیقت ہی تھی جو زمانہ خیر القرون سے ایک تسلسل کے ساتھ چلی آ رہی تھی، اور شریعت کے چشمہ صافی سے ماخوذ تھی، اگر یہ روح اور حقیقت ہاتھ نہ آئے تو محض اصطلاحات فن اور رسمی ضابطوں میں کیا رکھا ہے؟

صحابہ کرام کے زُہد کے کچھ نمونے

مرتبہ احسان کا لازمی اثر دنیا سے بے رغبتی یعنی زہد اور ہر دم اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رکھنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے خیر القرون میں یہ دولت سب زمانوں کے مقابلے میں زیادہ عام تھی اور بعد میں مشائخ تصوف نے ہر زمانے میں اس کو پورے طور پر زندہ رکھا اور اسلامی معاشرے میں اس کو عام کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ بادشاہوں کے درباروں سے لے کر ایک فاقہ مست مسلمان کی جھونپڑی تک یہ دولت عام کرتے رہے۔
سلف میں زہد کی دولت کس قدر عام تھی اس کا اندازہ امام محدث عبداللہ ابن مبارک کی کتاب الزہد، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کتاب الزہد اور اسی طرح امام ابوبکر (المعروف ابن ابی الدنیا) کی کتاب الزہد سے لگایا جا سکتا ہے یہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کے بزرگ ہیں انہوں نے صحابہ و تابعین سے لے کر اپنے زمانے تک سلف کے اقوال اور احوال ان کتابوں میں جمع کئے ہیں، جس سے زہد کے ایسے بے مثال نمونے سامنے آتے ہیں کہ آج کی مادیت خالصہ کے عہد میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، یہ بہر حال ہمارا ہی بھولا ہوا سبق ہے، چند نمونے ملاحظہ ہوں۔
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی سند سے (جو کتاب الزہد میں پوری لکھی ہوئی ہے) نقل فرماتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں کہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رویا کرو (اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت اور موت کے بعد پیش آنے والے مشکل مرحلوں کی ہولناکی سے) اگر رونا نہیں آتا تو رونے والوں کی صورت ہی بنالیا کرو۔ دوسری سند سے نقل فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پرفرمایا کاش میں مومن آدمی کے پہلو کا ایک بال ہوتا (جس کو حساب کتاب کا ڈر نہیں)

ایک اور سند سے نقل فرمایا کہ:

ایک صحابی حضرت اسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا اور فرمارہے تھے کہ یہ مجھے ہلاکت کی گھاٹی میں لے جانا چاہتی ہے۔

ایک اور سند سے نقل فرمایا ہے کہ:

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرض الوفات شروع ہوا تو اپنی بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے یہ دو کپڑے (جو استعمال میں تھے) دھو کر انہیں میں مجھے کفن دیدینا اس لئے کہ نئے کپڑوں کے زندہ لوگ مرنے والوں سے زیادہ محتاج ہیں (کتاب الزہد لاحمد ابن حنبل، باب زہد ابی بکر علیہ السلام)

ابن ابی دنیا کتاب الزہد میں اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہاں گئے وہ حسین وجمیل چہروں والے جنہیں اپنی جوانی وصحت پر ناز تھا؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے اور انہیں دیواروں کے ذریعے قلعوں کی طرح محفوظ کر دیا؟ وہ لوگ کہاں گئے جو ہمیشہ میدان جنگ میں غالب رہتے تھے؟ حوادثات زمانہ نے انہیں مٹا کر رکھ دیا چنانچہ وہ سب کے سب قبر کی تاریکیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں جا بسے، جلدی کرو، جلدی کرو، نجات حاصل کرو۔

خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک سفر کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سیاہی مائل اونٹ پر سوار ہو کر مقام جابیہ تشریف لے گئے ننگے سر ہونے کی وجہ سے دھوپ کی تمازت سے سر چمک رہا تھا، رکاب نہ ہونے کی وجہ سے پاؤں مبارک کجاوے کے دونوں طرف لٹک رہے تھے اور ایک اُونی چادر زین کے طور پر اونٹ پر ڈالی ہوئی تھی پڑاؤ کے وقت وہی چادر بستر بن جاتی ایک تھیلا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی سفر کے دوران تھیلے کے طور پر اور پڑاؤ کے وقت تکیہ کے طور پر استعمال میں تھا، ایک سوتی کرتہ جو میلا کچیلا ہو چکا تھا پہنے ہوئے تھے جو کہ کئی جگہ سے پھٹ بھی چکا تھا، فرمانے لگے یہاں (مقام جابیہ) کے امیر (حاکمِ علاقہ) کو بلاؤ، آنے پر فرمایا کہ میرا کرتہ دھلوا دو اور اسے پیوند بھی لگا دو اور عاریۃ مجھے کوئی کرتہ یا کپڑا جسم ڈھانپنے کے لئے دے دو، حسب حکم کتان کپڑے کی ایک قمیص پیش کی گئی تو فرمایا یہ کیا ہے بتایا گیا کتان ہے فرمایا کتان کیا چیز ہے لوگوں نے بتا دیا تب آپ نے اپنا کرتہ اتار کر وہ پہن لیا جب اپنا کرتہ دھل کر پیوند لگ کر آ گیا تو وہ پہن لیا اور یہ کرتہ واپس کر دیا الخ۔

علامہ اقبال کے ہاں زُہد کی متبادل تعبیریں

یہ زُہد کیا ہے؟ اس کو ہم فقر سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اس کی حقیقت دنیا سے بے رغبتی ہے اور نفس کے خواہشات کی قید سے آزاد ہو کر ملکوتی شان کے ساتھ عبدیت و بندگی سے معمور زندگی گذارنا ہے، اور نفس کی نگرانی اور اس کا ہمہ وقتی محاسبہ کرتے رہنا ہے، علامہ اقبال کے فارسی اور اردو دونوں قسم کے کلام میں فقر اور خودی کی مدح و ستائش اور صدرِ اسلام کے مسلمانوں کا فقر اور خودی کے صفات سے موصوف ہونے کا جو نہایت دل آویز تذکرہ ہے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

موجودہ مسلمانوں کو بھی اپنے اندر فقر اور خودی کا جوہر پیدا کرنے کی پرزور دعوت ہے، وہ اسی حقیقت کے گرد گھومتی ہے، اور اس کے پہلو بہ پہلو اقبال نے جو رسمی پیری مریدی اور مختلف خرابیوں پر مبنی خانقاہی نظام پر تنقید کی ہے وہ اسی انحطاط یافتہ اور زوال پذیر تصوف پر تنقید ہے، جس کا پیچھے ہم نے تذکرہ کیا ہے، تصوف کا اصل مرکز قلب اور دل ہے، قلب جب سلیم ہوتا ہے تو زہد وفقر اس کا شعار ہوتا ہے، یہی قلب سلیم خداوند قدوس کی تجلیات کی جلوہ گاہ، شریعت کو مطلوب اور قرآن کی آواز ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

"اِلَّامَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ" (الشعراء ۸۹)

کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے وہی مراد کو پائے گا۔

خیر القرون میں نبی علیہ السلام کے فیضِ صحبت سے صحابہ کو اور صحابہ کے فیضان اور نفوسِ گرم کی تاثیر سے تابعین اور تبع تابعین کو قلبِ سلیم کی دولت عطا ہوئی تھی، اور اس قلبِ سلیم میں زہد وفقر کی پونجی ان کا سرمایہ حیات تھا، اس زہد کی وجہ سے وہ فقیری میں بادشاہی اور بادشاہی میں فقیری کرتے تھے، بقول اقبالؔ ؎

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند — در شہنشاہی فقیری کردہ اند

مستشرقین کی مغالطہ آمیزی

زہد کا محرک بھی دیگر شرعی محرکات کی طرح قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کا پورا طرزِ زندگی آپ کا اندازِ تربیت اور احادیثِ مبارکہ کی شکل میں آپ کے ارشادات ہیں، مستشرقین (Oreantist) یعنی "اسلامی علوم وفنون اور لٹریچر کے مغربی فضلاء و ماہرین" اس باب میں بھی بہت دور کی کوڑی لائے ہیں وہ اسلامی معاشرے میں تصوف کے آغاز وشیوع کی کڑیاں کہیں مسیحی رہبانیت سے ملاتے نظر آتے ہیں۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو گولڈ زیہر (Goldziher) کے تصوف کے متعلق مباحث "التصوف الاسلامی وتاریخہ"، نیز "نکولسن وغیرہ کے تبصرے، بحوالہ "مدخل الی التصوف الاسلامی" میں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور کہیں یونانی نوافلاطونیت سے اور کہیں ہندی جوگ اور بدھ مت سے۔ یہ ان کا فریب نظر ہے، کیونکہ خود نبی علیہ السلام کے ارشادات میں رہبانیت کی نفی موجود ہے، اور قرآن مجید کی سورۃ حدید میں رہبانیت کے حوالے سے نصاریٰ کی بے اعتدالیوں اور اس باب میں انجیل کی تعلیمات سے ہٹ کر ان کی خودساختہ یہ روایت ڈالنے کا اور پھر اس کو نباہ نہ سکنے کا ذکر ہے۔ [1]

قرآن وحدیث کی ان تعلیمات کے سامنے ہوتے ہوئے مسلمانوں سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ زہد کی شاہراہ پر گامزن ہوں تو قرآن وسنت کی صاف شفاف تعلیمات اور ہدایات کو چھوڑ کر جہاں ''لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا'' کی شان پائی جاتی ہے اس باب میں گمراہ مسیحیوں کی ایک خودساختہ بدعت اور ان کے کھوٹے سکوں پر فریفتہ ہو جائیں جس کی ایمان وعرفان کے بازار میں کوئی قدر وقیمت ہی نہیں؟

قرآن مجید میں ورع اور تقویٰ پر ابھارا گیا ہے، دنیا اور اس کی رنگینیوں کی بے ثباتی کا بہت موثر اور دل آویز نقشہ جا بجا کھینچا گیا ہے، اور گردوپیش میں پھیلی ہوئی واقعاتی، کائناتی، مثالوں اور انسان کے رات دن کے مشاہدات کے تناظر میں دنیا کی حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے، اور ان رنگینیوں سے کنارہ کش رہنے کی تلقین کی گئی ہے، اور دنیا کی بے ثباتی و بے وقعتی اور آخرت کی عظمتِ شان کو مختلف جہات سے سمجھایا گیا ہے، اور موت کے بعد کے حقائق اور آخرت وقیامت کے ہولناک واقعات کا جیتا جاگتا نقشہ کھینچا گیا ہے، ان حقائق کی ایسی موثر منظر کشی کی گئی ہے کہ روح آخرت کی رغبت وفکر سے لبریز ہو جاتی ہے، اور دل لرز جاتے ہیں، اگر دل میں ایمان ویقین کی پونجی موجود ہو تو قرآن کے آئینے میں یہ کچھ ملاحظہ

---

[1] ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ (سورة الحديد، رقم الآية ٢٧)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنے کے بعد دنیا کی وقعت اور اس کی رنگینیوں اور جولانیوں کی کوئی قدر و قیمت نگاہوں میں نہیں رہتی، اس ساری منظر کشی کے پہلو بہ پہلو قرآن نے مختلف عبادات نماز، روزہ، حج، قیام اللیل، استغفار، ذکر، انابت ور جوع الی اللہ کی صورت میں اپنے احکامات اور مطالبات رکھے ہیں اور عبودیت و بندگی کے آداب بتلائے ہیں، عباد الرحمان یعنی اللہ کے نیک بندوں کی صفات بتلائی اور گنوائی ہیں کہ بندے میں بندگی اور عبدیت کی شان ہونی چاہئے، اس طرح انبیائے سابقین اور سابقہ امتوں کے مومنین صالحین کے احوال بیان کر کے نیکی اور خدا پرستی کا عملی نمونہ پیش کیا ہے، مزید قرآن جنت اور اس کی نعمتوں اور جہنم اور اس کی مصیبتوں کا آنکھوں میں گھومتا ہوا نقشہ پیش کرتا ہے، جس سے ایک مسلمان میں جنت کے حصول کے لئے جنتیوں کے اعمال کی رغبت اور جہنم سے بچنے کے لئے جہنمیوں کے اعمال کی نفرت و کراہیت پیدا ہوتی ہے۔

اس کا دل خوف اور امید دونوں سے لبریز ہو جاتا ہے، یہ خوف بھی قوی ہو کر اپنا اثر دکھاتا ہے اور امید بھی حوصلے پر حوصلہ بڑھاتی ہے اس امید اور خوف کے درمیان ہی ایمان ہے، یہی چیز زہد کو پیدا کرتی اور بڑھاتی ہے خود احتسابی پر بھی انسان کو آمادہ کرتی ہے، یہی تصوف کی حقیقت ہے، اور خیر القرون میں یہی ہر گھر کی دولت، ہر فرد ہر دل کی پونجی تھی، اور معاشرے کی زندہ قوت تھی، بس تصوف کا مخصوص نام نہیں تھا، اور یہ اصطلاحات نہیں تھیں، جو بعد میں اہل تصوف میں رائج ہوئیں، اور نام سے کیا ہوتا ہے، اصل تو کام ہے وہ حاصل ہے تو سب حاصل ہے، وہ حاصل نہیں تو نام سے کچھ حاصل نہیں۔ ؎

كُلٌّ يَدَّعِيْ وَصلاً بِلَيْلَىٰ   وَلَيْلَىٰ لَا تُقِرُّ لَهُمْ بِذَاكَ

آگ اس کی پھونک دیتی ہے ہر برناؤ پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب پنجم)

تصوف عہد بہ عہد

(خیر القرون کے عہد سے فتنہ تاتار تک)

صحابہ و تابعین کے بعد کے صوفیائے عظام

چوتھی صدی کے آخر تک عہد بعہد جو بزرگ تصوف وسلوک کے راہوں کے راہی اور زہد و درویشی کے قافلے کے رہبر اور میر کارواں بنتے رہے جو صدق وصفا، اخلاص وعزیمت کے میدان کے شہسوار اور توحید ومعرفت کے ناپیدا کنار سمندر کے شناور تھے، اور امت نے ان کو سر آنکھوں پر بٹھایا، ان میں زیادہ مشہور ذیل کی ہستیاں ہیں۔

(۱)...... شیخ حسن بصری (م ۱۱۰ھ) تصوف کے چار مشہور سلسلوں میں سے نقشبندیہ کے علاوہ باقی تینوں کی نسبت ان ہی کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

(۲)...... امام سفیان ثوری (عظیم محدث بھی ہیں، متوفی ۱۶۱ھ)

(۳)...... شیخ الصوفیہ عبدالواحد بن زیاد (متوفی ۱۷۰ھ)

(۴)...... حضرت حبیب عجمی (شیخ حسن بصری کے ہم عصر)

(۵)...... حضرت داؤد طائی (متوفی ۲۰۶ھ)

(۶)...... حضرت ابراہیم بن ادھم (متوفی ۱۶۲ھ)

(۷)...... حضرت فضیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ)

(۸)...... حضرت علی (حضرت فضیل بن عیاض کے بیٹے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹)......شیخ شفیق بلخی (متوفی ۱۷۴ھ)

(۱۰)......شیخ یوسف بن اسباط (متوفی ۱۹۵ھ)

(۱۱)......شیخ معروف کرخی (متوفی ۲۰۰ھ)

(۱۲)...... شیخ ذوالنون مصری (متوفی ۲۴۵ھ)

(۱۳)......شیخ بشر حافی (متوفی ۲۲۷ھ)

(۱۴)......شیخ ابوسلیمان دارانی (متوفی ۲۱۵ھ)

(۱۵)......شیخ بایزید بسطامی (متوفی ۲۶۱ھ)

(۱۶)...... شیخ سری سقطی (متوفی ۳۵۳ھ)

(۱۷)......شیخ حارث محاسبی (متوفی ۲۴۳ھ)

(۱۸)......شیخ جنید بغدادی (متوفی ۲۹۸ھ)

(۱۹)......شیخ حاتم اصم (متوفی ۲۳۷ھ)

(۲۰)......شیخ محمد بن عبداللہ ابوبکر الدقاق (متوفی ۲۹۰ھ)

(۲۱)......شیخ ابوجعفر منصور الصوفی (متوفی ۲۵۹ھ)

(۲۲)......احمد عبدالجبار المرشی (متوفی ۳۲۸ھ)

(۲۳)......شیخ الصوفیہ محمد بن داؤد (متوفی ۳۴۲ھ)

(۲۴)......محمد بن داود ابوبکر الصوفی (متوفی ۳۶۰ھ)

(۲۵)...... ابوعمر الزاھد (متوفی ۳۶۰ھ)

(۲۶)......منصور بن عبدالوھاب الصوفی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

دوسری تیسری صدی ہجری کی اہم کتب تصوف

ان صدیوں میں جو خیر القرون اور اس کے بعد قریبی دور پر مشتمل زمانہ ہے، جو اہم اور قابل

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذکر تصنیفی کام، تصوف کے باب میں اس شعبہ کے ائمہ صوفیاء کی جانب سے ہوا، اور جن میں سے کئی کتابوں کی اہمیت، شہرت اور تروتازگی، آج تک برقرار ہے، درج ذیل ہیں:

(۱)...... شیخ حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) کی "کتاب الاخلاص"

(۲)...... عظیم محدث عبداللہ بن مبارک (۱۸۱ھ) کی "کتاب الزھد"

(۳)...... امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) کی "کتاب الزھد"

(۴)...... ابوعبداللہ محمد بن زیاد (۲۳۱ھ) کی "کرامات الاولیاء"

(۵)...... ابوعبیدہ کی "کتاب الابدال"

(۶)...... ابوعبداللہ محمد بن زیاد (۲۳۱ھ) کی "ختم الاولیاء"

(۷)...... شیخ یحییٰ بن معاذ رازی کی "کتاب المریدین"

(۸)...... شیخ حارث بن اسد المحاسبی (۲۴۳ھ) کی "کتاب التفکر والاعتبار" اور "رسالہ المسترشدین"

(۹)...... ابن ابی الدنیا کی "کتاب الزھد" "کتاب الاخلاق" "کتاب التقویٰ" "کتاب مکارم الاخلاق" "کتاب مکائد الشیطان"

(۱۰)...... شیخ ابوحمزہ الصوفی (۲۸۹ھ) کی "کتاب المتممین" "العباد المتصوفین"

(۱۱)...... ہشام القاری (۲۹۲ھ) کی "کتاب التوکل"

(۱۲)...... شیخ ابوالحسین احمد بن محمد النوری الصوفی (۲۹۵ھ) کی "کتاب القلوب"

(۱۳)...... شیخ جنید بغدادی کی "کتاب الرسائل" "کتاب امثال القرآن"۔

یہ زیادہ تر تیسری صدی ہجری کا سلوک واحسان کے باب میں تصنیفی کام ہے۔

چوتھی صدی ہجری کی قابلِ ذکر کتبِ تصوف

چوتھی صدی کی اہم کتبِ تصوف جو بعد کے زمانوں میں تصوف کے سلسلوں کے لئے ماخذ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

حیثیت رکھتی ہیں، یہ ہیں:

(۱)...... شیخ ابونصر سراج طوسی (۳۷۸ھ) کی "کتاب اللمع فی التصوف"

(۲)...... شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری (۳۸۰ھ) کی "کتاب التعرف"

(۳)...... شیخ سہل بن عبداللہ تستری کی "مواعظ العارفین"

(۴)...... شیخ ابوطالب مکی (۳۸۶ھ) کی "قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب" اور "وصف طریق المرید الی مقام التوحید"

پانچویں صدی ہجری کا متصوفانہ لٹریچر

اس صدی ہجری کی معرف کتب یہ ہیں:

(۱)...... شیخ محمد بن حسین نیشاپوری (۴۱۲ھ) کی "طبقات الصوفیہ" یہ کتاب اس بات کا دستاویزی ثبوت ہے کہ سلفِ صالحین میں علم وفن کے ہر میدان حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ وغیرہ کے حاملین کاملین زہد وفقر اور تزکیہ باطن کی بھی پوری پوری جمع پونجی اپنے دل کے کیسہ میں رکھتے تھے، اور معرفت حقیقت کی بلند سے بلند نسبتوں کے حامل تھے۔

(۲)...... عظیم محدث ابونعیم (۴۳۰ھ) کی "حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء" (کئی ضخیم جلدوں میں ہے، اردو میں مترجم شائع ہو چکی ہے)

(۳)...... محدث امام بیہقی (۴۵۸ھ) کی "کتاب الزھد"

(۴)...... امام عبدالکریم قشیری (۴۶۵ھ) کا "رسالہ قشیریہ" اور "مدارج الاخلاص"

(۵)...... غزنی سے لاہور آ کر ایمان وایقان کی شمع اس ظلمت کدہ ہند میں فروزاں کرنے والے عظیم بزرگ اور سرخیل اولیاء شیخ ابوالحسن علی ہجویری (۴۷۰ھ) کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

"کشف المحجوب"

(۲)..... خواجہ عبداللہ انصاری ھروی (۴۸۱ھ) کی "طبقات الصوفیہ" اور "منازل السالکین"

امام غزالی اور سلاسلِ اربعہ کا زمانہ

پانچویں صدی کی بہت بڑی قد آور شخصیت، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کی ہے، جن کا تصنیفی کام تصوف و سلوک اور شریعت کے سب شعبوں میں تجدیدی شان کا حامل ہے، آپ کی کیمیائے سعادت، منہاج العابدین اور احیاء علوم الدین شریعت وطریقت کی عظمت کے وہ نشان ہیں، جن کی سرسبزی وشادابی آج بھی روز اول کی طرح ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ مجددانہ شان کی حامل ہستی تھی، آپ کی خدمات وتصنیفات، کاموں اور کارناموں کے اثرات صرف اپنے زمانے پر نہیں بلکہ آنے والے سب زمانوں پر بھی گہرے مرتب ہوئے، آپ نے بگاڑ وفساد کے اصل دھاروں کا رخ موڑا، یونانی فلسفیانہ علوم کے سیلاب بے تمیزی کے آگے بند باندھا، تصوف اور اصلاح وتزکیہ کے شعبہ کو انہوں نے نئی آب وتاب اور نیا آہنگ عطا کیا اس لئے ان کی ذات گذشتہ اور آئندہ کے درمیان ایک پُل کا کام دیتی ہے، آپ کا زمانہ پانچویں صدی ہے آپ کے متصل شیخ عبدالقادر جیلانی (بانی سلسلۂ قادریہ) اور شیخ شہاب الدین سہروردی کا زمانہ ہے (چھٹی صدی ہجری) اور ان کے ساتھ پیوست شیخ معین الدین چشتی اجمیری کا زمانہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اس میں کیا تکوینی حکمتیں ہوں گی کہ مذکورہ سب بزرگ جو ایک دوسرے کے ہم عصر اور قریب قریب زمانے کے ہیں آگے تصوف کے سلسلے زیادہ وسیع پیمانے پر انہی سے پھیلے اور آج تک کسی نہ کسی شکل میں قائم ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب ششم)

فتنۂ تاتار کے بعد تصوف کا فروغ

(اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عہد)

سلاسلِ اربعہ ودیگر معروف سلسلوں کا آغاز

پیچھے جو تفصیلات ذکر ہوئیں ان سے یہ معلوم ہو گیا کہ خیرالقرون کے زمانہ میں تصوف کی کیا نوعیت تھی؟ اور اس کے بعد پانچویں صدی ہجری تک کے نامور مشائخ تصوف اور کتب تصوف کا بھی اجمالی تذکرہ ہو گیا۔ اب آگے چھٹی اور ساتویں صدی ہجری سے تصوف کے خالص اسلامی، اصلاحی ادارے کا جو ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ چھٹی صدی ہجری اور اس کے بعد کے زمانے میں تصوف کے جو دسیوں سلسلے معروف ومقبول ہوئے جن میں سلاسل اربعہ (یعنی چار مشہور سلسلے چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ) بھی شامل ہیں۔ ان سلسلوں کے بانی حضرات مشائخ کو فیض اپنے شیوخ اور اساتذہ سے ہی حاصل ہوا جو ان سے مقدم تھے اور ان کو اپنے سے پہلے شیوخ واساتذہ سے فیض حاصل ہوا یہاں تک کہ یہ سلسلۂ فیض اور روحانیت کی لڑی مسلسل طریقہ سے بغیر کسی انقطاع کے درجہ بدرجہ اوپر جا کر حضرات تابعین عظام، پھر صحابہ کرام اور پھر نبی کریم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ مختصراً پیچھے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ سلاسل اربعہ میں سے تین سلسلے یعنی چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ تابعین میں حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ تک اور پھر ان کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں اور چوتھا سلسلہ نقشبندیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے (نقشبندیہ کی ایک مخصوص

toobaa-elibrary.blogspot.com

لڑی، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تک بھی پہنچتی ہے، جو آگے شجرۂ تصوف میں درج ہے) ہاں اتنا ضرور ہے کہ بانیان سلاسل جن سے یہ مختلف سلسلے منسوب وموسوم ہوئے ان کی تجدیدی شان اور روحانی قابلیتوں وصلاحیتوں سے تغیر پذیر زمانے اور بدلے ہوئے حالات کے مطابق ان سلسلوں کو نئی زندگی ملی اور لوگوں کی قابلیتوں اور استعدادوں میں جو تبدیلی یا کمزوری آئی اس کا لحاظ کرتے ہوئے اصلاح کے طریقوں اور روحانی تربیت کے نصاب میں حالات کے مطابق انہوں نے مناسب ترمیمیں کیں اور ان کے زمانے تک جاہل، نااہل اور نام نہاد درویشوں وگدی نشینوں نے جو کچھ خرافات و بدعات تصوف میں داخل کر کے اس خالص اصلاحی شعبے کو غتر بود کر دیا تھا ان کو ایک ایک کر کے چھانٹ ڈالا اور تزکیہ باطن کے اس مقدس وپاکیزہ ادارے کو شریعت مطہرہ کے چشمہ صافی سے ہم آغوش کر دیا۔ ؎

در کفے جامِ شریعت در کفے سندان عشق ۔۔۔ ہر ہوسناکے کجا داند جام وسندان باختن

ساتویں صدی ہجری کا پُر آشوب عہد

ساتویں صدی ہجری میں تصوف کی تشکیل جدید اور نئی شیرازہ بندی کا اہم سبب اس صدی میں عالم اسلام کو پیش آنے والا تاتاری یلغار کا خونچکاں سانحہ ہے، امت مسلمہ پر گزشتہ چودہ سو سالہ تاریخ میں اس دنیائے فانی میں جو عظیم ترین حوادث ومصائب پیش آئے ان میں فتنہ تاتار اپنی ہلاکت خیزیوں اور حشر سامانیوں کی وسعت اور عالمگیریت کی وجہ سے سب سے نمایاں ہے۔ [1]

---

[1] یا پھر مغرب کے استعماری واستبدادی تسلط (بارہویں صدی ہجری واٹھارویں صدی عیسوی سے لے کر تا حال) کا سانحہ عظمیٰ ہے، جو اپنی وسعت وعالمگیریت میں فتنہ تاتار سے کم نہیں، اس کے شر وفساد کے مظاہر مادی دنیا اور عالم محسوسات سے آگے بڑھ کر روحانی اور معنوی دنیا کو بھی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں۔ قالب سے گزر کر قلب پر یہ حملہ آور ہے۔ مغربیت وجدیدیت اور صنعتی ترقی کے اس طاغوت نے امت مسلمہ کا، تیسری دنیا کے انسانوں کا اور دنیا بھر کی قوموں کا پچھلی دو صدیوں میں جتنا خون بہایا ہے، جتنا خون چوسا ہے وہ فتنہ تاتار کی خون ریزی سے بایدوشاید ہی کم ہو لیکن اس پر مستزاد اس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاتاری درندوں نے لگ بھگ نصف صدی تک مسلمانوں کے خون سے جو ہولی کھیلی اور پوری مشرقی دنیا میں عالی شان اسلامی سلطنتوں، ریاستوں، حکومتوں، معاشروں، علمی اداروں کو بے نام و نشان کیا امت کے بہترین دماغوں اور رجال کار کو خاک و خون میں تڑپایا اور چھ سو سال میں تشکیل پذیر ہونے والی عظیم آفاقی اسلامی تہذیب و تمدن کو ملیامیٹ اور شہروں و بستیوں کو تہہ و بالا کیا ہے اس کا پورا پورا نقشہ کھینچنے سے مورخین کے قلم بھی عاجز رہے۔

بعض مورخین کی صراحت کے مطابق تاریخ کی یہ امانت فرض منصبی سے مجبور ہو کر روتے دل، خونبار آنکھوں اور لڑکھڑاتے قلم کے ساتھ انہوں نے سپرد قلم کی ہے (کما قال ابن اثیر فی تاریخہ)

دس کروڑ سے زیادہ انسان تاتاری سیلاب بلا کی نذر ہوئے اور صحرائے گوبی کے اُس پار سے اٹھنے والے وحشی درندوں کے طوفانِ بے تمیزی میں غرقاب ہوئے۔ رہے نام اللہ کا۔

”پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے“

یہ تاتاری فتنہ مسلمانوں پر خداوند قدوس کے عذاب کا تازیانہ تھا یا کیا کہ سزادہی کا یہ عمل پورا ہوتے ہی، اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور احیاءِ جدید کے لئے اللہ نے انہی تاتاریوں کو اسلام کی جھولی میں ڈال دیا، تاتاریوں کی ابھی ایک دو نسلیں ہی گزرنے کی دیر تھی کہ تیسری نسل پکے ہوئے پھل کی طرح اسلام کے دامن میں آ کر گرنی شروع ہو گئی اور پھر اس سے اگلی نسل تو قریب قریب پوری ہی اسلام کے آغوش میں آ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتی چلی گئی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کے شر و فساد کے وہ عالمگیر مظاہر ہیں جو اس نے انسانیت کو حیوانیت اور بہیمیت کے راستوں پر ڈال کر پیش کیے ہیں یہ طاغوت آدم کی ساری اولاد کو عموماً اور امت مسلمہ کو خصوصاً طغیان و ضلالت کے ایسے راستوں پر لے آیا ہے جو آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھی پوری ہلاکت و بربادی کی بے نشان منزل تک پہنچانے والے ہیں۔ ایسا لگتا ہے یہ عالمگیر طاغوتی نظام مستقبل میں برپا ہونے والے دجالی نظام کا پیش خیمہ اور یہ طاغوت دجال کا ہراول دستہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی شر سے خیر نکالنے والے اور کفر کے اندھیاروں میں نورِ حق جگمگانے والے اور مایوسی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے امید کی صبح فروزاں ظاہر کرنے والے ہیں۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف السوء۔ اھ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس طرح وہ سلطنتیں اور علاقے جو ان وحشی منگولوں نے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا کر ہتھیائے تھے خداوند قدوس کی حکمت بالغہ سے تھوڑے عرصہ میں کسی کشت وخون کے بغیر تاتاریوں کے اسلام لانے کی صورت میں واپس اسلام کی جھولی میں آ گرے، اور ان فاتح عالم حاکموں نے اپنے ان مفتوح محکوموں کے دین کے آگے ہتھیار ڈال دیئے جن کے سروں کی فصل کو انہوں نے کل گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ان سروں سے مینار کھڑے کر کے اپنی لذت درندگی کو تسکین پہنچائی تھی۔ اللہ اکبر۔

ہے عیاں یورش تاتار کے فسانے سے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے۔

یوں ساتویں صدی ہجری میں خداوند قدوس کے اس شاہی فرمان کا وسیع پیمانے پر مظاہرہ ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ. وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ. اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ. وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (سورہ فاطر آیت ۱۵ تا ۱۷)

ترجمہ: ''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز تعریفوں کے لائق ہے، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور کوئی نئی قوم لے آئے اور یہ اللہ کے لئے کوئی دشوار نہیں''

مسلمان ہار گئے، اسلام جیت گیا

فتنۂ تاتار کے نتیجہ میں مسلمان ہار گئے، اسلام جیت گیا۔

آج کے طاغوت کے مقابلے میں بھی عالم اسلام چاروں شانے چت ہے جبکہ اسلام آج کے طاغوت کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے اور بہت سوں کے گھروں میں ڈیرے بھی ڈال چکا ہے۔ فتنۂ تاتار گواہ ہے کہ امت مسلمہ عمومی طور پر نافرمانی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے دین کی حفاظت وبقا اور اشاعت کے لئے ان کی کوئی احتیاج نہیں ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عذابِ الٰہی کی ایک بدترین شکل

جو قوم اللہ سے منہ موڑتی ہے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ساری مخلوقات اس سے منہ موڑ لیتی ہیں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دشمنوں اور منکروں کو ان بے وفا دوستوں پر مسلط کر دیتے ہیں جو دوستی اور غلامی کا عہد وپیمان کر کے برسرِعام، علی الاعلان، ڈنکے کی چوٹ پر اسے توڑ دیتے ہیں، مسلمان نے، امتِ مسلمہ کے ایک ایک فرد نے، ہر مرد وعورت، جوان اور بوڑھے نے کلمہ پڑھ کر دینِ الٰہی شریعتِ محمدی کا دم بھر کر اللہ تعالیٰ سے غلامی اور عبدیت کا عہد کر رکھا ہے۔

جب یہ احکامِ شرع کو پامال کر کے عہد شکنی کرتا ہے اور یہ عہد شکنی عام ہو جاتی ہے تو پھر خداوند قدوس کو، بادشاہوں کے بادشاہ کو غیرت آتی ہے پھر وہ ذات ان بے وفا دوستوں کو اپنے ہاتھ سے سزا دینا بھی پسند نہیں فرماتے بلکہ اپنے دشمنوں کو ان بے وفا دوستوں پر مسلط فرما دیتے ہیں۔ دیکھا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بہت ہی رسوا کن شکل ہے۔

آسمان سے پتھر برسنے اور زلزلے برپا ہونے سے بھی زیادہ بری ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے عذاب دینے کی شکل ہے اور یہ اپنے ہاتھ سے عذاب دینے کو بھی گوارا نہ کرتے ہوئے دشمنوں اور اپنے مبغوض لوگوں سے پٹوانے کی شکل ہے۔ جیسے کوئی آقا اپنے ایسے غلام کو جس پر اس نے بے پایاں احسانات کیئے ہوں اور پورا اعتماد اس پر رکھا ہو پھر وہ آقا کی امیدوں اور آرزوؤں پر پانی پھیرتے ہوئے بے وفائی کرے، غداری کرے، حکم عدولی کرے، آقا کے عہد ومیثاق کی دھجیاں اڑا دے تو آقا اپنے ہاتھ سے سزا دینے کے قابل بھی اسے نہ سمجھتے ہوئے اپنے پالتو کتے کو اس پر مسلط کرے اور وہ کتا بھو کا بھی ہو جو آن کی آن میں اس نا ہنجار غلام کی تکہ بوٹی کر دے اور ہڈی پسلی ایک کر دے، چمڑی ادھیڑ دے اور کھال اتار لے۔ اور آخرت کا عذاب سوا لگ۔ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کچھ گم نام درویشوں کا تاریخ ساز کردار

تاتاریوں کو اسلام سے روشناس کرنے اور پھر حلقہ بگوش اسلام بنانے میں درپردہ اسلام کے جن خاموش سپوتوں کی دلسوزیاں، قربانیاں اور کوششیں شامل ہیں ان میں وقت کے بعض اہلِ دل صوفی و درویشوں کا کردار تاریخ میں نمایاں ہیں، جنہوں نے وسطی ایشیا اور ترکستان میں تاتاریوں کے طوفانی دھاروں کا رُخ موڑا، یہاں تک کہ ان کے حکمرانوں میں اسلام پھیل گیا۔ [1]

فتنہ تاتار کے نتیجے میں مسلمانوں کا سب کچھ لٹ گیا تھا۔ اس نازک و پرآشوب دور میں خانماں برباد مسلمانوں کو جو کل تک تاج و تخت کے مالک اور چھ سو سالہ عظیم اسلامی تمدن کے وارث و امین تھے اور آج اپنے ہی وطن اور علاقوں میں اجنبی اور بے آسرا بن چکے تھے اور تاتاریوں کے رحم و کرم پر تھے۔ ان کو سنبھالنا، اور ان میں نئی اسلامی روح پیدا کرنا، ایمانی سیرت ان میں بھرنا، ان کے مردہ حوصلوں کو ولولہ تازہ عطا کرنا، ان کے مجروح دلوں، مضطرب روح اور زخمی احساس پر امید و یقین کا مرہم رکھنا، قوتِ محبت سے ان کے پست کو بالا کرنا۔ بقول اقبال مرحوم: ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے　　　دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

یہ اتنا بڑا کام تھا، وسیع اور ہمہ جہت مشن تھا جس کے لئے بڑے دل گردے کی، بڑے حوصلے کی، دلسوزی کی اور تاثیر محبت کی ضرورت تھی۔ اور یہ دولت حضرات صوفیاء کرام کے پاس تھی اور اس خاموش خدمت کے گُر وہی جانتے تھے کہ اوپر سے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور اندر ہی اندر افراد

---

[1] سلطان کاشغر تغلق تیمور کا بخارا کے ایک بزرگ شیخ جمال الدین سے (جو کاشغر آئے) شکار کے دوران آمنا سامنا ہونا اور اس کا شیخ سے نہایت اہانت سے پیش آنا اور کتے سے ان کو بدتر کہنا اور شیخ کا عجیب متاثر کن جواب دینا اور اس جواب کا بادشاہ کے دل کو لگنا اور پھر ایک عرصے بعد اس دبی ہوئی چنگاری کے نتیجے میں شیخ کے بیٹے کی جدوجہد سے اس کے ہاتھ پر مسلمان ہونا کہ شیخ جمال نے مرتے وقت بیٹے کو وصیت کی تھی کہ بادشاہ کے پاس جا کر اسے اسلام قبول کرنے کی تلقین کرے، یہ ایک تاریخی واقعہ ہے، جو تاتاریوں کی وسطی ایشیا اور مشرقی ترکستان کی چغتائی شاخ میں اسلام پھیلنے کا موجب بنا (ملاحظہ ہو تاریخ دعوت و عزیمت)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی، معاشرے کی، بلکہ سلطنت و ریاست کی یوں کایا پلٹ جائے، جیسے کسی نے کہا ہے۔

رہا کھٹکا نہ بیڑے کو موج بلا کا ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

فتنۂ تاتار کے زخم خوردہ دلوں کا مرہم

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے راستے سے مشائخ کو جو درد دل، تاثیر محبت اور روح کی بالیدگی پیدا کرنا مقصود ہوتی ہے، یہ ماحول اس کے لئے انتہائی سازگار تھا۔ مشرقی دنیا کی ساری فضا سوگوار تھی، سارا ماحول غمزدہ تھا۔ ایک ایک مسلمان دکھیا تھا۔ یہ عام ماحول جو پیدا ہو گیا تھا مشائخ تو بڑی رگڑائیوں اور مجاہدوں سے گزار کر سالک کو اس منزل تک پہنچاتے ہیں۔ تب کہیں اس کے دل میں محبت و معرفت کی چنگاری شعلہ زن ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اضطراری طور پر تاتاریوں کے مظالم سے یہ ماحول پیدا کر دیا تھا۔

اس لئے لوہا گرم تھا ضرب لگانے کی دیر تھی ضرب لگانے والے آگے بڑھے اور مس خام کو کندن بناتے چلے گئے اور یہ کندن جس بھٹی کی آنچ سے بنتا تھا وہ تصوف کی بھٹی تھی مشائخ عظام کی دلسوزیوں کی آگ تھی اس لئے زمانہ پران بھٹیوں کی چھاپ پڑ گئی۔ ان کا فیضان عام ہو گیا، ان کا آوازہ مشرق سے مغرب تک بلند ہو گیا۔ ان کی خانقاہیں پر رونق ہو گئیں۔

ان کے فیض یافتگان آتش بجاں بن گئے، حرارت ایمانی شعلہ جوالہ بن گئی، سینہ سے سینہ سلگتا گیا، دیئے سے دیا جلتا گیا۔

یہ آگ پھر جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی گئی اور وحشی فاتحین اور حاکموں کی دہلیز بھی پار کر گئی۔ جو تلوار کے ہنر کے سوا کوئی ہنر ہی نہ جانتے تھے محبت فاتح عالم نے ان فاتحین عالم کو گھائل و مائل کر کے مفتوح کر دیا۔

ایک نئی سلطنت اسلام کی گود میں

جب مسلمانوں میں ایمان کی نئی بہار آنے لگی تو چھنی ہوئی سلطنتیں بھی واپس ملتی چلی گئیں کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سلطنتوں والے ہی قشقہ وزنار سے بیزار ہوگئے اور اسلام وایمان سے ہم آغوش وہم کنار ہوگئے۔ اور مزید انعام میں خداوند قدوس نے ان بزرگوں کی قربانیوں اور اسلام کے لئے جانفشانیوں کی لاج رکھتے ہوئے ہندوستان جیسی وسیع وعریض نئی سلطنت بھی عطا فرمادی کہ شاہی درویشی نے سجا ہو کے کفر وشرک سے اٹی پٹی یہ سلطنت خون پسینہ ایک کر کے کمائی۔ پہلے پہلے علی ہجویری اور معین الدین چشتی رحمہم اللہ کی شکل میں درویشی آئی اور یہاں ایمان کا جوت جگایا پھر درویشی کے قدم بقدم سلطانی آئی شہاب الدین غوری فوجیں لے کر آیا، اور دلی واجمیر کو اسلام کے قدموں میں لا ڈالا، پھر صوفیاء کے جتھے آئے، مبلغین وداعین کے قافلے آئے اور ظلمت کدہ ہند کے چپے چپے میں پھیل گئے اور ایمان کا نور بانٹتے چلے گئے۔

تاتاریوں کو اپنا ہم مذہب بنانے کی عالم گیر مہم

ساتویں صدی ہجری میں یہ عالمگیر انقلابات مسلمانوں کی تباہی اور پھر ان کا دوبارہ سنبھلنا اور اسلام کی حقانیت کے نئے کرشمے ظاہر ہونا، یہ سب سود وزیاں کے سلسلے ایسے لگاتار سامنے آتے گئے کہ ظاہر بین آنکھ فیصلہ ہی نہیں کر پاتی کہ کونسا سبب ہے اور کونسا مسبب۔ کونسی علت ہے کونسا معلول، کونسا عمل ہے کونسا ردعمل، کونسی سعی وجہد ہے اور کونسا ثمرہ ونتیجہ۔ مثلاً عروس البلاد بغداد دارالسلام میں خلافت کی بساط ہلاکو خان کے ہاتھوں بعد میں تہ ہوئی اور دلی واجمیر میں سلطان اسلام کی عملداری پہلے قائم ہوئی، خراسان، ایران اور سمرقند وبخارا سے علماء ومشائخ اور تاجداروں اور شہزادوں کے خانماں برباد قافلے بعد میں گنگا جمنا کے کنارے اترے، پنجاب وہند میں علم ومعرفت کے مرحلے اور تاج وتخت کے سلسلے پہلے قائم ہوئے۔ ظاہر بین مورخوں کے لئے تاتاریوں کا مسلمانوں کو مغلوب کر کے تھوڑے ہی عرصے میں اسلام کا حلقہ بگوش بن جانا آج تک ایک پیچیدہ معمہ اور لاینحل عقدہ بنا ہوا ہے۔ کیونکہ تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے پائمال ہونے کے بعد نصاریٰ اور بدھ مت والے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاتاریوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی حرص کرنے لگے تھے۔

ہر قوم یہ چاہتی تھی اور پوری طرح کوشاں بھی تھی کہ یہ سادہ لوح اور وحشی قوم جو تہذیب و تمدن اور مذہب سے عاری ہے۔ آج فاتح عالم بن چکی ہے اگر یہ ہمارے مذہب میں داخل ہو جائے تو ہم بیٹھے بٹھائے سپر پاور اور فاتح عالم ٹھہریں گے اور بعضوں کو اس سلسلہ میں جزوی کامیابی بھی ہوئی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کچھ اور ہی تھی۔

مستشرقین کا اظہارِ حیرت

ذرا مشہور مستشرق پروفیسر آرنلڈ کی کتاب ''دعوت اسلام (Preaching in Islam)'' میں اس کا حیرت بھرا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

''لیکن اسلام اپنی گذشتہ شان وشوکت کی خاکستر سے پھر اٹھا اور واعظین اسلام نے ان ہی وحشی مغلوں کو جنہوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا مسلمان کر لیا، یہ ایسا کام تھا جس میں مسلمانوں کو سخت مشکلیں پیش آئیں کیونکہ دو مذہب اس کوشش میں تھے کہ مغلوں اور تاتاریوں کو اپنا معتقد بنائیں وہ حالت بھی عجیب و غریب اور دنیا کا بے مثل واقعہ ہوگی جس وقت بدھ مذہب اور عیسائی مذہب اور اسلام اس جدوجہد میں ہوں گے کہ ان وحشی اور ظالم مغلوں کو جنہوں نے ان تین مذہبوں کے معتقدوں کو پامال کیا تھا اپنا مطیع بنائیں۔

اسلام کے لئے ایسے وقت میں بدھ مذہب اور عیسائی مذہب کا مقابلہ کرنا اور مغلوں کو ان دونوں مذہبوں سے بچا کر اپنا پیرو بنانا ایسا کام تھا جس میں بظاہر کامیابی ناممکن معلوم ہوتی تھی...... خانانِ مغل جو اسلام کے سوا اور سب مذہبوں پر مہربان تھے اسلام کے ساتھ مختلف درجے کی نفرت و عداوت رکھتے تھے، چنگیز خان نے حکم دیا تھا کہ جو لوگ جانوروں کو شرع کے مطابق ذبح کریں ان کو قتل کر دیا جائے...... کیوک خاقان نے اپنے عہد میں سارا انتظام سلطنت دو عیسائی

toobaa-elibrary.blogspot.com

وزیروں کے سپرد کر رکھا تھا انہوں نے مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچائیں، ارغو خان نے بھی جو چوتھا ایلخانی بادشاہ ہوا مسلمانوں پر ظلم کیے اور عدالت اور مال کے محکموں میں جس قدر اسامیاں ان کے پاس تھیں خالی کرالیں اور ان کا دربار میں آنا بند کر دیا باوجود ان مشکلات کے مغلوں اور وحشی قوموں نے جو مغلوں کے بعد آئیں انہی مسلمانوں کا مذہب قبول کیا جن کو انہوں نے اپنے پیروں میں روندا تھا (بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ج۱ ص۳۲۳)

سلطان محمد خدابندہ کا قبولِ اسلام

دعوت اسلام میں ہی ایک اور موقعہ پر آرنلڈ لکھتے ہیں:

''۱۳۰۴ء میں غازان کا بھائی سلطان محمد خدابندہ کے نام سے تخت ایران پر بیٹھا اس سلطان کی ماں عیسائی تھی اور بچپن میں اس کی تعلیم وتربیت بھی عیسوی طریقہ پر ہوئی تھی اور نکولس کے نام سے اسے اصطباغ پایا تھا۔ [1]

لیکن ماں کے مرنے کے بعد اپنی بیوی کے کہنے پر وہ مسلمان ہو گیا۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ نکولس خان یعنی سلطان خدابندہ کے مسلمان ہونے سے مغلوں میں بڑا اثر پیدا ہوا، غرض اس زمانہ سے ایلخانی سلطنت اور مملکت میں اسلام سب مذہبوں پر غالب آگیا'' (ایضاً ص۳۳۰)

سلطان غازان خان کا قبولِ اسلام

اسی طرح خود سلطان غازان کے اسلام لانے کا علامہ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں

---

[1] عیسائیوں کی مذہبی رسم جو بچپن میں ہر عیسائی بچے کے لئے ادا کی جاتی ہے کہ اسے ایک مخصوص پانی کے حوض میں، جو گرجا گھروں میں بنا ہوتا ہے، نہلاتے ہیں، اور سمجھا جاتا ہے کہ اب اس پر عیسائیت کا رنگ چڑھ گیا، قرآن مجید نے سورہ بقرہ کی آیت ''صبغة الله، ومن احسن من الله صبغة'' میں عیسائیوں کی اسی رسم کی تردید اور اس پر تنقید کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۹۴ھ کے واقعات میں بڑی خوشی سے ذکر کیا ہے۔ مورخین کے بیان کے مطابق اس سلطان کے اسلام لانے کا سہرا ایک نیک دل مسلمان ترک امیر توزون کے سر ہے۔

ابن کثیر کا بیان ملاحظہ ہو:

''اس سال چنگیز خان کا پڑپوتا قازان بن ارغون بن ابغا بن تولی بن چنگیز خان تاتاریوں کا بادشاہ ہوا اور امیر توزون کے ہاتھ پر علانیہ مشرف بہ اسلام ہوا اور تاتاری کل یا اکثر اسلام میں داخل ہو گئے جس روز بادشاہ نے اسلام قبول کیا اس روز سونا چاندی اور موتی لوگوں کے سروں پر نچھاور کیے گئے اس نے اپنا نام محمود رکھا اور جمعہ اور خطبہ میں شریک ہوا۔ بہت سے مندر اور گرجے گرا دیئے گئے اور ان پر جزیہ مقرر ہوا، بغداد اور دوسرے شہروں اور ملکوں کی غصب کی ہوئی چیزیں واپس کر دی گئیں اور انصاف قائم کیا گیا۔ لوگوں نے تاتاریوں کے ہاتھوں میں تسبیحیں اور............ دیکھے اور اللہ کے فضل و احسان کا شکر ادا کیا (البدایہ والنہایہ ۳۴۰/۱۳)

(بحوالہ دعوت و عزیمت ۳۳۰/۱)

تاتاریوں کی چغتائی شاخ میں اسلام کی اشاعت

اسی طرح مغلوں کی چغتائیہ شاخ جس کا بانی چنگیز خان کا بیٹا چغتائی خان تھا اور بلاد متوسط پر ان کی حکومت تھی، اس لڑی میں سب سے پہلے چغتائی خان کے پڑپوتے براق خان نے اسلام قبول کیا اور سلطان غیاث الدین اپنا نام رکھا۔

آرنلڈ نے چغتائیوں کے اسلام لانے کی تفصیل بھی لکھی ہے۔

اب تاتاریوں کی غارت گری اور پھر ان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی اس بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک بیان نقل کرتے ہیں جس میں ترک و تاتاریوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے تصوف کے ایک امام وقت اور بانی سلسلہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

غیبی تشکیل کا ذکر ہے۔

ان الشیخ بهاء الدين نَصَبَ مجدداً لِلاِحسَانِ فِی اَرضِ الترک وَ کَانوا لقوی البَهِيمَة وَکَانَ هو مَجذوباً قد قبل سره الملکی نوراً الهیاً و تدلیاً فتولد من نسبته و تربيته طريقة مفيده غاية الافادة

(تفهيمات الهيه ج ۱ ص ۸٦)

ترجمہ: مقام احسان (تزکیہ وتصوف) کی تجدید کے لئے شیخ بہاء الدین نقشبند (بانی سلسلہ نقشبندیہ، زمانہ آٹھویں صدی ہجری) ترکوں کی سرزمین میں مقرر کئے گئے، اور ترکوں کا بہیمی (حیوانی) پہلو بہت پرزور تھا خود حضرت خواجہ نقشبند مجذوب تھے (یعنی ذات حق تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا) ان کی فطرت کے مَلَکی پہلو نے الٰہی نور کو قبول کیا اور نور الٰہی کا فیضان ان پر ہوا اسی وجہ سے ان کی شخصی نسبت اور جن لوگوں کی تربیت ان سے متعلق تھی دونوں کے اجتماعی تقاضے نے حد سے زیادہ فائدہ بخش طریقہ پیدا کیا (بحوالہ مقالات احسان ص ۱۸٦) [1]

اسلام کی علمبرداری نوبت بہ نوبت

اسلام چونکہ آفاقی اور آخری دین ہے جو قیامت تک انسانوں پر خدا کی حجت ہے اس لئے

---

[1] وسطی ایشیا ترکستان کا خطہ، واضح رہے کہ ترک و تاتار تو سعاً ایک دوسرے کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں، کیونکہ یہ اوپر جا کر ہم نسب ہو جاتے ہیں، چنانچہ تیمور لنگ جو آٹھویں صدی ہجری کا مشہور ترک فاتح عالم ہے، وہ اپنا نسب اوپر جا کر چنگیز خان سے ملاتا ہے، تیموری کی نسل سے ہندوستان کے مغل ہیں، جنہوں نے برصغیر پر تین سو سال سے زیادہ حکومت کی اور ترکوں کی دوسری شاخ عثمانی ترک ہیں، جنہوں نے آدھی سے زیادہ اسلامی دنیا پر پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی۔

حتیٰ کہ پہلی جنگ عظیم میں جب خلافت عثمانیہ ترکیہ کو شکست ہوئی، تو کمال اتاترک جیسے بے دین لیڈر نے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کیا، اور ترکی میں سیکولر حکومت کی بنیاد ڈالی، جس پر اقبال مرحوم نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا تھا

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا — سادگی مسلم کی دیکھ ذرا، غیر کی عیاری بھی دیکھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے قیام وبقا اور حفاظت واشاعت کو خداوند قدوس نے محض کسی خاص قوم، خاص علاقے یا خاص معاشرے سے وابستہ نہیں کیا۔ اس چودہ سو سال کے عرصے میں کتنی قومیں ادل بدل کر اس کی علمبردار بننے کی سعادت حاصل کرتی رہیں، پھر رفتہ رفتہ جب ایک قوم یا جماعت اس سعادت کے فرض منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی رہی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان بے نیازی اس قوم سے بے نیاز وبے پرواہ ہوکر اس سے سعادت کا یہ منصب واپس لے کر کسی اور قوم کو دیتی رہی اور کئی دفعہ اس معزول شدہ قوم کو کوتاہی اور نالائقی کی سزا بھی اسی قوم سے دلواتے رہے جو اس کی جگہ لیتی رہی۔

فتنہ تاتار تو اس پر گواہ ہے ہی، اس کے علاوہ قریش مکہ کے اکثر لوگوں نے جب نبوت کی اس لازوال اور سدا بہار نعمت اور دولت کی قدر نہ کی جو بن مانگے بے نیاز رب نے ان کو ان کے گھر میں بیٹھے بٹھائے عطا فرمائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت کی یہ دولت انصار مدینہ کی جھولیوں میں ڈال دی (ان کو اس دولت کی طلب بھی تھی اور اس نعمت کی قدر بھی تھی اس لئے تو ہجرت سے پہلے حج کے دنوں میں مکہ آ آ کر خفیہ طور پر بیعت عقبہ کی شکل میں نبی علیہ السلام کے ساتھ وفا کے عہد و پیمان باندھتے رہے)

پھر بدر واحد گواہ ہیں کہ انہی انصار اور مہاجرین کے ہاتھوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قریش کی فرعونیت اور اطراف وجوانب کے ہٹ دھرم وسرکش قبائل عرب کے فخر وتکبر کو خاک میں ملایا۔

اس طرح عربوں کے بعد ترکوں، مغلوں، تاتاریوں، ایرانیوں، تورانیوں، خراسانیوں اور ہندوستانیوں کو مختلف زمانوں میں یکے بعد دیگرے درجہ بدرجہ یہ دولت منتقل ہوتی رہی اور اسلام کی آفاقیت کی شان نمایاں ہوتی رہی۔ اور خداوند قدوس کا یہ فرمان پورا ہوتا رہا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ. اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ. وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (سورہ فاطر آیت ۱۵ تا ۱۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب ہفتم)

چار معروف سلسلوں کے شجر ہائے نسبت

تصوف کے چاروں معروف ومتداول سلسلوں چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے مشائخ کی سنہری روحانی لڑی موجودہ اہل حق مشائخ سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہاں مسلسل درج کی جاتی ہے۔

چاروں سلسلوں میں نیچے مدارِ اسناد اور مرکزی ہستی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کو بنایا گیا ہے جو برصغیر پاک و ہند میں اس پچھلے دور میں اہل حق مشائخ میں مرکزیت و مخدومیت کا مقام رکھتے ہیں اور چاروں سلسلوں میں صاحب نسبت تھے اور بیعت لیتے تھے، اگر چہ اصل رنگ آپ پر چشتیت کا تھا، اصل میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے وقت سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے جو حضرت شاہ صاحب ہی کا اختیار کردہ ہے کہ بیعت کے وقت چاروں خانوادوں (چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ) کا نام لیتے تا کہ ان سب سے فیض حاصل ہو اور ان کی خصوصیات سے حصہ ملے اس طریقہ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ ان مختلف سلسلوں کے متوسلین اور وابستگان کے درمیان قرب اور ہم آہنگی بڑھی اور فاصلے کم ہوئے، چاروں سلسلوں کے اشغال، اوراد واذکار اور مراقبات و مجاہدات اور طریق اصلاح میں باہم کچھ فرق اور امتیازات ہیں گویا ایک ہی منزل تک پہنچنے کے حسب ذوق و مزاج مختلف راستے ہیں۔

ان سلسلوں کے سند اور نسبت کی ایک لڑی تو وہ ہے جو ہر سلسلہ کے بانی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور دوسری موجودہ مشائخ سے بانی سلسلہ تک۔

آگے نیچے سے اوپر تک ہم مسلسل ہر لڑی کو ذکر کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضراتِ مشائخِ چشت اہل بہشت (سلسلۂ چشتیہ)

(۱)...... شیخ المشائخ قطب الاقطاب سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ (پیدائش ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۷ء، وفات ۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء)

(۲)...... حضرت اقدس میاں جیو نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمہ اللہ (پیدائش ۱۲۰۱ھ)

(۳)...... حضرت شیخ الحاج عبدالرحیم صاحب ولایتی (شہادت ۱۲۴۶ھ)

(۴)...... حضرت شاہ عبدالباری صدیقی رحمہ اللہ (وصال ۱۲۲۶ھ)

(۵)...... حضرت شیخ عبدالہادی رحمہ اللہ (پیدائش ۱۰۸۴ھ وفات ۱۱۹۰ھ)

(۶)...... حضرت شاہ عضدالدین رحمہ اللہ (پیدائش ۱۰۷۳ھ وفات ۱۱۷۰ھ یا ۱۱۷۲ھ)

(۷)...... حضرت شاہ محمد مکی رحمہ اللہ (تاریخ معلوم نہیں ہوسکی)

(۸)...... شیخ سید محمدی اکبرآبادی پیدائش (۱۰۲۱ھ وفات ۱۱۰۷ھ)

(۹)...... شیخ خواجہ محب اللہ الٰہ آبادی (وفات ۱۰۵۴ھ یا ۱۰۵۸ھ)

(۱۰)...... شاہ ابوسعید نعمانی رحمہ اللہ (وفات ۱۰۴۰ھ)

(۱۱)...... شیخ نظام الدین تھانیسری رحمہ اللہ مغل اکبر بادشاہ کے ہم زمانہ تھے (وفات ۱۰۲۴ھ یا ۱۰۳۵ھ)

(۱۲)...... شیخ جلال الدین محمود تھانیسری رحمہ اللہ (ولادت ۸۹۴ھ وفات ۹۶۹ھ)

(۱۳)...... شیخ المشائخ شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ (ولادت ۸۶۰ھ وفات ۹۴۴ھ)

(۱۴)...... شیخ محمد بن شیخ عارف رحمہ اللہ (وفات ۸۹۸ھ)

(۱۵)...... شیخ عارف رحمہ اللہ (وفات ۸۸۲ھ)

(۱۶)...... شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمہ اللہ (وفات ۸۳۶ھ)

(۱۷)...... شیخ جلال الدین کبیر اولیاء رحمہ اللہ (ولادت ۶۹۵ھ وفات ۷۶۵ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۸)......شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمہ اللہ (وفات ۷۱۵ھ)

(۱۹)......خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری (پیر کلیر، وفات ۶۹۰ھ)

(۲۰)......شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ (ولادت ۵۸۵ھ، وفات ۶۶۰ھ، تاریخ فرشتہ کی تحقیق کے مطابق)

(۲۱)......حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ (وفات ۶۳۳ھ)

(۲۲)......خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ، بانی سلسلہ چشتیہ برصغیر پاک و ہند میں (ولادت ۵۳۷ھ وفات ۶۳۳ھ، ایک قول کے مطابق)

(۲۳)......خواجہ عثمان ھارونی رحمہ اللہ (ولادت ۵۲۶ھ وفات ۶۱۷ھ)

(۲۴)......خواجہ شریف زندنی رحمہ اللہ (ولادت ۴۹۲ھ وفات ۶۱۲ھ)

(۲۵)......خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ (ولادت ۴۳۰ھ وفات ۵۲۷ھ)

(۲۶)......خواجہ سید ابو یوسف چشتی (وفات ۴۵۹ھ)

(۲۷)......خواجہ ابو محمد بن ابی احمد چشتی رحمہ اللہ (ولادت ۳۳۱ھ وفات ۴۱۱ھ)

(۲۸)......خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمہ اللہ (ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۵۵ھ)

(۲۹)......خواجہ ابو اسحاق چشتی رحمہ اللہ (وفات ۳۲۹ھ) [1]

(۳۰)......خواجہ علو ممشاد دینوری رحمہ اللہ (وفات ۲۹۸ھ)

(۳۱)......خواجہ ابو ھبیرہ بصری (ولادت ۱۶۷ھ وفات ۲۸۷ھ)

(۳۲)......خواجہ خذیفۃ المرعشی (وفات ۲۰۲ھ، مشہور قول کے مطابق)

---

[1] سلسلہ چشتیہ آپ ہی سے موسوم ہے چشت کے رہنے والے اس سلسلہ کے آپ پہلے بزرگ تھے۔ آپ کے بعد کے چار مشائخ (یعنی خواجہ مودود چشتی تک) بھی چشت ہی کے رہنے والے تھے پانچ پشتوں تک اس سلسلہ کے مشائخ کا چشت سے تعلق ہونے کی وجہ سے بعد میں اس نام سے یہ سلسلہ شہرت پا گیا۔ برصغیر میں اس سلسلہ کو لانے اور رائج کرنے والے چونکہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ ہیں اور فتنہ تاتار کے پرآشوب دور کے بعد اس سلسلہ کو نئی زندگی دینے والے آپ ہی ہیں اس لئے آپ کی طرف اس سلسلہ کی نسبت معروف ہوگئی۔ چشت افغانستان کے صوبہ ہرات میں ایک قصبہ تھا۔ موجودہ جغرافیہ میں اس کا نام شافلان لکھا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۳)......حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ (وفات ۱۶۲ھ)

(۳۴)......خواجہ فضیل بن عیاض التیمی رحمہ اللہ (وفات ۱۸۷ھ) آپ پہلے ڈاکوؤں کے سردار تھے مقبولیت کی گھڑی آئی تو ایک خاص واقعہ سے اثر لے کر توبہ تائب ہوگئے، زہد و عبادت اور تقویٰ وطہارت میں بڑے اونچے مقام تک پہنچے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی رہے۔

(۳۵)......خواجہ عبدالواحد بن زید (وفات ۱۷۰ھ)

(۳۶)......خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ (ولادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری سالوں میں ہوئی۔ وفات ۱۱۰ھ)

(۳۷)......حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شہادت ۴۰ھ)

(۳۸)......آقائے دوجہاں سرور عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلسلہ نقشبندیہ کی سنہری کڑیاں

(۱)......شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ۔

(۲)......میاں جیو نور محمد جھنجھانوی قدس سرہٗ۔

(۳)......حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ (ولادت ۱۲۰۱ھ وفات ۱۲۴۶ھ)

(۴)......حضرت شاہ عبدالعزیز الدھلوی قدس سرہٗ (ولادت ۱۱۵۹ھ وفات ۱۲۳۸ھ)

(۵)......حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی قدس سرہٗ (ولادت ۱۱۱۵ھ وفات ۱۱۷۶ھ)

(۶)......حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہٗ (ولادت ۱۰۵۴ھ وفات ۱۱۳۱ھ)

(۷)......حضرت سید عبداللہ قدس سرہٗ (وفات ۱۰۵۳ھ کے بعد)

(۸)......حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ (وفات ۱۰۵۳ھ)

(۹)......حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۰)...... حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ (ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۱۲ھ)

(۱۱)...... حضرت خواجہ املکنگی قدس سرہٗ (ولادت ۹۱۸ھ وفات ۱۰۸ھ)

(۱۲)...... حضرت خواجہ الدرویش محمد قدس سرہٗ (وفات ۹۷۰ھ)

(۱۳)...... حضرت خواجہ زاھد قدس سرہٗ (وفات ۹۳۶ھ)

(۱۴)...... حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ (ولادت ۸۰۶ وفات ۸۹۵ھ)

(۱۵)...... حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ (وفات ۸۰۲ھ)

(۱۶)...... حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ (وفات ۸۰۲ھ)

(۱۷)...... حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس سرہٗ (ولادت ۷۱۸ھ وفات ۷۹۱ھ بانی سلسلہ نقشبندیہ)

(۱۸)...... حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہٗ (وفات ۷۷۲ھ)

(۱۹)...... حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ (وفات ۷۵۵ھ)

(۲۰)...... حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ (پیدائش ۶۳۱ھ وفات ۷۱۵ھ، اور بھی اقوال ہیں)

(۲۱)...... حضرت خواجہ محمود ابی الخیر فغنوی قدس سرہٗ (وفات ۷۱۵ھ)

(۲۲)...... حضرت خواجہ سیدنا عارف دیوگری قدس سرہٗ (ولادت ۵۵۱ھ وفات ۷۱۶ھ)

(۲۳)...... حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ (وفات ۵۷۵ھ)

(۲۴)...... حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ (ولادت ۴۴۰ھ وفات ۵۳۵ھ)

(۲۵)...... حضرت خواجہ ابی علی فارمدی قدس سرہٗ (ولادت ۴۰۷ھ وفات ۴۷۷ھ)

(۲۶)...... حضرت خواجہ ابوالقاسم قشیری گرگانی قدس سرہٗ (وفات ۴۵۰ھ)

(۲۷)...... شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ (وفات ۴۲۵ھ)

(۲۸)...... حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ (ولادت ۱۳۲ھ وفات ۲۶۱ھ)

(۲۹)...... حضرت شیخ جعفر صادق قدس سرہٗ (ولادت ۸۰ھ وفات ۱۴۸ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۰)...... حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و(فات ۱۰۸ھ، طبقات ابن سعد کی تحقیق کے مطابق)

(۳۱)...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (وفات ۳۶ھ)

(۳۲)...... حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (وفات ۱۳ھ)

(۳۳)...... حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم الیٰ یوم الدین۔

نقشبندیہ کا یہ شجرۂ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور یہی معروف ہے۔ لیکن ایک اور لڑی سے یہ سلسلۂ نسبت بھی حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

وہ ہے شیخ ابوالقاسم قشیری (جو اس شجرہ مذکورہ میں چھبیسویں نمبر شمار میں آتے ہیں) کے واسطے سے خواجہ ابوعلی دقاق کی لڑی، کیونکہ شیخ ابوالقاسم قشیری کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کے علاوہ شیخ ابوعلی دقاق سے بھی نسبت حاصل تھی اور شیخ ابوعلی دقاق کا سلسلہ نسبت یوں ہے:

شیخ ابوعلی دقاق ان کے شیخ خواجہ ابوالقاسم نصیرآبادی، ان کے شیخ خواجہ ابوبکر شبلی (وفات ۳۴۲ھ) ان کے شیخ خواجہ جنید بغدادی (وفات ۲۹۸ھ) ان کے شیخ خواجہ سری سقطی (وفات ۲۵۳ھ) ان کے شیخ خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ (وفات ۲۰۰ھ) ان کے شیخ خواجہ داؤد طائی رحمہ اللہ (وفات ۲۰۶ھ) ان کے شیخ خواجہ حبیب عجمی رحمہ اللہ، ان کے شیخ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ۔

بعض روایات میں شیخ ابوالقاسم اور شیخ جنید کے درمیان کے تین مشائخ نیچے سے اوپر بالترتیب یہ ہیں:

شیخ عثمان مغربی، شیخ ابوعلی کاتب اور شیخ ابوعلی رودباری (آگے شیخ جنید بغدادی)

اس طرح شیخ ابوالقاسم قشیری کی کئی نسبتیں ہوکر شجرہ اوپر جاتا ہے۔

اس وجہ سے مختلف شجروں میں اوپر کے ناموں میں اختلاف ہوجاتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نیز خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ کی بھی دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت شیخ داؤد طائی سے جو ایک واسطے سے حسن بصری تک پہنچتی ہے، دوسری شیخ علی بن موسیٰ رضا سے جو حضرت جعفر صادق کی وساطت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔

اور شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کی خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ سے نسبت اویسی طریق پر ہے، دوسری نسبت شیخ خرقانی کی خواجہ بسطامی سے یوں ہے:

شیخ خرقانی عن شیخ ابومظفر عن شیخ یزید عشقی، عن شیخ محمد مغربی عن شیخ بایزید بسطامی

اسی طرح برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مختلف خلفاء سے آگے الگ الگ نسبتیں جاری ہوتی ہیں۔

ہمارے اس شجرہ میں جس کا مدار نیچے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ پر ہے، یہ حضرت مجدد صاحب کی طرف آپ کے خلیفہ حضرت سید آدم بنوری رحمہ اللہ کی وساطت سے پہنچتا ہے۔

دوسرا معروف سلسلہ حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کی وساطت سے ہے جس میں نیچے خواجہ سیف الدین مجددی، خواجہ مظہر جانِ جاناں، خواجہ شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابو سعید و شاہ احمد سعید، حضرت حاجی دوست محمد قندھاری، حضرت خواجہ عثمان دامانی علیہم الرحمہ معروف بزرگ ہیں۔

سلسلہ قادریہ کا شجرہ نسبت

(۱)......حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ

(۲)......حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ

(۳)......حضرت خواجہ عبدالرحیم ولایتی شہید رحمہ اللہ

(۴)......حضرت خواجہ عبدالباری امروہی رحمہ اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵)......حضرت خواجہ عبدالہادی امروہی رحمہ اللہ

(۶)......حضرت خواجہ عضدالدین امروہی رحمہ اللہ

(۷)......حضرت خواجہ محمد مکی رحمہ اللہ

(۸)......حضرت شاہ محمدی رحمہ اللہ

(۹)......حضرت خواجہ محب اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ

(۱۰)......حضرت خواجہ ابوسعید گنگوہی رحمہ اللہ

(۱۱)......حضرت خواجہ نظام الدین بلخی رحمہ اللہ

(۱۲)......حضرت خواجہ جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ (پیدائش ۸۹۴ھ وفات ۹۸۹ھ)

(۱۳)......حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ (پیدائش ۸۵۲ھ وفات ۹۴۵ھ بمطابق ۱۵۳۷ء)

(۱۴)......حضرت خواجہ محمد قاسم اودھی رحمہ اللہ

(۱۵)......حضرت خواجہ سید بڈھن بہرائچی رحمہ اللہ

(۱۶)......حضرت خواجہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ

(۱۷)......حضرت خواجہ جلال الدین بخاری رحمہ اللہ

(۱۸)......حضرت خواجہ عبید بن عیسیٰ رحمہ اللہ

(۱۹)......حضرت خواجہ عبید بن ابی قاسم رحمہ اللہ

(۲۰)......حضرت خواجہ ابوالمکارم فاضل رحمہ اللہ

(۲۱)......حضرت خواجہ قطب الدین ابوالغیث رحمہ اللہ

(۲۲)......حضرت خواجہ شمس الدین علی افلح رحمہ اللہ

(۲۳)......حضرت خواجہ شمس الدین بہادر رحمہ اللہ

(۲۴)......حضرت شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (بانی سلسلۂ قادریہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۵)......حضرت خواجہ ابوسعید مخزومی رحمہ اللہ

(۲۶)......حضرت خواجہ ابوالحسن القرشی رحمہ اللہ

(۲۷)......حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی رحمہ اللہ

(۲۸)......حضرت خواجہ عبدالواحد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

(۲۹)......حضرت خواجہ ابوبکر شبلی رحمہ اللہ (وفات ۳۳۴ھ)

(۳۰)......سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمہ اللہ (وفات ۲۹۸ھ)

(۳۱)......حضرت خواجہ سری سقطی رحمہ اللہ (وفات ۲۵۳ھ)

(۳۲)......حضرت خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ (وفات ۲۰۰ھ)

(۳۳)......حضرت خواجہ داؤد طائی رحمہ اللہ (وفات ۲۰۶ھ)

(۳۴)......حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمہ اللہ

(۳۵)......حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ

(۳۶)......حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

(۳۷)......آقائے نامدار حضور نبی کریم ﷺ الف الف مرۃ۔

سلسلہ سہروردیہ کا شجرہ طیبہ

(۱)......حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

(۲)......حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ

(۳)......حضرت خواجہ عبدالرحیم ولایتی شہید رحمہ اللہ

(۴)......حضرت سید عبدالباری امروہی رحمہ اللہ

(۵)......حضرت خواجہ عبدالہادی امروہی رحمہ اللہ

(۶)......حضرت خواجہ عضد الدین امروہی رحمہ اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷)......حضرت خواجہ محمد مکی رحمہ اللہ

(۸)......حضرت شاہ محمدی رحمہ اللہ

(۹)......حضرت خواجہ محب اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ

(۱۰)......حضرت خواجہ ابوسعید گنگوہی رحمہ اللہ

(۱۱)......حضرت خواجہ نظام الدین بلخی رحمہ اللہ

(۱۲)......حضرت خواجہ جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ (پیدائش ۸۹۴ھ وفات ۹۸۹ھ)

(۱۳)......حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ

(۱۴)......حضرت سید اجمل بھرائچی رحمہ اللہ

(۱۵)......حضرت سید جلال الدین بخاری رحمہ اللہ

(۱۶)......حضرت سید رکن الدین ابوالفتح رحمہ اللہ

(۱۷)......حضرت صدرالدین رحمہ اللہ

(۱۸)......حضرت سید بہاءالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ

(۱۹)......حضرت سید امام الطریقہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ سہروردیہ)

(۲۰)......حضرت سید ضیاءالدین ابونجیب سہروردی رحمہ اللہ

(۲۱)......حضرت وجیہ الدین سہروردی رحمہ اللہ

(۲۲)......حضرت سید ابی محمد عبداللہ رحمہ اللہ

(۲۳)......حضرت سید احمد الدینوری رحمہ اللہ

(۲۴)......حضرت سید ممشاد علو دینوری رحمہ اللہ (وفات ۲۹۸ھ)

(۲۵)......حضرت سید جنید بغدادی رحمہ اللہ

(۲۶)......حضرت سید سری سقطی رحمہ اللہ

(۲۷)......حضرت سید معروف کرخی رحمہ اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۸)......حضرت سید داؤد طائی رحمہ اللہ

(۲۹)......حضرت سید حبیب عجمی رحمہ اللہ

(۳۰)......حضرت سید حسن بصری رحمہ اللہ

(۳۱)......حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(۳۲)......آقائے نامدار صاحب لولاک حضور نبی کریم ﷺ تسلیماً کثیراً کثیراً۔

تصوف کے سلسلے شاخ در شاخ کیسے ہوئے؟

تصوف کے چاروں معروف سلسلوں کا یہ شجرہ جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ کی نسبت سے یہاں درج کیا گیا، یہ ملحوظ رہے کہ ہر سلسلے میں نیچے سے اوپر تک ہر شیخ اور بزرگ کے عموماً کئی کئی خلفاء ہوئے ہیں اور کم وبیش ہر خلیفہ نائب سے اپنے شیخ اور اس کے سلسلہ کا فیض آگے منتقل ہوتا رہا ہے۔ اس طرح روحانی نظام کا یہ سلسلہ نسبت بھی ہر نسل میں شاخ در شاخ ہوتا اور ہر زمانے میں نئے برگ و بار لاتا چلا آ رہا ہے بعینہٖ جیسے شجرہ نسب میں اوپر ایک فرد سے نسل چلتی ہے اور نیچے ہر پشت میں پھیلتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے، ایک باپ کے چار بیٹے ہوں ہر بیٹے سے دو دو تین تین اولادیں ہوں پھر ان میں سے ہر ایک سے ایک سے زیادہ اولاد ہو تو ایک دو پشتوں میں یہی ایک دادا پر دادا کا خاندان ایک پورا قبیلہ بن جاتا ہے، پس تصوف کی ہر لڑی میں بھی ہر بزرگ کا عین ممکن ہے کہ دوسرا پیر بھائی بھی ہو بلکہ دسیوں پیر بھائی بھی ہوتے ہیں جو سب اوپر ایک ہی بزرگ سے نسبت حاصل کئے ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے پھر آگے کئی کئی مرید اور خلفاء ہوتے ہیں اس طرح ہر زمانے میں یہ متوازی لڑیاں جاری رہتی اور پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ پس مذکورہ سلسلوں میں بھی یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہر سلسلے کی یہی واحد لڑی نہیں جو درج ہوئی بلکہ نوع در نوع اور شاخ در شاخ متعدد لڑیاں ہوا کرتی ہیں جو اس سلسلے کے مختلف وابستگان اور خانوادوں میں اوپر تک جاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں کوئی کسی پشت میں جا کر دوسرے سے مل جاتا ہے کوئی کسی پشت میں، چنانچہ یہی دیکھ لیں کہ اوپر خواجہ حسن بصری ایک نام آتا ہے، ان کے خلفاء بھی انگلیوں پر ہی گنے جاتے ہیں لیکن پھر آگے ہزار بارہ سو سال میں نسل در نسل اس میں وہ وسعت ہوئی کہ دسیوں سلسلے بن گئے اور سارے عالم اسلام کو محیط ہو گئے اور اس عرصہ میں کروڑوں بندگانِ خدا ان بزرگوں کے فیوض سے مالا مال ہو کر اصلاح یافتہ اور فلاح یافتہ ہو گئے اور اللہ کے مقرب بندے بن کر معراج انسانیت پا گئے۔

آج بھی ان سلسلوں کا فیض عالم اسلام میں جاری وساری ہے، گو اس زمانہ میں ان سلسلوں کے نام پر جعل سازی بھی بہت ہو گئی اور نا اہل و ہوا و ہوس کے پجاری اور بد عمل و بد عقیدہ لوگ بھی بزرگوں کا نام استعمال کر کے مختلف سلسلوں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے ان خالص اصلاحی اداروں کو بدنام کر رہے ہیں، لیکن بایں ہمہ اہل حق اور ان سلسلوں کے صحیح عاملین اور متبع سنت بزرگ بھی بحمد اللہ کچھ کم نہیں۔

بس سالکین کو پہچان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ؎

دنیا میں رہنا ہے تو پہچان پیدا کر — لباسِ خضر میں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں

آدمی صحیح معنوں میں حق کا متلاشی ہو اور شریعت کی بنیادی معلومات اسے حاصل ہوں تو توفیق الٰہی خود ہدایت کی طرف اسے کشاں کشاں کھینچ لاتی ہے ؎

راہِ طلب میں جذبۂ کامل ہو جن کے ساتھ — خود ان کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

فتنۂ تاتار کے معاصر مشائخ تصوف

ساتویں صدی ہجری فتنۂ تاتار کا، چنگیز و ہلاکو کا پُر آشوب عہد ہے، اس عہد میں اور اس سے آگے پیچھے قریبی عہد میں بڑے نامور مشائخ تصوف ہوئے ہیں، جن کا نام اور کام آج بھی زندہ ہے، مشہور سلاسل کے بانی مشائخ بھی اسی عہد میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے گزرے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔[1]

ان بزرگوں کی وقیع اسلامی خدمات اور امت کی صلاح وفلاح اور شیرازہ بندی کی کوششیں فتنۂ تاتار کے آگے اور پیچھے کے زمانے میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اس کے علاوہ کچھ مزید سلسلے جو زیادہ عالمگیر شہرت حاصل نہیں کر سکے اور اس دور میں شروع ہوئے چند ان میں سے یہ ہیں۔

عدوی سلسلہ: بانی شیخ عدوی بن مسافر (متوفی ۵۵۷ھ)

یونسیہ سلسلہ: بانی یونس بن یوسف شیبانی (متوفی ۶۱۹ھ)

مداریہ سلسلہ: (۶۷۵ھ ابو الفتاح احمد)

جلالیہ سلسلہ: سید جلال الدین بخاری (۸۰۰ھ)

بعد کی صدیوں میں مزید بھی کئی سلسلے وجود میں آئے ہندوستان میں ایک تو سلاسل اربعہ کی شکل میں باہر سے آنے والے ان قدیم سلسلوں کو نئی زندگی ملی اور فروغ حاصل ہوا حتی کہ ان سلسلوں کی مستقل ہندوستانی شاخیں وجود میں آئیں اور پھر یہاں سے ساری دنیا میں پھیل گئیں جیسے سہروردیوں کی کبرویہ شاخ اور نقشبندیہ کی مجددیہ شاخ اور سلسلہ فردوسیہ، اسی طرح بعض سلسلے تو شروع ہی ہندوستان سے ہوئے اور باہر والوں نے یہاں آ کر اس کا فیض

---

[1] معروف مشائخ کے سنین پیدائش ووفات ملاحظہ ہوں:

امام غزالی رحمہ اللہ	۴۵۰	۵۰۵ھ
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ قادریہ)	۴۷۰	۵۶۱ھ
امام رفاعی (احمد بن علی) رحمہ اللہ (بانی سلسلہ رفاعیہ)	۵۰۰	۵۷۸ھ
شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ سہروردیہ)	۵۳۹	۶۳۲ھ
خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (برصغیر میں بانی سلسلہ چشتیہ)	۵۳۶	۶۳۳ھ
خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ (بانی سلسلہ نقشبندیہ)	۷۱۸	۷۹۱ھ
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (صاحب فتوحات مکیہ وفصوص الحکم)	۵۶۰	۶۳۸ھ
مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ (صاحب مثنوی معنوی و بانی سلسلہ مولویہ)	۶۰۴	۶۷۲ھ
خواجہ فرید الدین عطار (صاحب پندنامہ ومنطق الطیر)	۵۱۳	۶۲۶ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل کیا اور پھر اپنے ساتھ ملکوں ملکوں میں لے گئے جیسے مداریہ، قلندریہ، شطاریہ وغیرہ۔

تصوف کے چار سلسلے اور جنت کی چار نہریں

ہمارے شیخ ومرشد حضرت اقدس نواب عشرت علی خان قیصر صاحب نوراللہ مرقدہ (متوفی ۱۴۳۱ھ دسمبر 2011ء) [1]

لطیف نکتہ کے طور پر فرماتے تھے کہ قرآن مجید کی سورۂ محمد میں جنت کی چار قسم کی نہروں کا ذکر ہے:

(۱) پاک وشفاف پانی کی نہر (۲) دودھ کی نہر (۳) شرابِ طہور کی نہر اور (۴) شہد کی نہر۔

بعض بزرگوں نے بطور تمثیل کے اصلاح کے ان چار سلسلوں کو ان چار نہروں سے تشبیہ دی ہے اور ان چاروں سلسلوں کا جو باہم مزاج ومذاق اور طریقہ کار کا اختلاف ہے۔ معنوی خو، بو اور ذائقہ کے اعتبار سے اسے ایسا ہی قرار دیا ہے جیسا اختلاف شہد، شرابِ طہور، دودھ اور پانی کے ذائقہ ومزاج کا ہے، مثلاً حضرات چشتیہ میں شوق ومحبت اور وارفتگی بہت زور کی ہوتی ہے۔ اس سلسلے کو مذکورہ چار نہروں میں شرابِ طہور کی نہر سے تشبیہ دی ہے، علی ھذا القیاس۔ حضرت اقدس نواب قیصر صاحب رحمہ اللہ ہی کے بقول چشتیہ کا حال اس شعر کے مصداق ہے:

شمع زمن پروانہ زمن گل زمن آموخت [2] افروختن وسوختن وجامہ دریدن

سورۂ محمد کی محولہ بالا آیت:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ. فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ

---

[1] آپ کو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے دو خلفاء مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی رحمہ اللہ اور مولانا فقیر محمد پشاوری رحمہ اللہ سے خلافت حاصل تھی اور براہ راست حضرت تھانوی کے ہاتھ پر بھی شرف بیعت حاصل تھا، اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے خلافت حاصل تھی۔

[2] بھڑکنا، جلنا اور کپڑے پھاڑنا شمع نے مجھ سے پروانہ نے مجھ سے اور پھول نے مجھ سے سیکھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مُصَفًّى. وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ. كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ (سورہ محمد آیت ۱۵)

ترجمہ: جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا (نہ بو میں نہ رنگ میں نہ مزے میں) اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل پاک صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

تصوف کے مذکورہ سلسلوں کے بارے میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ان سلسلوں میں اوپر سے نیچے تک کے بزرگوں کا مختلف فقہائے کرام کے مسالک سے تعلق رہا ہے، اور کسی خاص فقہی مسلکِ حق سے وابستگی کا اختلاف شیخ اور مرید کے درمیان اختلاف کا باعث نہیں بنا، افسوس کہ آج ہمارے خطے کے لوگوں میں یہ وسعتِ نظری اور اجتہادی مسائل میں لچک مفقود ہے۔

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب پنجم)

حصہ دوم

چاروں سلسلوں کے بانی مشائخ کے سوانح
مع تذکرہ چراغ دہلوی، سلطان باہو

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب اول)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ

نام و نسب

آپ کا نام معین الدین حسن بن خواجہ غیاث الدین، آپ نجیب الطرفین سید ہونے کی وجہ سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں سے نسبی رشتہ رکھتے تھے، والد ماجد کی طرف سے حسینی سید اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسنی سید تھے، والد ماجد کی طرف سے آپ کا شجرہ نسب دو طرح سے نقل ہوا ہے، ایک میں آپ کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان پندرہ واسطے ہیں اور دوسرے میں بارہ واسطے ہیں، واللہ اعلم۔

ولادت باسعادت

زیادہ مشہور روایت کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۱۴ رجب ۵۳۷ھ بروز پیر ہے بوقت صبح صادق بمقام سجز آپ کی ولادت ہوئی جیسا کہ ان اشعار سے آپ کی سن ولادت نکلتی ہے

سید عالم معین الدین ولی	مقتدائے دین شہ ہندوستان
سال تو لیدش بگو بدر منیر	باز سرور عارف صوفی بخواں
۵۳۷ھ	۵۳۷ھ

وطن مالوف

آپ کے وطن کی بنسبت کئی روایتیں ہیں، سیستان (یا سجستان)، وارسنجان، اصفہان،

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنجرستان، زیادہ اقوال سیستان (سجستان) کے متعلق ملتے ہیں اور قرینِ قیاس بھی یہی ہے، چنانچہ آپ کے اسمِ گرامی کے ساتھ اجمیری سے پہلے سجزی لگایا جاتا ہے جو وطنِ اصلی ہی کی نسبت سے ہے، یعنی سجستان سے سجزی، البتہ بعض تذکروں میں سنجری بھی لکھا ہے، لیکن ثقہ ومعتبر تذکرہ نگاروں نے اسے کتابت کی غلطی قرار دیا ہے اور اس پر صاد کیا ہے کہ سجزی ہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔[1]

ہند میں وُرود

اللہ تعالیٰ نے ظلمت کدہ ہند میں دینِ اسلام کی اشاعت کا کام آپ کے لئے مقدر فرمایا تھا اس لئے اسلامی دنیا کی طویل سیاحت کے بعد (جو استفادہ علومِ ظاہری و استفاضہ علومِ باطنی کی غرض سے آپ نے فرمائی تھی) اشارہ غیبی پا کر آخر الامر دیارِ ہند کو عازمِ سفر ہوئے اور اجمیر میں آ کر بسیرا کیا، پھر یہیں کے ہو رہے، اور کفر وشرک اور گمراہی میں تیرہ و تار اس وسیع وعریض اور سرسبز وشاداب خطہ ارضی کو نورِ اسلام سے مستنیر وضیا بار کر کے اٹھے، اس برصغیر میں آپ کی روحانی فتوحات اور اشاعتِ اسلام کی خدمات کا دائرہ محیر العقول حد تک پھیلا ہوا ہے، آپ کے عہد، برصغیر میں آپ کی آمد اور یہاں اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں آپ کی خدمات کے تناظر میں تاریخ کے طالبعلم کے سامنے بظاہر تاریخ کا ایک عجیب وغریب معمہ ظاہر ہوتا ہے، جس کی ظاہر بین نگاہیں معلوم نہیں کیا توجیہ کریں گی لیکن ایمانی بصیرت کے

---

[1] قدیم جغرافیہ میں سجستان خراسان کا حصہ تھا اب تو خراسان کا لفظ محض کتابوں ہی کی زینت ہے اپنے دور میں موجودہ ایران وافغانستان کے بیشتر علاقے خراسان کی تشکیل کرتے تھے اسلامی دنیا کے قدیم فاضلانہ جغرافیہ نامہ احسن التقاسیم کی تصریح کے مطابق سجستان کا مرکزی مقام زرنج تھا جس کے کھنڈرات اب ایران کے مشہور شہر زاہدان کے قریب پائے جاتے ہیں اور موجودہ افغانستان میں یہ علاقہ جھیل زرہ کے آس پاس اور اس کی مشرقی سمت کا علاقہ بنتا ہے دریائے ہلمند اور دیگر جو دریا اس جھیل میں آ کر گرتے ہیں ان سب کا ڈیلٹا اس سجستان کا علاقہ بنتا تھا اور یہ سجستان کا لفظ فارسی لفظ سگستان کی تعریب ہے (جغرافیہ خلافت مشرقی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاملین اسے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا عظیم مظاہرہ قرار دیتے ہیں۔ [1]

اسلامی تاریخ کا ایک خوشگوار واقعہ

اسلامی تاریخ میں چھٹی اور ساتویں صدی ہجری عالمِ اسلام کے لئے نہایت پُر آشوب اور ابتلا وآزمائش سے بھرپور دور تھا، اس زمانہ میں عالمِ اسلام جو صلیبی جنگوں کے طویل صدمے سے ابھی تک صحیح معنوں میں سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ اسے فتنہ تاتار جیسے قیامت خیز سانحہ سے سابقہ پڑا، وحشی تاتاری صحرائے گوبی کے اس پار سے اٹھ کر وسطی ایشیاء کو پامال کرتے ہوئے دریائے آمو سے اس پار اترے، اور پوری مشرقی دنیا کو روند ڈالا، یہاں تک کہ ۶۵۶ھ میں خلافتِ بغداد کا خاتمہ ہلاکو خان کے ذریعہ اسی قوم کے ہاتھوں ہوا، لیکن ایسے مایوس کن اور نازک ترین حالات کے پہلو بہ پہلو چھٹی صدی کے آخر میں وسیع اسلامی دنیا میں ایک ایسے نئے وسیع ملک کا اضافہ ہونے جا رہا تھا، جو قدرتی خزانوں اور انسانی صلاحیتوں سے مالا مال تھا اور جس کے لئے مستقبل قریب میں اسلامی دعوت کا عالمگیر مرکز اور اسلامی علوم کا محافظ وامین بننا مقدر ہو چکا تھا، یہ ملک ہندوستان تھا، بالفاظِ دیگر برصغیر پاک وہند کا پورا خطہ تھا اگرچہ ہندوستان کے ساحلی مقامات اور سندھ کے خطہ میں ملتان تک اسلام کا نفوذ وشیوع اسلام کے ابتدائی قرنوں میں بنو امیہ کے عہد میں ہی ہو چکا تھا، اور پھر پانچویں صدی میں سلطان محمود غزنوی نے پنجاب کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا اور ہندوستان پر کئی بار چڑھائی کر کے خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کی تھیں، لیکن غزنوی نے اندرون ہند باقاعدہ کوئی حکومت قائم نہیں کی، اس کی سلطنت کی حدود پنجاب (لاہور) تک ہی رہیں، غزنوی کے تقریباً پونے

---

[1] مراد یہ ہے کہ معلوم انسانی تاریخ میں تو قوموں کے عروج وزوال کا عمومی ضابطہ یہ رہا ہے کہ پچھلی قومیں باری باری کمال کو پہنچ کر جب زوال سے ہمکنار ہوتیں اور اقبال کے دن دیکھ کر ادبار میں مبتلا ہوتیں تو دوسری تازہ دم قومیں ان کی جگہ لے لیتیں اور وہ بے نام وگمنام ہو کر تاریخ کا قصہ پارینہ بن جاتیں، جبکہ امتِ مسلمہ کا معاملہ یہ ہے کہ ہر زوال کے پردے میں ان کا عروج چھپا ہوتا ہے جو زوال کے ساتھ ساتھ اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ ع

مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری نے دلی واجمیر کے مہاراجہ پرتھوی راج کو شکستِ فاش دے کر یہاں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ [1]

روحانی تسخیر اور سیاسی غلبہ ایک ساتھ

اس وقت ہندوستان کے سیاسی مراکز تین تھے، دلّی، اجمیر اور قنوج، قنوج پر راجہ جے چند کی حکومت تھی، اور دلی واجمیر کی راج چوکی رائے پتھورا (پرتھوی راج) کے پاس تھی، سلطان شہاب الدین کے حملے سے ذرا پہلے خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کا اجمیر میں ورودِ مسعود ہو چکا تھا، اور آپ اپنے روحانی مشن میں پوری تندہی کے ساتھ لگے ہوئے تھے، اور آپ کی ذات بابرکات کے فیوضات کفروشرک کی تیرہ وتار دلوں پر فائض ہونے لگے، اقلیمِ روحانیت اور سلطنتِ ایمان ومعرفت کے اس سلطان کی بارگاہ میں جب خلقِ خدا کا رجوع عام وازدحام ہونے لگا، تو رائے پتھورا کو اپنی سلطنت دگرگوں ہوتی نظر آنے لگی۔

رائے پتھورا کے لئے آپ کی بددعاء

رائے پتھورا (پرتھوی راج) نے حضرت خواجہ صاحب کے متعلق نہایت نامناسب رویہ اختیار کیا اور آپ کی شان میں برے الفاظ کہے اور اپنے ایک سردار کے ذریعے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ وہ اپنے ہمراہیوں سمیت جلد از جلد اجمیر سے نکل جائیں، حضرت کو جب یہ پیغام پہنچا تو اس عارفِ حق نے بصیرت وعرفان کی بناء پر تائیدِ غیبی سے اپنی جلالی شان کا یوں اظہار فرمایا "ما اورا بیروں کردیم ودادیم" کہ ہم نے اس کو نکال باہر کردیا اور اس کی سلطنت دے دی"، اور یہی وہ زمانہ تھا کہ سلطان غوری ہندوستان پر دوسرے فیصلہ کن حملے کی تیاریوں میں مصروف تھا، چنانچہ پھر زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ دلی

---

[1] ہندوستان نے اپنے جدید میزائل کا نام "پرتھوی" اپنے اسی ہیرو کے نام پر رکھا ہے، اس کے جواب میں پاکستان نے اس میزائل کے توڑ میں جو میزائل تیار کیا ہے اس کا نام غوری رکھا گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

واجمیر پراسلام کا پھریرا لہرانے لگا۔
اس طرح ظلمت کدہ ہند میں اسلام کے روحانی اقتدار اور سیاسی اقتدار کی بنیادیں ساتھ ساتھ پڑیں۔
مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے کے بعد آپ کے کام کو بڑی تقویت پہنچی۔
اور قلیل عرصہ میں لاکھوں بندگانِ خدا حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

آفتابِ اسلام کا کہیں غروب کہیں طلوع

اس طرح ساتویں صدی ہجری وہ سنگم ہے کہ جس پر دنیا کے ایک بڑے حصے میں مسلمانوں کا عروج ختم ہو رہا ہے تو دنیا کے دوسرے مشہور حصے اور زرخیز مردم خیز خطے میں عروجِ اسلام کا ایک نیا دور نئی آب و تاب کے ساتھ شروع ہو رہا ہے۔
اسلامی تہذیب وتمدن کا ایک نقشہ دجلہ وفرات کی وادیوں میں دم توڑ رہا ہے اور ماوراء النہر کے آر پار اس پر دم واپسیں کا عالم ہے تو بحرِ ہند کے ساحل پر گنگ وجمن کی وادیوں میں ایک نومولود، دلکش، پُر درد پُر اثر اسلامی تہذیب وسلطنت کی صبح کاذب صبح صادق بنتی جارہی ہے۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورت خورشید جیتے ہیں ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

حضرت خواجہ اجمیری نے ہند میں جس روحانی سلطنت کی اور سلطان شہاب الدین غوری نے جس سیاسی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی، ان دونوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت، قبولیت اور ترقی عطا فرمائی کہ ہندوستان جنت نشان گذشتہ اسلامی سلطنتوں کا لائق جانشین بن گیا۔
علماء مشائخ اور امراء وسلاطین نے اپنے خونِ جگر سے یہاں اسلام کے نونہال پودے کو ایسا سینچا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تناور درخت بن گیا اور یہ فضا اس کو ایسی راس آگئی کہ اس کی جڑیں زمین میں دور دور تک پھیل گئیں، اور اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

بمصداق آیت:

"کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ" (سورت، آیت ابراہیم ۲۴)

(مانند طوبیٰ درخت کے جس کی جڑیں زمین میں راسخ و پیوست ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں)

حضرت خواجہ نے ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے قیام سے پہلے ہندوستان کے قلب اور قدیم ہندوستان کے سیاسی مرکز اجمیر کو جو اپنے قیام کے لئے منتخب فرمایا، یہ فیصلہ ان کی اولوالعزمی کا ایسا تابناک کارنامہ ہے جس کی مثالیں صرف پیشوایانِ مذہب اور فاتحینِ عالم کی تاریخوں ہی میں مل سکتی ہیں، خواجہ بزرگ کے استقلال واخلاص، ان کے توکل وللّہیت، ان کے زہد وقربانی اور درد وسوز کے اثر سے ہندوستان مرکز اسلام بنا۔

آپ کے تیار کردہ رجالِ کار

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خلفاء ومتوسلین کی صورت میں جو کھیپ تیار کر کے ہندوستان کو فراہم کی ان میں ہر شخص خود اپنی ذات میں ایک انجمن وادارہ تھا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، شیخ حمید الدین ناگوری، صوفی حمید الدین ناگوری، شیخ احمد کابلی، خواجہ برہان الدین رحمہم اللہ اور دیگر دسیوں خلفاء پھر آگے دوسرے طبقے میں آپ کے خلفاء کے خلفاء میں حضرت شیخ کبیر بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء، رحمہما اللہ اور ان سب بزرگوں نے برصغیر کے طول وعرض میں ہر طرف اپنے اہل علم خلفاء ومریدین کو اسلام کی دعوت وتبلیغ کے مشن پر مقرر و نامزد کر کے اسلام کا آواز و پیغام ہر شہر بستی اور قصبہ وقریہ میں پھیلایا تو دوسری طرف ان کی برکات اور فیوضات امراء، وزراء اور سلاطین سے لے کر فقراء وخاک نشینوں تک ہر طبقہ کو اپنے دامن رشد وہدایت میں لے کر فیض یاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے رہے، یہ سب اسلامی تاریخ ہند کا زریں باب ہیں۔

شیخ علی ہجویری مخدوم الامم جو کہ حضرت خواجہ صاحب سے کافی مقدم ہیں، عہدِ غزنوی میں ہند (لاہور) میں تشریف لائے تھے اور شریعت وطریقت میں جن کا پایہ بہت بلند ہے، حضرت خواجہ نے ہندوستان آتے وقت پہلے لاہور میں قیام کیا اور آپ کے مزار کے قریب چلہ کشی کی، علامہ اقبال مرحوم نے ذیل کے شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

شیخ ہجویر، مخدوم الامم ۔۔۔ مرقدِ اُو، پیر سنجر را حرم

ابتدائی حالات اور عملی زندگی کا آغاز

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین اپنے علاقے سجز کے رئیسوں میں شمار ہوتے تھے اور دنیوی جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ حقیقی درویشی اور فقیری کی صفات سے بھی مالا مال تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صاحب نسبت وباکرامت بزرگ تھے، ۵۵۲ھ میں ان کی وفات ہوئی، اسی طرح آپ کی والدہ بی بی ماہ نور بھی ایک عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں، حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد کی وفات خواجہ کی جوانی کے آغاز میں ہوئی، والد مرحوم کے ترکہ میں آپ کو ایک وسیع وعریض باغ ملا، اس کو آپ نے ذریعہ گذران بنا کر اس کی غور وپرداخت میں مشغول ہوگئے، ایک دن جب آپ باغ کے کاموں میں مشغول تھے، ایک بلند پایہ بزرگ وہاں تشریف لائے، تاریخ میں ان کا نام ابراہیم قندوزی یا ابراہیم قلندر مذکور ہے،، ان کے تفصیلی حالات تو نہیں ملتے، البتہ ان کے اجمالی حالات جو ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک خاص شان کے مجذوب بزرگ تھے۔ [1]

---

[1] طریقت میں مجذوب وہ حضرات کہلاتے ہیں، جن پر سلوک یعنی اصلاح باطن کی منزلیں طے کرتے ہوئے کوئی تجلی الٰہی ایسی پڑ جاتی ہے جس کا وہ تحمل نہیں کر پاتے، اوران کی عقل مغلوب ہو جاتی ہے، اور شرعاً بلکہ عقلاً وعرفاً بھی یہ ایک بدیہی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے انہیں سرسبز اور گنجان درخت کے سائے میں بٹھایا اور پختہ انگوروں کا ایک خوشہ توڑ کر ان کے سامنے رکھ دیا، حضرت مجذوب خواجہ کی مہمان نوازی سے بہت مسرور اور خوش ہوئے، انہوں نے اپنی جھولی سے ایک کھَلی (سرسوں کا پھوگ) کا ٹکڑا نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر خواجہ کو دے دیا، اسے کھاتے ہی دل کی حالت بدل گئی اور سینہ حب الٰہی سے معمور ہو گیا، اور طبیعت دنیوی امور سے اُچاٹ ہوگئی اور ایک شوق ووارفتگی کی کیفیت رگ وریشے میں بھر گئی، گویا کہ قضاء وقدر کا فیصلہ منجانب اللہ، حضرت خواجہ کے متعلق مسند رشد وہدایت پر فائز کرنے کے لئے ہو چکا تھا، وہ اس مجذوب صادق پر منکشف کر دیا گیا اور عالمِ اسباب میں مجذوب کے اس عمل کو اس فیصلے کا نقطۂ آغاز اور علامت بنا دیا گیا۔ اور بعض مورخین کے بقول اس زمانہ میں تاتاری وحشیوں کی ابتدائی ترک تازیاں شروع ہو چکی تھیں، آپ کا علاقہ بھی ایک تاتاری حملے میں ان کی دست برد کا شکار ہو چکا تھا، اس وقت جو حالات وواقعات پیش آئے، ان کی وجہ سے آپ پر دنیا کی بے ثباتی کا غلبہ ہوا اور طبیعت ان علائق دنیوی سے اچاٹ ہوگئی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حقیقت ہے کہ احکامِ خداوندی اور دنیوی ضابطوں کا آدمی اس وقت تک مکلف و پابند ہوتا ہے، جب تک اس کی عقل ٹھکانے ہو، اسی عقل پر تکلیفِ شرعی وعرفی کا مدار ہے، مجنون ودیوانے کو فاتر العقل ہونے کی وجہ سے شریعت بھی مرفوع القلم قرار دیتی ہے اور دنیا کا دستور وقانون اور انسانی معاشرہ بھی۔ لیکن خلقی مجنون اور اس طرح کسی دنیوی سبب وصدمے سے فاتر العقل ہونے والے مجنون میں اور شریعت کے راستے پر چلنے کے دوران تجلی الٰہی سے مغلوب العقل ہونے والے مجذوب میں باریک فرق ہے، ظاہری اعتبار سے یہ فرق محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ مجنون ومجذوب دونوں کے قول وفعل میں کوئی انتظام اور معقولیت نہیں ہوتی، احکامِ شرع دونوں سے ساقط ہوتے ہیں، اور شریعت دونوں کو معذور قرار دیتی ہے، لیکن مجذوب مقبول ہوتا ہے اور کچھ تکوینی امور کا انکشاف بھی اس پر ہوتا ہے جس پر بوجہ نقصانِ عقل وہ یقین کر لیتا ہے، جو چیزیں یا قضاء وقدر کے فیصلے اس پر منکشف ہوتے ہیں وہ بسا اوقات ظاہر بھی کر لیتا ہے۔

ضعیف الاعتقاد اور دین کی تعلیمات سے ناواقف لوگ اس معاملے میں بڑی بے اعتدالی کا شکار ہیں، وہ جب کم علم اور قصہ گو واعظین اور نام نہاد پیروں فقیروں سے، پچھلے بزرگوں اور مجذوبین کے واقعات سنتے ہیں (جو کہ اپنا پورا پسِ منظر رکھتے ہیں لیکن یہ کم علم واعظین اس پسِ منظر کو کیا جانیں؟) تو ان کے دل ودماغ اور وہم وخیال میں وہ چیزیں اتنی سما جاتی ہیں اور ان پر غالب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ اپنی جائیداد راہِ خدا میں لٹا کر دنیا کے بکھیڑوں سے یکسو ہو گئے، پھر والدہ ماجدہ کی اجازت سے تحصیلِ علمِ دین اور معرفتِ حق کے لئے وطن سے نکلے۔

یہ ۵۵۲ھ کا زمانہ تھا، اس وقت حضرت خواجہ صاحب کی عمر پندرہ برس تھی، دشوار گذار سفر کی صعوبتوں سے گذر کر آپ سمرقند پہنچے، اس زمانے میں سمرقند وبخارا اسلامی علوم وفنون کے بڑے مرکز تھے، آسمانِ علم وہدایت کے آفتاب وماہتاب یہاں ضوفگن تھے، جن کے فیضان سے اطراف وجوانب کے اسلامی ملکوں اور علاقوں میں علمِ دین کا غلغلہ تھا، سمرقند میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور اس کے بعد دوسرے علوم وفنون سیکھے، یہاں آپ نے اکثر علوم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آجاتی ہیں کہ ہر پاگل دیوانے میں ان کو مجذوبیت ہی کی جھلک نظر آنے لگتی ہے، اور ہر اصلی وجعلی پاگل دیوانے کو مجذوب کا نام دے کر اس سے استادی اور پیری کا تعلق قائم کر لیتے ہیں، اور اس کی بے سروپا باتوں سے نکتے اور اشارے متعین کر لیتے ہیں اور آئندہ کے لئے ان کو پیشین گوئیاں یا غیبی امور کا انکشاف خیال کر لیتے ہیں۔ گویا کہ وہی بات ہوئی۔ جتنے کالے اتنے ہمارے باپ کے سالے۔ حالانکہ اگر کوئی واقعی مجذوب بھی ہو تو مجذوب شرعاً معذور ہوتا ہے پس اس کو معذور ہی سمجھنا چاہئے، اتنا کافی ہے کہ اس کے افعال واقوال پر گرفت نہ کی جائے نہ یہ کہ اس کو مقتدا اور پیشوا بنایا جائے۔ حقیقی مجذوب کی اہل تجربہ نے کچھ علامات بیان کی ہیں مثلاً یہ کہ اس زمانہ کے اہل حق، اہل نظر ارباب علم اس کے کاموں اور باتوں پر تنقید نہ کرتے ہوں، بلکہ اس کے معاملے پر سکوت رکھتے ہوں، اور عام طور پر ایسے واقعی مجذوب اہل بصیرت کی نگاہوں سے چھپے نہیں رہتے، دوم یہ کہ اس کے پاس بیٹھنے اور اس کی باتیں سننے سے قلب کو آخرت کی طرف کشش ہوتی ہو۔ اور مجذوب کو جاننا اور اس کا معتقد ہونا کوئی فرض وواجب تو ہے نہیں، اور مجذوبوں کی تعداد بھی کوئی اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ ہر دوسرے پاگل اور مجنون کو مجذوب سمجھ لیا جائے، اس لئے عوام الناس کے دین وایمان بلکہ عزت وآبرو کی سلامتی اسی میں ہے کہ مجنونوں یا بزعم خویش مجذوبوں سے دور ہی رہیں اور پھر اس معاملے میں عوام کی کوتاہ نظری کے لئے یہ کیا کم ہے کہ جو چیزیں شریعت نے ان پر فرض واجب کی ہیں، نماز، روزہ اور حلال وحرام کی تمیز اور حدود شرع کی پابندی، اس سے تو یہ عوام بالکل ہی غافل ہوتے ہیں، لیکن ایسے مجذوبوں بلکہ ملنگوں کے چکر میں پڑے رہتے ہیں، یہ بہت ہی افسوس ناک امر ہے، اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے اور قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہئے، جب شریعت کے راستے پر سیدھا چلو گے تو اللہ تعالیٰ خود تمہیں جذب وشوق اور محبت ووارفتگی کی دولت عطا فرما دیں گے، پھر تمہاری نظر میں وہ بصیرت پیدا ہو جائے گی کہ مجذوب تم سے چھپے نہ رہیں گے، اس لئے اعمال سے غافل ہو کر بوالہوس نشوئیوں اور تباہ حال وبداعمال ملنگوں کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے، جب تک عقل صحیح ہو نماز روزہ کو ترک کرنا فسق اور گناہ ہے مجذوبیت نہیں۔

دنیا میں رہنا ہے تو پہچان پیدا کر — لباسِ خضر میں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

ظاہری میں دسترس حاصل کی، پھر بخارا تشریف لے گئے، وہاں بقیہ علوم کی تکمیل فرمائی، اس طرح چند سالوں میں آپ نے جملہ عقلی ونقلی علوم کی تکمیل فرمائی۔

اکثر روایات کے مطابق سمرقند وبخارا میں آپ کا زمانہ قیام پانچ سال ہے، علوم ظاہری میں تکمیل حاصل کر لینے کے بعد اب جگر میں دبی وہ آگ پھر سلگ اٹھی، جس کی چنگاری مجذوب کے واقعے کے نتیجے میں آپ کے دل میں روشن کی گئی تھی، آخر ایک دن بخارا سے مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، کیونکہ عادتِ خداوندی یوں ہی جاری ہے، کہ محبتِ حقیقی ومعرفت ربانی کا یہ شعلہ سینہ بسینہ منتقل ہوتا ہے، مجانِ حق مردانِ کامل جو اس راہ کے شیر نر ہیں ایک مدت ان کی صحبت سے بہرہ ور ہونے اور ان کی نگرانی ورہنمائی میں اپنے نفس کو پامال کرنے سے نسبت کی دولت مرشد (شیخ) سے مسترشد (مرید) کو منتقل ہو جاتی ہے، حضرات مفسرین نے آیت:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" (التوبہ پ ۱۱)

سے اس پر استدلال کیا ہے، کیونکہ اس آیت میں تقویٰ کا حکم بیان کرنے کے بعد سچے اور پکے اللہ والوں کی صحبت کا حکم دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل اللہ والوں کی صحبت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ بحرمعرفت کے شناور مولانا رومی رحمہ اللہ نے مثنوی شریف میں اس کو یوں ذکر فرمایا ہے۔

قال را بگذار صاحب حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو

مطلب یہ کہ "قیل وقال کو چھوڑو، صاحب حال بنو، کسی کامل اللہ والے کے سامنے اپنے آپ کو مٹاؤ"

کوئی پاتا نہیں منزل بدوں رہبر منزل   گرچہ تکلف کوشش میں کرے سالک اپنی جاں

باقی دین کے دیگر شعبوں کی طرح رشد واصلاح کے اس شعبے میں بھی ابنائے زمانہ نے جو کچھ خرابیاں اور بدعات وخرافات شامل کر لی ہیں، ان سے ہمارا دین اور خود صحیح اہل تصوف بیزار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں، اس موقعہ کے لئے کسی نے کہا ہے ع

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

افسوس کہ تصوف وطریقت جو تزکیہ قلب اور اخلاقی وباطنی اصلاح کا شعبہ تھا، اس کے ساتھ نا اہلوں نے کتنا بڑا ظلم اور ناانصافی کا برتاؤ کیا کہ اس میں اپنی نفسانی خواہشات اور حرص وہوس کو داخل کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیا، اوراس کی آڑ میں وہ سب کچھ حلال سمجھ لیا جو شریعت کی نظر میں بالکل ناجائز وحرام تھا۔

گوہر مقصود تک رسائی

اس زمانے میں نیشا پور کے قصبہ ہرون میں سلسلہ چشتیہ کے مرد کامل خواجہ عثمان ہارونی (ہرونی) کا چشمۂ فیض جاری تھا، بندگان خدا اس چشمۂ صافی سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب وسیراب ہورہے تھے، اس تشنۂ کام محبت کے لئے بھی اس چشمہ سے سیراب ہوکر معرفت وہدایت کا بحر زخار بننا مقدر ہوچکا تھا، تقدیر آپ کو کشاں کشاں یہاں کھینچ لائی، حضرت خواجہ صاحب ۵۵۸ھ میں ہرون پہنچے، شیخ ہرونی نے پہلی ہی بصیرت بھری نظر سے آپ کی پیشانی میں نورولایت کو پہچان لیا۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

شیخ نے اس پہلی مجلس میں ہی آپ کی درخواست پر آپ کو بیعت مسنون فرمالیا، اور راہ سلوک کے معمولات تلقین فرمائے، اور شیخ کی صحبت میں بہت جلد ترقی کے مدارج طے کر کے کمالات کو پہنچے، مرشد کی خدمت وصحبت میں آپ کئی سال رہے، بعض روایات میں بیس سال کا عرصہ مذکور ہے۔

خرقۂ خلافت

جب حضرت خواجہ صاحب کے مجاہدات وریاضات کا سلسلہ شیخ کی منشاء کے مطابق مکمل

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو گیا، اور آپ کا قلب ہدایت و معرفت کا خزینہ بن گیا، تو مرشد کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، حرم شریف میں میزاب رحمت کے نیچے مرشد نے خواجہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی، کہ اے رب میرے معین الدین کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، تاریخ کا بیان ہے کہ غیب سے آواز سنائی دی کہ معین الدین ہمارا دوست ہے، ہم نے اسے قبول کیا اور اسے عزت بخشی۔ پھر اپنے شیخ کے ساتھ مدینہ منورہ حاضری دی، مدینہ منورہ میں ایک رات منامی (خوابی) بشارت کے ذریعے بارگاہِ رسالت ﷺ سے ہندوستان جا کر کام کرنے کا حکم ملا، چنانچہ اس وقت مرشد نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر ضروری ہدایات اور نصیحتیں فرمائیں، اس وقت آپ کی عمر بعض روایات کے مطابق ۵۲ سال بیان ہوئی ہے۔

اسلامی دنیا کی طویل سیاحت

اپنے شیخ سے خلافت و اجازت پانے کے بعد ہندوستان آمد سے پہلے حضرت خواجہ صاحب نے بہت سے اسلامی ممالک کا طویل عرصہ تک سفر کیا، اور صدہا اولیاء اللہ اور اکابرین امت سے ملاقات و استفادہ فرمایا، چنانچہ بغداد جو کہ مستقر خلافت اور پوری اسلامی دنیا کا مرکز تھا، وہاں مندرجہ ذیل مشائخ وقت سے آپ کی ملاقات اور طویل عرصہ تک صحبتیں رہیں:

(۱) سید الاقطاب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ (۲) شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ جو کہ دونوں بزرگ صاحب سلسلہ ہیں (پہلے سلسلہ قادریہ کے بانی اور دوسرے سلسلہ سہروردیہ کے بانی ہیں)

ان کے علاوہ آپ نے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی اور حضرت خواجہ اوحد الدین کرمانی رحمہم اللہ کی صحبت سے بھی خوب استفادہ کیا، علاوہ ازیں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ زاد و رحمہ اللہ جو چھٹی صدی ہجری کے اولیاء عظام میں نہایت ہی بلند مقام رکھتے ہیں، ان کی خدمت

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں تو آپ دو سال سے بھی زیادہ عرصہ رہے اور خصوصی فیض اٹھایا۔ [1]

زمانۂ سیاحت میں حضرت خواجہ صاحب ہمدان وتبریز بھی گئے، ہمدان میں شیخ ابو یوسف ہمدانی اور تبریز میں شیخ ابو سعید تبریزی جیسے سرآمد روزگار مشائخ کا فیض اٹھایا، کہا جاتا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے بھی ابتداء میں شیخ ابو یوسف ہمدانی سے فیض حاصل کیا تھا، اسی طرح اصفہان میں شیخ محمود اصفہانی کی صحبت اٹھائی، پھر استر آباد تشریف لائے یہاں شیخ ناصر الدین استر آبادی رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا، پھر ہرات اور وہاں سے سبزوار تشریف لے گئے، حاکمِ سبزوار محمد یادگار جو ایک رنگین مزاج اور ناؤنوش کا دلدادہ شخص تھا، آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔

پھر بلخ تشریف لے گئے، یہاں مشہور فلسفی عالم خواجہ ضیاء الدین جو اہلِ تصوف کا سخت مخالف تھا، اس کے تائب ہونے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر روحانی درجاتِ عالیہ تک رسائی پانے کا واقعہ پیش آیا۔

پھر وہاں سے غزنی تشریف لے گئے، غزنی کے سیاسی حالات اس وقت سخت ابتر ہو چکے تھے، غزنویوں کے اقتدار کا چراغ ٹمٹمارہا تھا، غور میں سلطان علاؤ الدین غوری کا آفتابِ اقبال بلند تھا، اس نے غزنی پر بھی حملہ کیا لیکن اس وقت وہ غزنی کو فتح نہ کر سکا، دوسرے سال غزنی پر تاتاریوں نے یورش کر کے سخت تباہی مچائی، شاہِ غزنی ملک شاہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور

---

[1] شیخ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ نے اپنی معروف تصنیف "طبقات الشافعیہ" میں شیخ نجم الدین کبریٰ زادہ کا نہایت بلند الفاظ سے ذکر فرمایا ہے، آپ علومِ ظاہری وباطنی کے مجمع البحرین تھے، امام فخر الدین رازی اور شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ نجم الدین سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبۂ شہادت پر فائز کیا، ۶۱۷ھ میں چنگیز خان کی سرکردگی میں تاتاری لشکر اسلامی ملکوں اور علاقوں کو تاراج کرتا ہوا خوارزم کے علاقہ تک پہنچا، اس وقت آپ خوارزم کے علاقہ میں تھے آپ نے اپنے چیدہ چیدہ خدام وخلفاء کو وہاں سے چلے جانے اور مختلف ممالک وعلاقوں میں پھیل کر تبلیغ واشاعتِ دین کا کام کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ مجھے یہاں سے جانے کا حکم نہیں، پھر آپ اپنے بچے درویشوں کی مختصر جماعت کو لے کر میدانِ جہاد میں اتر پڑے، اور چنگیزی لشکر کے چھکے چھڑائے، آخر لڑتے لڑتے سب رفقاء سمیت شہید ہو گئے۔ امجد۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھاگ کر لاہور ٹھکانہ کیا، کچھ عرصہ بعد ملک شاہ نے پھر آ کر تاتاریوں کو شکست دی اور غزنی کو واپس لیا، یہ سب پرآشوب واقعات حضرت خواجہ صاحب کی آنکھوں کے سامنے غزنی میں پیش آئے، غزنی میں شیخ عبدالواحد غزنوی سے آپ نے کسبِ فیض کیا۔

اس کے بعد آپ ہندوستان کو عازمِ سفر ہوئے، جہاں اشاعتِ اسلام کا مبارک کام آپ کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

اب وہ موقعہ آیا کہ سارے جہان سے ہدایت وارشاد کا فیض سمیٹ کر مجمع کمالات بن کر آپ ہندوستان وارد ہوں اور کفر وشرک میں تیرہ وتار اس وسیع ملک کو نورِ ہدایت، نورِ اسلام سے ضیاء بار فرمائیں، آپ کے سامنے عالمِ اسلام جس پُرآشوب دور سے گذر رہا تھا، اس پر آپ کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔

زدردِ دین ہمہ پیرانِ راہ را دلہا خستہ وجگرہا کباب اند

غزنی سے لاہور آمد

حضرت خواجہ کا اپنے مرشد شیخ ہارونی سے رخصت ہونے سے لے کر طویل سیاحت کرنے اور پھر غزنی سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچنے کا زمانہ ۵۸۲ھ تا ۵۸۶ھ یا ۵۸۷ھ بنتا ہے، ۵۸۷ھ کے اوائل میں آپ لاہور پہنچے، یہاں کے قیام کے دوران آپ نے شیخ علی ہجویری علیہ الرحمہ کے مزار کے متصل ایک حجرہ میں ذکر وعبادت کا چلہ کاٹا، پھر یہاں سے اجمیر کو عازمِ سفر ہوئے۔

اجمیر میں آمد

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء میں اجمیر تشریف لائے، یہاں حضرت خواجہ اپنے چالیس درویش صفت اللہ والے ساتھیوں کے ساتھ پہنچے تھے اللہ والوں کی یہ بابرکت جماعت شہر سے باہر اُس میدان میں تشریف فرما ہوئی جہاں پرتھوی راج کے اونٹ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیٹھا کرتے تھے۔ راجہ کے ملازموں نے خواجہ کو وہاں پڑاؤنہ کرنے دیا۔ [1]
آپ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے اُٹھ کر اناساگر نامی مشہور خوبصورت و بارونق جھیل کے کنارے آکر فروکش ہوئے۔ [2]

اس طرح بُت پرستی کے اس خاص مرکز کو حضرت خواجہ نے مرکزِ ہدایت بنانے کا عزم فرمایا۔
اصل تصوف کا ایک رُخ یہ ہے جو حضرت خواجہ اور دیگر پیران طریق کی سوانح سے واضح ہوتا ہے کہ اولوالعزم مشائخ نے طریقت اور سلوک کے معمولات ومجاہدات سے گزر کر اہلِ طریقت سے نسبت اور تعلق مع اللہ کی دولت حاصل کر کے اپنے آپ کو رشد وہدایت کا مجسم نمونہ بنا کر دنیا کے اطراف واکناف تک دینِ محمدی کا پیغام پہنچایا اور اپنی مثالی زندگی اور اُجلی سیرت سے قوموں کی قوموں کو ہدایت کی راہ دکھائی۔ یا پھر آج تصوف کے نام پر بہت سے مبتدعین اور بندگانِ ہویٰ وہوس کے دھندے ہیں، جنھوں نے تصوف کے ظاہری نقشے میں رہبانیت کا رنگ بھر اور پسِ منظر میں نفسانیت کا جادو جگا یا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے انہی نام نہاد اہلِ تصوف کی رنگین قبا یوں کھینچی ہے۔

ہوئے نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے ۔۔۔ کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

اناساگر میں حضرت خواجہ کے قیام کا نقشہ ایک صاحب دل شاعر نے یوں کھینچا ہے۔

خیمہ زن ہند میں تھے یوں شہِ بے مثل وعدیل ۔۔۔ ملکِ نمرود میں جیسے کبھی مہمان تھے خلیل
اناساگر سے اُٹھا نعرۂ تکبیر کا شور ۔۔۔ اناساگر سے بڑھا ہند میں تبلیغ کا زور
اناساگر پہ بچھی مسندِ درس و ارشاد ۔۔۔ بن گیا ہند میں اجمیر ہدایت آباد

[1] یہاں حضرت کی بفضل رب یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ راجہ کے اونٹ شام کو جب اس میدان میں بیٹھے تو زمین سے چپک گئے، صبح لاکھ جتن کئے لیکن نہ اٹھ سکے، آخر حضرت خواجہ کے پاس ملازم آکر معافی کے خواستگار ہوئے اور پھر حضرت خواجہ کی دعا سے اونٹ اٹھنے کے قابل ہوئے۔

[2] یہ تالاب راجہ انا دیو نے بنوایا تھا اس کے چاروں طرف بڑے بڑے مندر تھے جن میں سے ایک بہت بڑا مندر اسی راجہ کے خاندان کی پوجا پاٹ اور رام شیام کے لئے مخصوص تھا، ان مندروں کی وجہ سے یہ تالاب بھی بُت پرستوں کی نظر میں مقدس ومتبرک تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت خواجہ کا اجمیر میں ورود کا زمانہ تراوڑی (تراوڑی کو ترائن بھی کہا جاتا ہے، یہ تھانیسر سے چودہ میل کے فاصلہ پر میدان تھا) کی پہلی اور دوسری جنگ کے درمیان کا زمانہ ہے، تراوڑی کی ان دونوں جنگوں کے درمیان ایک سال کا وقفہ ہے، آگے جو واقعات ذکر ہوتے ہیں وہ اسی عرصہ میں پیش آئے، تراوڑی کی دونوں جنگیں سلطان شہاب الدین غوری اور اجمیر و دہلی کے راجہ پرتھوی راج کے درمیان لڑی گئیں جو اس وقت ہند کے تمام راجوں سے بڑا اور باجبروت راجہ تھا۔

تراوڑی کی پہلی جنگ میں ایک اتفاقیہ واقعہ کے نتیجہ میں سلطان شہاب الدین غوری کے اسلامی لشکر کو شکست ہوئی اور کھنڈے راؤ حاکم دہلی جو پرتھوی راج کا بھائی تھا اس کے ایک کاری وار سے سلطان شہاب الدین شدید زخمی ہوئے، اس پہلی جنگ میں اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار اور پرتھوی راج کا لشکر دو لاکھ افراد پر مشتمل تھا اور تین ہزار جنگی ہاتھی بھی اس کے ساتھ تھے، سلطان کو ناگہاں یہ مقابلہ پیش آیا، دشمن کو سر پر دیکھ کر سلطان کی اسلامی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ بغیر لڑے پیچھے ہٹ جائے جو ایک طرح کی شکست خوردگی تھی۔ اس فتح و شکست نے دونوں فرمانرواؤں پر دو متضاد اثر ڈالے۔

پرتھوی راج تو فتح کے نشے میں چور ہو کر تکبر و سرکشی میں آپے سے باہر ہوتا چلا گیا، چنانچہ حضرت خواجہ سے چھیڑ چھاڑ اُس کی اسی سرکشی کی آئینہ دار تھی اور دوسری طرف سلطان شہاب الدین نے اس شکست کو اسلام کے دامن پر بدنما داغ سمجھ کر اس کو دھونے کے لئے اپنا راحت و آرام اور اطمینان وسکون سب کچھ قربان کر دیا، سلطان نے خلوت کدہ میں جانا اور نیا لباس پہننا بھی ترک کر دیا، روکھی سوکھی روٹی کھا کر دن رات میں تھوڑی دیر خاک پر لیٹ رہتا اور دوسری بڑی جنگ کی تیاری میں پوری طرح مگن رہتا، سلطان نے ان سرداروں اور افسروں پر سزائیں اور تعزیرات بھی جاری کیں جنہوں نے دشمن کی کثرت اور طاقت سے مرعوب ہو کر میدان سے منہ موڑا تھا۔ تراوڑی کی دوسری جنگ نے ہندوستان کی قسمت کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

فیصلہ کردیا، یہ دوسری جنگ محرم ۵۸۸ھ میں غوری اور پرتھوی کے درمیان لڑی گئی، اس جنگ میں کھانڈے راؤ سمیت بڑے بڑے نامی گرامی راجے، مہاراجے کام آئے، جو پرتھوی کی مدد کے لئے اپنے اپنے لشکر لے کر شریکِ جنگ ہوئے تھے۔ [1]

خود پرتھوی بھی بھاگتے ہوئے دریائے سرسوتی کے کنارے پکڑا گیا اور مارا گیا اور یوں خواجہ کی یہ پیشین گوئی اللہ تعالٰی نے پوری فرمادی، ''پتھورا را زندہ گرفتیم ودادیم'' کہ ''پتھورا کو بحکمِ الٰہی ہم نے زندہ گرفتار کر کے حوالے کردیا''۔ [2]

تراوڑی کی دوسری جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کی عظیم الشان فتح کے نتیجے میں ہندوستان اسلام کے جھنڈے تلے آگیا اور مسلمانوں کے زیرِ نگین ہوگیا، سلطان غوری نے قطب الدین ایبک کو یہاں اپنا نائب مقرر کر کے واپس غزنی کی راہ لی۔

اجمیر میں معرکۂ کلیم وفرعون

پیچھے بیان ہوچکا کہ اجمیر میں حضرت خواجہ کے نزولِ اجلال پر اجمیر کا فرعون پرتھوی راج کس قدر پیچ پا ہو کر غیض وعداوت میں جل بھن رہا تھا اور خود مقامی ہندوؤں کو بھی آپ کا اجمیر میں قیام ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

اس وقت اجمیر کا سب سے بڑا جوگی (مہنت) رام دیو نامی ایک قوی ہیکل شخص تھا جو بے شمار سفلی قوتوں پر دسترس رکھتا تھا، سارا اجمیر بشمول راجہ کے اس مہنت کا معتقد اور اس کے گُن گاتا تھا، راجہ کا پیغام رام دیو کے پاس پہنچا کہ اپنی تسخیری قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان مسلمان درویشوں کو نکال باہر کرے اور خود اجمیر کے ہندو بھی رام دیو کے پاس حاضر ہو کر واویلا کررہے تھے کہ یہ پردیسی ہمارے مذہب ودھرم کے خلاف پرچار کررہے ہیں اور

---

[1] اس دوسری جنگ میں پرتھوی کی دعوت پر اس کی مدد کے لئے ہندوستان بھر سے قریب ڈیڑھ سو راجے اپنے اپنے دستے اور جتھے لے کر آئے تھے جبکہ تراوڑی کی پہلی جنگ میں ۷۰ راجے پرتھوی کی معاونت کے لئے شریک جنگ ہوئے تھے۔

[2] بعض سوانح نگاروں نے یہ الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں ''ما او را بیرون کردیم ودادیم''

toobaa-elibrary.blogspot.com

انا ساگر کا پانی بھی بھرشٹ (گندا) کر رہے ہیں، رام دیو کو بھڑکانے کیلئے یہ کچھ کیا کم تھا؟ اس کو اپنے سفلیات کا جادو جگانے کا نادر موقعہ ہاتھ آیا، اپنے سفلی چیلوں کا ایک غضب ناک گروہ لے کر حضرت خواجہ کی فرودگاہ میں آ دھمکا۔ حضرت خواجہ نے معرفت سے لبریز نگاہِ ناز کا ایک ہی تیر چوٹ کر مارا تو رام دیو نیم بسمل تھا۔

آں دل کہ رم نمودہ از خوبرو جواناں کہنہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

ترجمہ: وہ دل جو خوبرو جوانوں کا پانی پیے ہوئے تھا، ایک اُدھیڑ عمر بوڑھے نے ایک نظر کیمیا اثر سے اس کی چنگاریاں اُڑا دیں۔

رام دیو کا قبولِ اسلام

بس نگاہوں سے ہی دل کا فیصلہ ہوگیا، رام دیو خواجہ کے قدم بوس ہو کر مشرف بایمان ہوگئے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

رام دیو کے اسلام لانے کے بعد حضرت نے اس کا نام بدل کر شادی دیو کر دیا، شادی دیو سابق رام دیو کے قبولِ اسلام کی خبر اجمیر کے راجہ اور پر جادوئوں پر بجلی بن کر گری لیکن عقل کے اندھوں نے بجائے عبرت و بصیرت حاصل کرنے کے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ نووارد درویش زبردست ساحرانہ اور جادوئی قوتوں کے مالک ہیں (یہی نتیجہ کبھی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے عصائے کلیمی اور ید بیضاء کے متعلق فرعون نے بھی نکالا تھا) ہاں کیوں نہ ہو؟ ایمان سے محروم لوگوں کے نزدیک خلافِ ظاہر تصرفات کی جادو کے علاوہ اور صورت ہوئی کیا سکتی ہے؟ چنانچہ رائے پتھورا نے بزعم خویش اس جادو کا توڑ اس سے بڑے جادو سے کرنے کے لئے سرزمین ہند کے اس وقت کے سب سے بڑے جادوگر جے پال کو دُھائی دی، جے پال اس دُھائی پر غصے میں چنگھاڑتا ہوا اجمیر پہنچا، وہ جادو کے زور پر ہرن کی کھال پر بیٹھ کر ہواؤں میں اُڑتا ہوا اجمیر کی زمین پر اُترا، اس کے شاگرد شیروں پر سوار ہاتھوں میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سانپوں کو بطور ہنٹر و چابک پکڑے ہوئے وارد اجمیر ہوئے، آج ہندوؤں کے لئے عید کا سماں تھا، زمین جادوگروں کے اندازِ ساحرانہ سے بھرپور دہشت خیز حملہ سے لرز رہی تھی اور ساری فضا میں خوف و ہیبت کا ایک ہولناک طوفان تلاطم خیز موجیں مار رہا تھا، گاؤ ماتا کے پجاری ٹکٹکی باندھے محوِ نظارہ تھے کہ اب دیکھیے! ان مُٹھی بھر بے خانماں خاک نشینوں کا کیا حشر ہوتا ہے، جنہوں نے ہماری دھرتی اور دھرم کو بھرشٹ کر دیا، بس اب دیکھتی آنکھوں ان کی فرودگاہ شمشان گھاٹ میں تبدیل ہوا چاہتی ہے۔

خواجہ کی ضربِ کلیمی

اب ادھر کی سُنیئے! حضرت خواجہ نے جب جادوئی ریلا اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے سب ساتھیوں کو جمع کر کے اردا گرد ایک حصار کھینچ لیا، جے پال اور اس کے جادوئی لشکر نے جادو کے داؤ پر داؤ آزمائے، اور بہتیرے جتن کئے لیکن جادو کا سارا کھیل حصار سے درے درے ہی تمام ہو جاتا، حصار کے اندر حضرت خواجہ اور آپ کے تمام خدا آشناہ درویش رفقاء یادِ حق میں مشغول تھے۔

جو اُن کی یاد میں بیٹھے سب سے بے غرض ہو کر تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

خواجہ نے حصار کے اندر سے کئی بار ان کو متنبہ کیا کہ درویشوں کے سکون میں خلل نہ ڈالو، اپنا یہ کھیل تماشہ ختم کر کے یہاں سے چلتے بنو، تمہارا کچھ زور نہیں چلنے کا۔

لیکن کافر جب تک چاروں شانے چت ہو کر بے بس نہ ہو جائے اُسے چین کیسے آئے؟ آخر خواجہ نے ایک مٹھی بھر مٹی زمین سے اُٹھائی اور ساحروں کی طرف پھینک دی۔ [1]

---

[1] وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (سورۃ الانفال)
یعنی "آپ نے نہیں پھینکا جو آپ نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا"
کا جو مظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسلام وکفر کے ایک سخت معرکہ میں ہوا تھا، آج ایک کامل اُمتی کے لئے بھی آنحضور کے اتباع کی برکت سے بطور کرامت اس کا ظہور ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مٹی کا پھینکنا تھا کہ آناً فاناً تمام جادو کے کھیل بھسم ہو کر رہ گئے، نہ کوئی شیر رہا نہ سانپ، آگ کے چکر اور گولے جو وہ لے کر حملہ آور ہو رہے تھے، سب راکھ کے ڈھیر بن گئے۔

اذا جاء موسیٰ والقی العصا فبطل السحر والساحر

اب تو جادوگر حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، اور دن دھاڑے ان کو تارے نظر آنے لگے، جے پال جی نے مایوس ہو کر اپنے ترکش کا آخری تیر پھینکا کہ جادو کے زور سے ہوا میں اُڑ کر خواجہ کی نشست گاہ کے اوپر پرواز کرنے لگا، اس کا خیال تھا اوپر سے آپ پر آگ برسائے، لیکن اس کا شہباز (گدھ) بن کر پرواز کرنا ہی تھا کہ حضرت خواجہ نے اپنی کھڑاؤں (جوتا) اس کا دماغ روشن کرنے کے لئے اشارہ کے ساتھ اوپر کو اُچھال دی، یہ کھڑاؤں گائیڈڈ میزائل کی طرح جے پال جی کے سر کا ہدف لے کر اوپر پہنچی اور اس کے سر پر تڑاتڑ برسنے لگی تا آنکہ اُسے اُترنے پر مجبور کر دیا، جے پال جو اس دور میں جادو کے فن میں یکتائے روزگار اور سر برآوردہ سمجھا جاتا تھا سمجھ گیا کہ درویش کا تصرف جادو نہیں ورنہ ہم اس کے مقابلہ سے عاجز نہ ہوتے کیونکہ انہوں نے فن کا آخری داؤ تک آزما ڈالا تھا، پس ساحرانِ موسیٰ کی طرح اس پر بھی حق واضح ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گردشِ دوراں نے الٹی زقند بھری ہے اور رجعتِ قہقری کر کے عہدِ موسیٰ و فرعون میں جا ٹھہری ہے، بوڑھا آسمان تاریخ کا ایک قصہ پارینہ دُہراتے ہوئے آج پھر وہ منظر دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے جس کا آخری نتیجہ فرعونی ہتھکنڈوں کی ناکامی کی صورت میں قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿الف﴾...... اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى (طٰہٰ آیت ۶۹)

ترجمہ: جو کچھ ڈھونگ انہوں نے رچایا سب جادو کا ناٹک تھا اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی (حق کے مقابلے میں) آتا ہے۔

﴿ب﴾...... فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ

toobaa-elibrary.blogspot.com

وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ (الاعراف آیت ۱۱۸)

ترجمہ: پس حق واضح وآشکارا ہوگیا اور جو کارروائی انہوں نے ڈالی تھی وہ باطل وغلط قرار پائی، پس وہ وہاں (برسرِ میدان) ہار گئے اور ذلیل وخوار ہو کر لوٹ گئے۔

﴿ج﴾...... بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ (الانبیاء آیت ۱۸)

ترجمہ: بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق وسچ پر مبنی عمل کو باطل کے رچائے ہوئے ڈھونگ وسوانگ پر، تو وہ (حق) اس (باطل) کا بھیجا نکال دیتا (سر پھوڑ دیتا) ہے سو وہ باطل (چِت ہار کر) بے نام ونشان ہو کر جاتا رہتا ہے، اور تمہارے لئے (اے منکرین!) بڑی ہلاکت ہے ان چیزوں کی وجہ سے جو تم (حق کے مقابلے میں) گھڑتے ہو۔

اس طرح اگر کل بنی اسرئیل کے زمانہ میں حق تعالیٰ نے اپنے عظیم المرتبت رسول حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعے ظلمت کدۂ کفر میں فراعنۂ وقت کے صدہا سال سے مستحکم واستوار کئے ہوئے نظامِ کفر کو بیخ وبن سے اُکھاڑ پھینکا اور چہار سُو حق کا بول بالا کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آج ظلمت کدۂ ہند میں قرن ہا قرن سے شرک وکفر اور سفلیات پر استوار نظام کے تار وپود اپنے آخری رسول کے ایک کامل متبع غلام کے ہاتھوں بکھیر دیے اور جادوئے سامری کی جوت جگانے والے گاؤ ماتا کے پجاریوں کے بنائے ہوئے طلسم ہوشربا کے بخیے اُدھیڑ ڈالے۔

معجزہ اور کرامت، باہم فرق

''کلیم اللہ'' کے تصرف میں بھی اللہ کی قدرت وفعل کا ظہور بطور معجزہ اُن کے ہاتھ سے ہوا تھا، تو ایک نبی کے کامل امتی اور وقت کے ولی کے تصرف میں بھی اللہ کی قدرت بطور

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرامت بول رہی تھی اور جس طرح معجزہ سے مغالطہ کھا کر نبی میں اُلوہیت کی صفات ڈھونڈنا اور گمان کرنا ضلالت وگمراہی ہے جس میں بنی اسرائیل کے بعض طبقے مبتلا ہوکر مردود ٹھہرے اسی طرح ولی کی کرامت سے دھوکہ کھا کر ولی میں اُلوہیت کی صفات بتلانا یا اس کی ایسی تعظیم اختیار کرنا جو اللہ کے ساتھ خاص ہے، یہ بھی گمراہی اور ضلالت ہے۔

بنی اسرائیل نبی کے لئے یا اپنے علماء ومشائخ کے لئے اس طرح کا غلو کریں تو قرآن اُن پر کفر کا حکم لگاتا ہے تو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کا دعویٰ کرکے اولیاء کرام کی تعظیم وعقیدت کی آڑ لے کر مقامِ اُلوہیت میں نقب زنی کرے تو قرآن کی آیات نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وتعلیمات نے اس کے ضال (خود گمراہ) مُضِل (گمراہ کرنے والا) ہونے کا فیصلہ بھی بہت پہلے فرمادیا ہے۔

ساحرانِ ہند کا بمع ساحرِ اعظم قبولِ اسلام

حق واضح ہونے پر جے پال کے دل ودماغ کی ظلمتیں اور کدورتیں حق کی چکاچوندی سے زائل ہوگئیں، کُھلے دل سے اعترافِ شکست کرتے ہوئے حضرت خواجہ کے پاؤں پڑا، گستاخی کی معافی چاہی اور بلا جھجک مشرّف باسلام ہوگیا، حضرت نے اسے گلے لگالیا، یہ ماجرا دیکھ کر جے پال کے شاگرد تمام جادوگر بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے دائرۂ اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے لگے۔

حضرت نے جے پال کا اسلامی نام عبداللہ رکھا، عبداللہ نے حضرت کی صحبت میں رہ کر تھوڑے عرصہ میں مجاہدات وریاضات سے گذر کر اور ضروری علومِ دینیہ سیکھ کر درجۂ ولایت تک رسائی پائی اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے، حضرت کے خلفاء میں عبداللہ بیابانی نامی بزرگ یہی سابقہ جے پال جوگی تھے، عبداللہ بیابانی نے بڑی طویل زندگی پائی، بیابان کو اپنا مسکن بنا کر اسوۂ خضر کو اپناتے ہوئے خضرِ راہ کا منصب سنبھالا اور بھولے بھٹکوں کو راہ پر لگاتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور خدمتِ خلق کرنا زندگی کا مشغلہ بنالیا۔

بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست   طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

ازواج واولاد

حضرت خواجہ صاحب نے اجمیر کے زمانہ قیام میں دو نکاح کئے، حضرت کی ان شادیوں کی تفصیلات میں تاریخی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، مختصراً جو باتیں اس بارے میں وثوق واطمینان کے ساتھ کہی جاسکتی ہیں، وہ یہ ہیں کہ آپ کی ایک بیوی کا نام عصمۃ اللہ بی بی تھا، اور دوسری بی بی کا نام امۃ اللہ تھا۔

بی بی عصمۃ اللہ اجمیر کے حاکم خواجہ وجیہہ الدین مشہدی کی صاحبزادی تھیں، جو کہ خود بھی صاحب کمال بزرگ آدمی تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے قرابت دار بھی تھے، اور اس نکاح کا محرک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خواب میں ملنے والا اشارہ تھا، واللہ اعلم۔

بی بی امۃ اللہ کسی ہندو راجہ کی بیٹی تھی، ایک معرکے میں جو اسیران جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان میں یہ بھی تھیں، چونکہ شرعاً یہ قیدی باندی اور غلام بنتے ہیں جن کے متعلق مستقل شرعی احکام ہیں اس لئے اس شہزادی کی حیثیت بھی شرعاً باندی کی تھی، اس کو حضرت خواجہ صاحب کی نذر کر دیا گیا، اس نے برضاء ورغبت اسلام قبول کیا تو حضرت خواجہ صاحب نے اس کا یہ اعزاز فرمایا کہ ان کو اپنے حبالہ عقد میں لے آئے، زہے قسمت۔ حضرت خواجہ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت میں تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی، صاحبزادگان بی بی عصمۃ اللہ کے بطن سے تھے اور صاحبزادی بی بی امۃ اللہ کے بطن سے تھی، اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱)......سید فخر الدین ابوالخیر (۲)......سید ضیاء الدین ابوسعید

(۳)......سید حسام الدین ابوصالح (۴)......بی بی حافظہ جمال

حضرت خواجہ صاحب نے سید فخر الدین اور بی بی حافظہ جمال کو خلافت بھی دی، سید فخر الدین

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابو الخیر نے جہاد کے ایک معرکہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا، ان کا مزار اجمیر سے تقریباً ۳۵ میل پر موضع ''سرواڑ'' میں بیان کیا گیا ہے، جبکہ سید ضیاء الدین، سید حسام الدین، اور بی بی حافظہ جمال احاطہ درگاہ حضرت خواجہ صاحب میں ہی دفن ہیں۔

آپ کی تصانیف

بعض اہلِ تحقیق نے تو حضرت خواجہ کی تصنیف وتالیف کا سرے سے انکار کیا ہے کہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مشائخ چشت میں سے کسی اور نے بھی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، اور دلیل میں خیر المجالس سے جو کہ حضرت چراغ دہلوی کی مرتبہ ہے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا یہ قول پیش فرماتے ہیں ''من ہیچ کتاب نہ نوشتہ ام زیراکہ شیخ الاسلام فرید الدین (گنج شکر) شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی واز خواجگان چشت ہیچ شخصے تصنیف نہ کردہ است'' یعنی کہ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی اس لئے کہ شیخ الاسلام فرید الدین (گنج شکر) اور شیخ الاسلام قطب الدین اور خواجگان چشت میں سے کسی شخص نے تصنیف نہیں کی۔

لیکن دوسرے اہلِ تذکرہ آپ سے کئی تصانیف منسوب کرتے ہیں جو کہ یہ ہیں:

انیس الارواح، گنج الاسرار، حدیث المعارف، رسالہ وجودیہ، رسالہ درکسب فیض، دیوان خواجہ، مکتوبات خواجہ (بنام قطب الدین بختیار کاکی)

انیس الارواح (مجموعۂ ملفوظات)

ان میں سے انیس الارواح کے متعلق ہی زیادہ وثوق سے کہا گیا ہے کہ یہ فی الواقعہ حضرت خواجہ صاحب کی تالیف ہے اور اس میں انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمہ اللہ کے اٹھائیس مجالس کے ملفوظات ونصائح قلمبند فرمائے ہیں۔

باقی تصانیف کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت خواجہ صاحب سے ان کی نسبت کس

toobaa-elibrary.blogspot.com

حدتک صحیح ہے؟ کیونکہ ان کتب کا کوئی نشان اور سراغ آج نہیں ملتا۔ ایک اردو ترجمہ ''مخزن الانوار'' کے نام سے پیش کیا جاتا ہے، کہ یہ گنج الاسرار کا ترجمہ ہے، لیکن اس کتاب کا جو پسِ منظر بیان کیا جاتا ہے وہ تاریخی طور پر گنج الاسرار نامی کتاب کی اصلیت ہی کو سرے سے مشکوک بنا دیتا ہے۔

اس طرح فارسی دیوان ''دیوانِ خواجہ'' جو آپ سے منسوب کیا جاتا ہے، جس میں سو سے اوپر غزلیات اور ہزار سے اوپر ابیات ہیں، نامور محقق حافظ محمود شیرانی (لاہور) نے اپنے فاضلانہ مقالہ ''دیوان خواجہ معین الدین چشتی'' میں ثابت کیا ہے کہ یہ دیوان حضرت خواجہ صاحب کا نہیں بلکہ نویں صدی ہجری کے ایک مشہور وباکمال عالم مولانا معین الدین فراہی ہروی (ہرات افغانستان کی طرف نسبت ہے) کا ہے جو ایک کثیر التصنیف بزرگ تھے۔

حضرت خواجہ صاحب کا شعروسخن کا شغل فرمانے نہ فرمانے میں بھی اہلِ قلم کی دو آراء ہیں، ایک طبقہ کے بقول حضرت خواجہ صاحب کا اس میدان میں کچھ بھی گذر نہ تھا، اور دوسرا طبقہ آپ کو قادر الکلام شاعر قرار دیتا ہے، اور باطنی کیفیت وعرفان میں ڈوبے ہوئے کئی ہزار اشعار کا آپ کو حامل قرار دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ زمانہ کی دستبرد سے آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا (سیر السالکین) شعراء آتش کدہ میں حضرت خواجہ صاحب کے نام سے یہ دو رباعیاں درج ہیں۔

عاشق ہردم فکر رخ دوست کند		معشوقہ کرشمہ کہ نکوست کند
ماجرم وگنہ کنیم اولطف وعطا		ہرکس چیز یکہ لائق اوست کند
اے بعدنبی برسرتو تاج نبی		اے دادہ شہاں زتیغ تو باج نبی
آنی تو کہ معراج تو بالاترشود		یک قامت احمدی زمعراج نبی

ترجمہ: عاشق ہردم محبوب کے رُخ زیبا کے فکر وخیال میں رہتا ہے جبکہ محبوب اپنے شایان شان کرشمہ حسن وادا کی رت جگاتا ہے۔

ہم جرم ونافرمانی کرتے ہیں اور وہ مہربانی اور داد ودہش فرماتا ہے ہر ایک اپنی شایان شان

toobaa-elibrary.blogspot.com

چیز کو بجالاتا ہے۔

اے وہ نبی کہ انبیاء کے بعد نبوت کا تاج تیرے سر پر سجایا گیا، اے وہ نبی کہ شاہانِ عالم نے تیرے جہاد کی تلوار لہرانے پر باج وخراج ادا کیا۔

آپ ہی وہ ہستی ہیں کہ جن کی معراج سب پر فوقیت لے گئی، ایک قد وقامت احمدی ہی ہر نبی کی معراج سے بڑھ کر ہے۔

اہلِ حق کا تسلسل ہر زمانے میں

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہر زمانے میں اہل حق کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہیں جو دین کے تمام شعبوں عقائد، عبادات، اخلاقیات غرضیکہ شریعت وطریقت کے ہر باب میں خرابیوں کو الگ کرتے ہیں، اور صحیح دین کی تعلیمات کو اجاگر فرماتے ہیں ورنہ تو یہ نفس دھوکہ بندے دین اسلام کی اس سے بھی بری گت بناتے جو یہودیوں نے دینِ موسوی اور عیسائیوں نے دینِ عیسوی کی بنائی، ایک آدمی قرآن کی ایک آیت کا صحیح مفہوم نہ جانتا ہونہ اس کو قرآن کی تلاوت یا اس کے علوم سے کچھ لگاؤ وتعلق ہو اور نہ احادیثِ نبویہ کے پڑھنے سمجھنے کی اس کو کبھی توفیق ہوئی ہو اور نہ دین کے فرض عین درجے کے ضروری احکام ومسائل کا وہ علم رکھتا ہو اور اپنی عملی زندگی اس کی شریعت کے فرض واجب درجے کے احکام کی بجاآوری سے بھی خالی ہو اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ وضع قطع اور شکل وشباہت کے اعتبار سے بھی وہ فاسق فاجر ہو ایسے آدمی کو مسلمانوں کی شامتِ اعمال سے موروثی طور پر گدی ہاتھ آجائے اور سادہ لوح مسلمان جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے محض بزرگوں کی اولاد ہونے کی بناء پر اس کے لئے ہر قسم کے تقدس وتبرک کے راگ الاپنے لگیں تو اس سارے کھیل میں مسلمانی کی تو مٹی پلید ہو جائے گی ان جاہل نفس پرست پیروں اور جاہل معتقدین سے جن جن اعمال وافعال اور اقوال کا صدور ہوگا وہ کم از کم اسلامی اعمال واحکام تو نہ ہوں گے، دنیا میں بڑے سے بڑے

toobaa-elibrary.blogspot.com

گناہ ہر زمانے میں ہوتے آئے ہیں، آج بھی جو لوگ نفس و شیطان کے غلام بن کر گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دیتے ہیں تو وہ شوق سے ہلاکت کی ان راہوں پر چلیں لیکن ہوا و ہوس کے ان دھندوں پر تصوف، طریقت، بزرگوں اور اولیاء اللہ کی محبت کا نام تو نہ دھریں۔

تصوف و طریقت کے چاروں سلاسل اور ان کے اعمال و اشغال اور مشائخ کے حالات وسوانح تو آج بھی کتابوں میں محفوظ ہیں، ذرا اپنے اعمال و اشغال اور حرکات کا موازنہ ان معتبر بزرگوں کی تعلیمات وارشادات سے اور اپنی صورت، سیرت، وضع قطع اور عادات اخلاق کا موازنہ ان بزرگوں کی اجلی بے داغ صورت و سیرت سے کریں کچھ بھی نسبت ان نام نہاد نام لیواؤں کو ان بزرگوں سے ہے؟

ان بزرگوں کا تو یہ حال تھا کہ فرض و واجب درجے کے احکام تو خیر سب ہی بجالاتے ہیں ان سے تو کبھی سنت و مستحب عمل بھی چھوٹ جاتا تو بڑا غم کرتے، نبی علیہ السلام کا نام لینا یا بزرگوں کی عقیدت و محبت کا دم بھرنا کو آسان ہے، عیسائی، یہودی بلکہ ہندو بت پرست بھی اپنے اپنے پیشوایان مذاہب کی محبت کا دم بھرتے ہیں، لیکن جن بانیان مذاہب کا وہ نام لیتے ہیں ان کی تعلیمات کو دنیا سے ناپید کرنے والے یہی جھوٹے عاشق اور نام نہاد نام لیوا ہوتے ہیں، اس طرح نبی علیہ السلام اور بزرگانِ دین کا نام لے لے کر اسلام کی بنیادوں پر تیشے چلانا، حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے اسلامی مفصل احکام کی بساط لپیٹ کر طاقِ نسیاں میں رکھ دینا اسلام میں عیسائیت اور یہودیت کی تاریخ دہرانا ہے۔ ۔

الحذر از دراز دستی این کوتاہ آستینان

شاہانِ وقت کا حضرت خواجہ سے اظہارِ عقیدت

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی روحانی فتوحات کے بعد سلطان شہاب الدین غوری کی جہادی فتوحات کے نتیجے میں ہندوستان کے طول و عرض میں وسیع اسلامی حکومت کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

نبیاد پڑی تو سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے وفادار غلام، آزمودہ کار سپاہی اور جانثار جرنیل قطب الدین ایبک کو اپنے نائب کی حیثیت سے یہاں کا حاکم مقرر کیا جو سلطان غوری کی شہادت کے بعد اتفاق رائے سے ہندوستان کا سلطان مقرر ہوا، قطب الدین ایبک کو حضرت خواجہ کا عقیدت مند بتلایا گیا ہے، لیکن خواجہ صاحب کے ساتھ ان کی ملاقات سے تاریخ خاموش ہے، اور سلطان ایبک کی طرف سے اجمیر کے حاکم میر حسین خنگ سوار تو حضرت خواجہ کے مخلص وباصفا مرید تھے، سلطان ایبک کے بعد اس کے جانثار جرنیل اور وفادار غلام سلطان شمس الدین التمش سریر آرائے سلطنت ہوئے، التمش بغایت دیندار، پرہیز گار اور بیدار مغز بادشاہ تھے، حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ اعظم خواجہ قطب الدین بختیار کا کی سے ارادت وعقیدت کا رشتہ تھا اور خواجہ معین الدین رحمہ اللہ کی بھی غایت تعظیم کرتے اور محبت کا دم بھرتے تھے، خواجہ قطب الدین نے اس بادشاہ وقت کو اپنا خلیفہ مجاز بیعت بھی بنایا تھا، حضرت خواجہ معین الدین بھی اس درویش صفت بادشاہ کو جو ان کے خلیفہ کا خلیفہ تھا، بہت عزیز ومحبوب رکھتے تھے، سلطان موصوف کی پاکبازی عبادت گزاری اور تقویٰ وطہارت پر خواجہ قطب الدین کی وصیت کا واقعہ شاہد عدل ہے کہ خواجہ کا کی نے اپنا جنازہ پڑھانے کے لئے تقویٰ وطہارت کی چند کڑی شرائط مقرر کی تھیں، جنازہ کے وقت جب وہ وصیت نامہ سنایا گیا تو بادشاہ کی تقویٰ کی ان شرائط کے حامل نکلے، پس بادشاہ نے ہی اپنے مرشد خواجہ کا کی کا جنازہ پڑھایا۔ ؎

چوں فقر در لباس شاہی آمد — زند بیر عبید اللہی آمد
آں مسلماناں کہ میری کردہ اند — در شہنشاہی فقیری کردہ اند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اور سلطان شمس الدین التمش تینوں کی وفات کے بعد دیگرے تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوئی، کس کی پہلے ہوئی کس کی بعد میں؟ اس کے متعلق مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے بیانات مختلف ہیں، دونوں مشائخ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا سالِ وفات عام طور پر ۶۳۳ھ مشہور ہے۔

حضرت خواجہ کے عقیدت مند سلاطین

یہ تو زندگی میں حضرت خواجہ کا فیض تھا کہ ہندوستان کی حکومت پر درویش صفت سلاطین غلاماں آتے رہے اور اسلام کی رونق بڑھاتے رہے۔

مختلف زمانوں میں ہندوستان کے اولوالعزم سلاطین ایصالِ ثواب کے لئے آپ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری دیتے، عقیدت کا دم بھرتے اور آپ کے وجود باجود کو ہندوستان کے لئے سرمایۂ فخر سمجھتے رہے۔

چند مشہور سلاطین جن کے آپ کے مزار پر حاضری دینے اور یہاں تعمیرات کرنے کے تذکرے تاریخ میں محفوظ ہیں یہ ہیں۔

سلطان جلالُ الدین خلجی بادشاہِ مالوہ

سلطنتِ مالوہ کے بادشاہ سلطان جلال الدین خلجی جس کو معاصر ہندو ریاستوں سے سخت سخت معرکے پیش آئے اور اس نے اسلام کا پرچم سرگوں نہ ہونے دیا اس نے آپ کے مزار پر حاضری دی ایصالِ ثواب کیا اور یہاں تعمیرات کرائیں، درگاہ کے قریب مسجد صندل خانہ اور بلند دروازہ اسی سلطان کی یادگار ہیں۔

مغلِ اعظم جلالُ الدین اکبر

اکبر ہند کی تاریخ میں اپنے خود ساختہ دینِ الٰہی اور ملحدانہ عقائد کی وجہ سے بدنام ہے، لیکن یہ تبدیلی اور بگاڑ اس کی زندگی میں بعد کو آیا، ابتداء میں اس کی شاہانہ زندگی دینی اعتبار سے بھی قابلِ رشک تھی، نماز، روزے کا اہتمام، حدود اللہ کا احترام اس کی زندگی کا جزو لازم تھا، اور خود اپنے زمانہ کے مشہور چشتی بزرگ شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کا معتقد وارادت مند تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اکبر لاولد تھا، شیخ موصوف سے اولاد کے لئے دعاء کرانے حاضر خدمت ہوا، اللہ تعالیٰ نے اولاد نرینہ کی نعمت عطا فرمائی تو شیخ موصوف کا پہلے سے بھی زیادہ عقیدت مند ہو گیا اور شیخ ہی کے نام پر شہزادہ کا نام سلیم رکھا جو بعد میں جہانگیر کے نام سے تاجدار ہند بنا۔

اکبر شہزادہ سلیم کو پیار سے شیخو بابا کہا کرتا تھا، شائد یہ بھی شیخ موصوف کی نسبت سے ہو (شیخوپورہ کا نام شہزادہ سلیم کے اسی لقب شیخو کی نسبت سے مشہور ہوا، اس علاقے میں شہزادہ سلیم کی آمد اور قیام رہا ہے، اور یہاں کا ہرن مینار اسی کی یادگار ہے) شیخ سلیم کی نسبت سے اکبر کو خواجہ معین الدین رحمہ اللہ سے بھی نہایت عقیدت ہوگئی تھی، وہ کئی مرتبہ آگرہ سے اجمیر آتا رہا، تذکروں میں ہے کہ آگرہ سے اجمیر کا پاپیادہ سفر بھی کیا اگر یہ واقعہ حقیقت ہے تو جوش محبت کا اثر ہوگا۔ اکبر نے اجمیر میں کئی تعمیرات کرائیں اور عظیم الشان عمارات بنوائیں، اکبری مسجد بھی اکبر کی انہی یادگاروں میں سے ایک ہے، آگرہ سے اجمیر شاہراہ پر پختہ کنویں اور مینار تعمیر کرائے۔

جہانگیر کی اجمیر میں حاضری

جہانگیر کو اپنے باپ اکبر سے تاج وتخت کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ سے عقیدت ومحبت بھی ورثہ میں ملی، تزک جہانگیری میں اجمیر کے حالات وواقعات جہانگیر نے بالتفصیل لکھے ہیں، خواجہ کی درگاہ پر ایصال ثواب اور اظہار عقیدت کے لئے جہانگیر کی بار بار حاضری ہوتی رہی، یہاں کی دو بڑی دیگوں میں سے ایک جہانگیر ہی کی یادگار ہے (اس دیگ میں ساٹھ من غلہ پکنے کی گنجائش ہے)

شاہجہاں کی عقیدت مندی

اکبر وجہانگیر کی خواجہ کے ساتھ عقیدت مندی کی روایت کو جہانگیر کے بیٹے شہزادہ خرم یعنی شاہجہان بادشاہ نے بھی نبھایا، شہزادگی اور بادشاہی دونوں زمانوں میں اس کا کئی بار یہاں آنا ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اورنگزیب عالمگیر کی حاضری

اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ مغل تاجداروں میں دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے سب سے ممتاز تھا، وہ دولت دین وفقر سے مالامال، دین محمدی کا رکھوالا اور حدودِ شرع کا محافظ تھا، حضرت خواجہ کے مزارِ پُرانوار پر فاتحہ پڑھنے ایک سے زیادہ دفعہ اُس کا آنا ہوا اور یہاں تعمیرات بھی کی ہیں، صندل خانہ کی مسجد بھی سلطان موصوف نے وسیع کرائی اس طرح یہ مسجد عالمگیری کہلانے لگی۔

امیر حبیبُ اللہ خان شاہِ افغانستان کی حاضری

امیر موصوف 1907ء میں درگاہ خواجہ پر فاتحہ پڑھنے حاضر ہوئے تھے۔

دیگر والیانِ ریاست کی حاضری

انگریزی دور میں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی اکثر ہندو مسلم، سُنّی، شیعہ ریاستوں کے والی وحکام بھی یہاں حاضری کی رسم بجالاتے رہے۔

انگریز حکام کی حاضری

طبقہ اشرافیہ اور حکام وقت کی اس درگاہ پر حاضری کی روایت اپنی قدامت کی وجہ سے اتنی مستحکم ہوگئی تھی کہ غلام ہندوستان کے بدیسی سامراجی حکمران بھی اس کو ایک سیاسی فریضہ و مصلحت تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے، اور مختلف انگریز وائسرائے یہاں نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے حاضری دیتے رہے، متدین اور صحیح العقیدہ مسلمان سلاطین تو یہاں ایصال ثواب اور فیوضات وبرکات سے مستفید ہونے کی جائز ومباح غرض سے حاضری دیتے آئے تھے لیکن یہ روایت مدت مدید تک جب جاری رہی تو نیک صالح اور فاسق، فاجر اور مسلم وکافر ہر بادشاہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے یہاں حاضری کو اپنے سیاسی مذہب اور وسیع المشربی کی ناگزیر ضرورت سمجھا، ہوسکتا ہے بہت سے نیاز مندانہ بھی حاضری دیتے ہوں لیکن اس طرح سیاسی چیزوں میں مصالح وقت کا بھی بہت بڑا حصہ ہوتا ہے خصوصاً انگریزی ہندوستان میں بہت سے انگریز وائسرائے اور کچھ پچھلی والیان ریاست جس اہتمام سے حاضری دیتے رہے اس سے سابقہ مسلمان سلاطین کی یہ روایت جو عقیدت و محبت کی بنیاد پر چلی تھی اب رسمیت و سیاست کا حصہ بن گئی۔ مشہور وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے کسی موقع پر کہا تھا:

''میں نے اپنی زندگی میں دو بزرگ ایسے دیکھے ہیں جو اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں پر اس طرح حکومت کرتے ہیں گویا بنفس نفیس ان کے درمیان موجود ہیں، ان میں سے ایک خواجہ معین الدین اجمیری ہیں اور دوسرے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر ہیں'' (تذکرہ خواجہ اجمیری ص۴۹)

خواجہ کے مواعظ وارشادات

حضرت خواجہ کے مواعظ و ملفوظات آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی نے ''دلیل العارفین'' کے نام سے مرتب فرمائے، دلیل العارفین تصوف کی مایہ ناز کتاب شمار ہوتی ہے اس میں خواجہ کاکی رحمہ اللہ نے بارہ مجالس کے ملفوظات جمع کئے ہیں، ہر مجلس میں خواجہ کے معتقدین و متوسلین اور معاصر مشائخ میں سے جو سربرآوردہ و قابل ذکر حضرات شریک ہوئے، نام بنام خواجہ کاکی نے ان کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

مثلاً پہلی مجلس بغداد میں فقہ حنفی کے مشہور امام ابوالیث سمرقندی رحمہ اللہ کی مسجد میں منعقد ہوئی، اس مجلس میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ داؤد کرمانی علیہم الرحمہ جیسے کبار مشائخ شریک تھے۔

اس مجلس میں خواجہ صاحب نے خواجہ قطب الدین کو بیعت فرمایا اور خرقہ عطا فرمایا جو کلاہ چہار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترکی کہلاتا تھا۔ [1]

آٹھویں مجلس میں مشائخِ چشت کے اوراد و وظائف بیان ہوئے ہیں جو آپ نے خواجہ کاکی کو تلقین فرمائے اس طرح تمام مجالس میں خواجہ نے شریعت وطریقت اور فقہ وتصوف کے جو جو نکات ارشاد فرمائے وہ منقول ہیں...... ایک ملفوظ میں ارشاد فرمایا:

> عاشق کا دل آتشِ محبت سے دہکتا رہتا ہے، اس میں جو خیال آتا ہے خاکستر ہو جاتا ہے اور آنے والی چیز نابود ہو جاتی ہے کیونکہ آتشِ محبت سے زیادہ کسی اور آگ میں تیزی نہیں، بہتی ندیوں کے پانی کی آواز سنتے ہوئے کیسا شور ہوتا ہے لیکن جب دریا میں پہنچتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔

وفات حسرتِ آیات

آپ کے سالِ وصال میں اختلاف ہے، اکثر تذکرہ نگاروں نے ۶۳۳ ہجری ماہِ رجب ذکر کیا ہے (خزینۃ الاصفیاء، مونس الارواح، اخبارُ الاخیار) مونس الارواح میں ہے کہ سن مذکور میں چھ رجب سوموار کے دن آپ نے رحلت فرمائی۔

سرمد قلندر کی ذیل کی رباعی سے بھی ۶۳۳ھ کا سن ہی نکلتا ہے۔

شد ز دنیا چو در بہشت بریں	مرشد متقی معین الدین
گفت تاریخ رحلتش سرمد	محرم دل ولی معین الدین
	۶۳۳ھ

اخبارُ الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے آپ کے تذکرے میں لوگوں کا بیان نقل

---

[1] چہار ترکی کلاہ جو چشتی مشائخ اپنے مجازین کو عنایت فرماتے تھے، اس کا مقصد خواجہ عثمان ہارونی نے خواجہ معین الدین علیہ الرحمہ کو خرقہ عنایت فرماتے ہوئے اپنے مرشد حاجی شریف زندانی علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ بیان فرمایا:

مراد از کلاہ چہار ترکی چار ترک است، اول ترک دنیا، دوم ترک عقبیٰ سوائے ذاتِ حق مقصود دیگر نداری سوم ترک خورد و خواب مگر قدرے برائے سدِ رمق است کہ از ضروریات است، چہارم ترک خواہش نفس یعنی ہر چہ کہ بگوید خلاف کسی و ہر چہ ایں چہار چیز ترک کند پوشیدن کلاہ چہار ترکی بادہ زاوار است (تذکرہ خواجہ ص ۸۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا ہے کہ:

خواجہ اجمیری کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی پر یہ نقش ابھرا ہوا تھا (شائد کوئی لطیف غیر مرئی نقش ہو جو اہلِ بصیرت کو نظر آیا ہو)

"حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ"

ترجمہ: اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں چل بسا۔

مأخذ ومراجع

تذکرہ حضرت خواجہ اجمیری (طالب ہاشمی) اخبارُ الاخیار (شیخ عبد الحق محدّث دہلوی) تاریخ دعوت وعزیمت (ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ) بزمِ صوفیہ (صباح الدین عبد الرحمان) جغرافیہ خلافتِ مشرقی (ایچ جی ولز) اسلامی انسائیکلو پیڈیا (قاسم محمود)

گمان آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا	بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے	وہ کیا تھا؟ زورِ حیدر، فقرِ بوذر، صدقِ سلمانی

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اِس کے دست و بازو کا	نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
یقینِ محکم ، عملِ پیہم ، محبت فاتحِ عالم	جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مَردوں کی شمشیریں

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب دوم)

محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

ولادت، نام ونسب اور تعلیم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ولادت ۴۷۰ھ میں ایران کے صوبہ گیلان میں ہوئی (گیلان کا عربی تلفظ جیلان ہے اور آپ جیلانی وطن کی نسبت سے ہی کہلاتے ہیں) آپ سادات حسنی تھے، دس واسطوں سے آپ کا شجرۂ نسب حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے جاملتا ہے، ۱۸/سال کی عمر میں آپ مرکزِ اسلام بغداد تشریف لائے، حسنِ اتفاق کہئے یا رشد وہدایت کے غیبی نظام کا ظہور کہ اس سال امام غزالی رحمہ اللہ مدرسہ نظامیہ کے سلسلہ درس وافتاء اور مسندِ رشد واصلاح کو الوداع کہہ کر خلق خدا سے منہ موڑ کر اور انسانی آبادیوں سے کنارہ کش ہوکر تلاشِ حق اور ایمان ویقین کے حصول کے لئے بغداد سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

اس طرح ایک جلیل القدر امام سے جب عارضی طور پر دار السلام بغداد محروم ہوا تو دوسرے جلیل القدر مصلح وامام کا جس سے آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اصلاح خلق اور اسلام کی اشاعت وحفاظت کے بڑے کام لینے تھے، بغداد میں ورودِ مسعود ہوا، بغداد میں آپ پورے دل وجان سے تحصیل وتکمیل علوم میں مصروف ہوگئے، بغداد علوم وفنون کا گہوارہ اور اصحاب کمال کا مستقر تھا، آپ نے یہاں ہر علم وفن کو اس کے باکمال ماہرین سے حاصل کیا، اوران علوم میں رسوخ وتبحر حاصل کیا، ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی مقامات طے کرتے ہوئے طریقت وتصوف کی طرف متوجہ ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تزکیہ باطن اور مسند دعوت وارشاد پر جلوہ افروزی

شیخ وقت ابوالخیر حماد بن مسلم الدباسؒ سے سلوک وتصوف اور طریقت وتزکیہ نفس میں اصلاح حاصل کی اور قاضی ابوسعید مخرمی سے تکمیل کر کے اجازت وخلافت حاصل کی، ظاہری وباطنی تکمیل کے بعد اصلاح وارشاد کی طرف متوجہ ہوئے، مسند درس اور مسندِ ارشاد دونوں کو بیک وقت زینت بخشی، اپنے شیخ ابوسعید مخرمی کے مدرسہ میں تدریس اور وعظ کا سلسلہ شروع کیا، بہت جلد لوگوں کا آپ کی مجالس کی طرف رجوع عام ہوا، سارا بغداد آپ کی مجالس وعظ وارشاد پر ٹوٹ پڑا، اللہ تعالیٰ نے ایسی وجاہت اور قبولیت عامہ عطا فرمائی کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں ہوئی۔

یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ آپ کے معتقدین خصوصاً احکام وحدودِ شرع سے جاہل مریدین نے آپ کے کمالات وکرامات کے متعلق بے حد غلو سے کام لیا ہے، اور بہت سی بے بنیاد کراماتیں اور واقعات ایسے آپ کی طرف منسوب کئے ہیں، جو نہ آپ سے ثابت ہیں، نہ حدودِ شروع کے دائرہ میں داخل ہیں، بلکہ توحید، رسالت اور تقدیر جیسے بنیادی ارکانِ اسلام سے بھی متصادم ہیں۔ [1]

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں آپ کے حسن اخلاق، علوِ حوصلہ، تواضع وانکساری، سخاوت وایثار کی نہایت بلند الفاظ میں تعریف وتوصیف فرمائی ہے، حافظ شبلی نے ''قلائد الجواہر'' میں بایں الفاظ آپ کو دادِ تحسین دی ہے:

''كَانَ مُجَابَ الدَّعْوَةِ سَرِيعَ الدَّمْعَةِ دَائِمَ الذِّكْرِ كَثِيرَ الْفِكْرِ، رَقِيقَ

---

[1] چنانچہ جرح وتعدیل کے مشہور امام ذہبی نے اپنے زمانہ (آٹھویں صدی) میں اس صورتِ حال پر یوں تبصرہ کیا ہے:
قلت :ليس في كبار المشايخ من له أحوال وكرامات أكثر من الشيخ عبد القادر، لكن كثيرا منها لا يصح، وفي بعض ذلك أشياء مستحيلة (سير اعلام النبلاء، ج٢٠، ص ٤٥٠)
ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کبار مشائخ میں کوئی ایسا نہیں، جس کے احوال وکرامات شیخ عبدالقادر جیلانی سے زیادہ ہوں، لیکن بیشتر ان میں سے صحیح (ثابت) نہیں، اور بعض میں تخیل اور خوش اعتقادی کا غلبہ ہے (اعلام النبلاء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اَلْقَلْبِ، دَائِمَ الْبِشْرِ، کَرِیْمَ النَّفْسِ، سَخِیَّ الْیَدِ، غَزِیْرَ الْعِلْمِ، شَرِیْفَ الْاَخْلَاقِ، طَیِّبَ الْاَعْرَاقِ، مَعَ قَدَمٍ رَاسِخٍ فِی الْعِبَادَۃِ وَالْاِجْتِھَادِ"

ترجمہ: "آپ مستجاب الدعوات تھے، کوئی عبرت کی بات ہوتی تو جلدی آنکھیں ڈبڈبا جاتیں، ذکر وفکر کی دائمی حالت آپ پر طاری رہتی، بڑے نرم دل تھے، خندہ پیشانی اور بشاشت سے متصف تھے، کریم النفس، فراخ دست، وسیع العلم، بلند اخلاق، عالی نسب تھے، عبادت وریاضت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

آپ کی کرامات

آپ کی ذات سے باتفاق مورخین بہت کثرت سے کرامات صادر ہوئیں، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام اور امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ دونوں بزرگ یک زبان ہیں کہ شیخ کی کرامات بہت کثرت سے ہیں (ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب)

البتہ بہت سی آپ کی طرف منسوب کرامات غلو پرمبنی ہیں (جیسے کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں) ہر حسی اور مادی کرامت سے بڑی آپ کی یہ معنوی کرامت تھی کہ آپ اپنے مواعظ و ارشادات وغیرہ کے ذریعہ مردہ وویران دلوں کی مسیحائی کرتے ہوئے انہیں ایمان واعمال صالحہ والی زندگی کی اُمنگوں سے بھر دیتے اور ایمان ویقین کے جذبے سے سرشار کر دیتے۔

اور یہ درحقیقت نیابت نبوت اور وراثت رسالت کا بلند تر رتبہ ہے جس پر ہر زمانے میں خاص شان کے بزرگ ہی فائز کئے جاتے ہیں۔۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

یہ بزرگ اصلاح وارشاد خلق کے لئے ہی درحقیقت بھیجے جاتے ہیں، انسانی نفسیات اور جبلت کے تاریک ترین گوشوں تک ان کی نظر جاتی ہے اور اپنی مسنون سیرت واخلاق کو سامنے رکھ کر ربانی تائیدات کے بل بوتے پر معالجہ نفوس اور تداوی ارواح وقلوب اور طہارت

toobaa-elibrary.blogspot.com

اقوام وملل کے ایسے تیر بہدف نسخے کام میں لاتے ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے زمانے کا رخ بدل جاتا ہے اور معاشرہ میں سعادت مندی و نیک بختی پنپنے لگتی ہے۔ شیخ نجم الدین اسحاق نے ایسے ہی بزرگوں کے مقام کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

عَلِیْمٌ بِاَدْوَاءِ النُّفُوْسِ یَسُوْسُهَا بِحِکْمَتِهٖ فِعْلَ الطَّبِیْبِ الْمُجَرَّبِ

یعنی جس طرح ایک حاذق طبیب (ماہر معالج) ہر طرح کی بیماریوں اور ان کے اسباب ونتائج کو جانتا ہے اور ہر عمر ومزاج کے مریضوں کا علاج کرتا ہے اور کمال فن اور فراست طبیہ کی وجہ سے صرف چہرہ دیکھ کر یا نبض پر انگلیاں رکھ کر سب کچھ سمجھ لیتا ہے اسی طرح ملت اور افراد ملت کے تمام امراض جدیدہ ومزمنہ اور ظاہرہ وخفیہ کا نباض ہونا اور انسان کی ذہنی ونفسی اور روحانی بیماریوں کو محض ایک فراست بھری نظر سے جانچ لینا اور ہر مریض کو اس کی حالت کے مطابق نسخہ دینا یہ انہی نفوس خاصہ کا مقام ہے۔

آپ کی مجالسِ وعظ، اشاعت اسلام کی نرسریاں

آپ کا وجود باوجود انحطاط اور روحانی زوال کے اُس خاص دور میں چمنستان اسلام کے لئے بادِ بہاری تھا، جس نے بجھے ہوئے دلوں میں ایمان ویقین کی نئی روح پھونک دی، اور عالمِ اسلام میں اسلام اور روحانیت کی ایک نئی لہر دوڑا دی، اور آپ کا فیض اسلامیوں سے گذر کر غیر مسلموں کو بھی نہال کر گیا، شیخ عمر کیسانی جلاء العینین میں لکھتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں بکثرت یہودی وعیسائی اسلام قبول کرتے، اور جرائم پیشہ اور مبتلاء کبائر لوگ توبہ تائب ہو کر صالح اسلامی زندگی میں داخل ہوتے، اور فاسد الاعتقاد اور اہل بدعت اپنے عقیدوں کی خرابی اور خلاف سنت اعمال سے توبہ کرتے۔

شیخ کے ایک معاصر بزرگ جبائی بیان فرماتے ہیں کہ شیخ نے خود مجھ سے فرمایا کہ میری تمنا ویرانیوں کی طرف نکل جانے کی ہے کہ کسی کو مجھ سے اور مجھ کو کسی سے واسطہ اور تعلق نہ رہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے، میرے ہاتھ پر ہزاروں یہود و نصاریٰ مسلمان ہو چکے ہیں، لاکھوں جرائم پیشہ اور عیار افراد توبہ کر چکے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

آپ کے تذکرہ نگاروں نے اس طرح کے واقعات بکثرت لکھے ہیں جو بغداد میں عامۃ المسلمین اور ذمی کفار کی اصلاح اور ایمان کے سلسلے میں پیش آئے، آپ تزکیہ باطن اور نفوس کے اصلاح میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس، افتاء، تصحیح عقائد اور مذہب اہل سنت کی ترویج و اشاعت سے غافل نہ تھے، عقائد اور فقہی مذہب میں آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریق پر تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ہاں توحید اور سنت کے احیاء اور اشاعت کا جو خاص ذوق ہے آپ کی ذات سے اس کو بڑی تقویت و تائید حاصل ہوگئی اور اس کے مقابلے میں اعتقادی و عملی بدعات کے دھندے مٹنے چلے گئے۔

شیخ کا عہد اور مسلم معاشرے کا اندرونی بگاڑ

شیخ ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور پھر مرتے دم تک یہیں رہے آپ کا یہ عہد ستر سال سے زیادہ عرصے پر مشتمل ہے اس پورے زمانے میں مرکز ملت بغداد میں بالخصوص اور پورے عالم اسلام میں بالعموم بکثرت انقلابات اور تاریخی واقعات پیش آئے، اس عرصے میں یکے بعد دیگرے پانچ عباسی خلفاء کا عروج و زوال شیخ نے دیکھا۔

شیخ کی آمد کے وقت خلیفہ مستظہر باللہ تخت خلافت پر متمکن تھے (متوفی ۵۱۲ھ) اس کے بعد بالترتیب مسترشد باللہ، راشد باللہ، المقتفی لامر اللہ اور مستنجد باللہ خلیفہ ہوئے یہ زمانہ سلجوقیوں کے بھی عروج کا عہد ہے جنہوں نے اپنا ڈنکا سارے عالم اسلام میں بجایا کاشغر سے لے کر قسطنطنیہ کی دیواروں تک اپنا سکہ چلایا، بغداد عرصہ تک ان کی ترکتازیوں کی زد میں رہا اور عباسی خلافت کو انہوں نے اپنا زیر نگیں رکھا۔ شیخ کے زمانے میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی کشمکش عروج پر تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کئی دفعہ سلطانی لشکر اور خلیفہ کی فوجوں میں معرکہ آرائی وخنجر آزمائی بھی ہوتی رہی اس طرح مسلمان محض اقتدار کے حصول اور حب جاہ ومال کی خاطر آپس میں بے دریغ ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے۔ مسترشد جو عباسیہ کا سب سے طاقتور، حوصلہ مند اور شجاع خلیفہ تھا اور سلجوقیوں کے ساتھ اکثر معرکوں میں یہی فتح مند ہوتا رہا ۵۱۹ھ رمضان میں سلجوقی فوجوں کے ہاتھوں اسے شکست فاش ہوئی اور یہ قید کرلیا گیا، یہ خلیفہ خاص وعام سب کی نظروں میں اتنا محبوب ومقبول تھا کہ خلیفہ کے غم اور مصیبت نے ساری قوم کو بیقرار کردیا، بغداد اور عالم اسلام کے دوسرے شہر عمومی انتشار اور عوامی احتجاج کی زد میں آگئے بغداد میں لوگوں نے جماعت تک میں شریک ہونا چھوڑ دیا، مساجد ویران ہوگئیں، عورتیں سروں سے دوپٹہ اتار کر نوحہ کرتی ہوئی نکل کھڑی ہوئیں ان حالات سے سلجوقی سلطان سنجر لرزہ براندام ہوا(ابن کثیر)

اس سیاسی انتشار کے جلو میں دینی واخلاقی انحطاط بھی زوروں پر تھا جس کا بڑا مرکز مستقر خلافت بغداد ہی تھا اور پورے عالم اسلام میں ایک عمومی دینی زوال سیلاب بلا کی طرح بڑھتا چلا آرہا تھا اس کے علاوہ ملحد فلاسفہ اور تصوف واعتزال کا لبادہ اوڑھے ہوئے زنادقہ اور باطنیین وروافض وغیرہ فرق باطلہ اور نام نہاد درباری علم فروش طبقات نے بغداد اور دوسرے اہم اسلامی شہروں میں اودھم مچار کھا تھا۔ یہ حالات دیکھ دیکھ کر شیخ کی کڑھن میں اضافہ ہوتا تھا اور حمیت اسلامی، غیرت دینی اور نصرت حق کا جوش شیخ کے سینہ میں اُمنڈتا تھا۔

زور دو دین ہمہ پیران راہ را ———— دلہا خستہ جگرہا کباب اند

کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں؟

یہ قلبی احساس اور دردِ دین کی ٹیسیں جب ضبط وتحمل کے بندھن توڑ کر شیخ کے مواعظ وخطبات میں امڈ آتیں تو حقائق اور دردو محبت کے دریا بہہ جاتے اور شیخ کی زبان کا ایک ایک لفظ عبرت کا تازیانہ بن کر حاضرین وسامعین کے دلوں پر پڑتا، شیخ کے مواعظ ومقالات جو آج بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

''فتوح الغیب'' اور ''الفتح الربانی'' کے قلمبند مجموعوں میں محفوظ ہیں پڑھنے والوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت اور درد کی کسک پیدا کردیتے ہیں اور بعض خاص مزاجوں کے لئے تو یہ شعلہ جوالہ کی حیثیت رکھتے ہیں تو جو لوگ خود ان مجالس میں شریک ہوتے تھے شیخ کے یہ وعظ جو اکسیر سے بڑھ کر تاثیر رکھتے تھے ان پر کیا اثر دکھاتے ہوں گے؟ [1]

مواعظ کے کچھ نمونے

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے اے باشندگانِ زمین! آؤ جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کردیں، اور جو ڈھے گیا ہے اس کو درست کردیں، یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی، سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ اے سورج، اے چاند، اور اے دن تم سب آؤ'' (ملفوظات الفتح الربانی)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے:

''اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں سے جو ان میں موجود نہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد کر رہا ہے اپنے سے پہلوں اور موجود لوگوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے ناگہاں دنیا سے گذر کر ایسے ہوگئے گویا کبھی تھے ہی نہیں، تیرا دل کس قدر سخت ہے، کتا بھی شکار کرنے اور کھیتی اور مویشی کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر خوشی کا

---

[1] شیخ کے علاوہ بھی جو نامور علمائے حق، داعیین اسلام، محدثین، مفسرین، فقہاء مشائخ، نیک دل امراء و حکام اور بعض سلاطین جو اس دور میں ہوئے سب نے عظمت و عزیمت کی ایک سے بڑھ کر ایک داستان رقم کی جو کہ ہماری شاندار ماضی کا سنہرا باب ہے ہر زمانے کے اہل حق کے ان طبقات کے ہاتھوں ہی شر کا انسداد ہوا ہے اور تاریخ نے اپنا رخ بدلا ہے سب کی عظمتوں کو ہم سلام کرتے ہیں۔ امجد۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اظہار اچھل کود کے ساتھ کرتا ہے، حالانکہ وہ اسے شام کو صرف چند نوالے کھانا ہی دیتا ہے اور تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو جو یہ نعمتیں دیکر تجھ سے مقصود ہے اس کو تو پورا نہیں کرتا اس کا حکم رد کرتا ہے اور اس کی حدود شریعت کی حفاظت نہیں کرتا'' (الفتح الربانی)

دنیا پرست علم فروشوں اور نفس کے غلام گدی نشینوں وخرقہ پوشوں پر یوں تازیانہ برساتے ہیں:

''اے علم وعمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت؟ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے خلق خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم ونفاق میں آلودہ ہو یہ نفاق کب تک رہے گا اے عالمو! اور اے صوفیو درویشو! شاہان وسلاطین کیلئے کب تک منافق بنے رہو گے کہ ان سے دنیا کا زر ومال اور شہوات ولذات لیتے رہو'' (الفتح الربانی مترجم مجلس ۵۱)

ایک مجلس میں توحید خالص کی یوں تعلیم دیتے ہیں:

''اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تمہیں سنبھالتا ہے وہ تمہیں جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچالے گا...... کب تک ماسوائے حق سے وابستہ رہو گے؟ اس اللہ کو چھوڑ کر جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور بنانے والا ہے اول ہے آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے دلوں کی محبت روحوں کا اطمینان، گرانیوں سے خلاصی بخشش و احسان ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے اس کی طرف سے ان کا صدور ہے'' (فتوح الغیب مترجم مقالہ ۱۲)

ایک اور مجلس میں فرماتے ہیں:

toobaa-elibrary.blogspot.com

''ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، بس خدا تعالیٰ یہ ان کے ہاتھوں کرا دیتا ہے اس کا فعل تیرے اندر اور ساری مخلوقات کے اندر تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، جو موحد اور نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں .... بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازے پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں کسی کو بھی اس کے اندر داخل نہیں ہونے دیتا اور اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہے'' (الفتح الربانی مترجم مجلس ۱۳)

کتاب غنیۃ الطالبین

حضرت شیخ نے تصنیف و تالیف کی راہ سے جو خدمت دین فرمائی اس سلسلہ کی اہم کڑی غنیۃ الطالبین (غنیۃ الطالبی طریق الحق) آپ کی معروف تصنیف ہے۔ [1]

شیخ چونکہ فقہی مذہب میں حنبلی تھے اس لئے احکام فقہ حنبلی کے مطابق تحریر فرمائے ہیں، باقی اسلامی آداب بھی بہت اچھے انداز میں جمع فرمائے ہیں۔

اس کتاب کا اگر اس پس منظر میں جائزہ لیا جائے جو پانچویں اور چھٹی صدی میں حالات تھے تو اس کی صحیح اہمیت واضح ہوتی ہے۔

اس وقت اصحاب جدل و مناظرہ مناطقہ و فلاسفہ، باطنیین، زنادقہ و ملحدین نے اسلام پر مشق ستم کرتے ہوئے اسے بازیچۂ اطفال بنایا ہوا تھا اور امت کو یہ طبقے عجیب بھول بھلیوں کی طرف

---

[1] اہل سنت کے چاروں فقہی مذاہب میں توحید و سنت کی حد بندی کے معاملہ میں حنبلی مذہب زیادہ حساس اور سخت گیر شمار ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ ایک حنبلی المذہب فقیہ و شیخ کے نام پر برصغیر میں بدعات و خرافات کا بازار گرم ہے۔ ملحوظ رہے کہ کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کا شیخ کی تصنیف ہونے میں بعض اہل علم کو اختلاف بھی رہا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لے جارہے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے امت اور ان کے دین کی حفاظت اور اسلام کی نصرت کے لئے جن قدسی ہستیوں کو لاکھڑا کیا ان میں جہاں ایک طرف امام غزالی کا بہت بڑا کام ہے کہ فلسفہ معقولی وکلامی مباحث کے دھاروں کے آگے بند باندھنے کا کارنامہ انہوں نے سرانجام دیا تو اس دور میں صوفیاء ہی کے گروہ میں شیخ کی تجدیدی شان کی حامل خدمات ہیں، شیخ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے خانقاہی سلسلہ قائم فرما کر مسلمانوں میں نئی دینی زندگی، نیا نظم وضبط اور نئے سرے سے ایمانی شوق وولولہ اور حرکت وعمل پیدا کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے طریقہ پر ایمان وعمل اور اتباع شریعت کے لئے بیعت لے کر ان کی سابقہ غفلت والی زندگیوں کا سارا نقشہ ہی بدل دیا، جدل ومناظرہ، کلامی مباحث اور قیل وقال سے دماغی اسلام تو پیدا ہو سکتا تھا لیکن قلب کی بجھی ہوئی انگیٹھی میں کوئی حرارت اور سوز وتپش تو نورِ نبوت سے، نبوت والے طریقے کی محنت سے، قلب میں محبت الٰہی کا شعلہ روشن کر کے اس شعلے سے دوسروں کے سینے روشن کرنے سے ہی آ سکتا تھا، یہی وہ امتیاز ہے جو حضرات صوفیاء کرام کو متکلمین اور دوسرے علماء ظاہر پر حاصل رہا ہے، امام غزالی نے فلسفہ وکلام سے لے کر مراقبات واشغال تک کے اپنے دینی وروحانی سفر کی روئیداد اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں بیان فرمائی ہے، اس میں یہی نکتہ اٹھایا ہے کہ کلامی وفلسفیانہ مباحث عقل کو ساکت ولا جواب تو کر سکتے ہیں لیکن انشراح صدر اور اطمینان کلی اس راہ سے حاصل ہونا انتہائی نادر ہے، اس پیاس نے غزالی کو نظامیہ کی مسند ارشاد سے اٹھا کر بیابانوں کی خاک چھاننے اور حقیقت ومعرفت وجہت کا راز پانے کے لئے سرگرداں کیا اور صوفیاء کے طریقے کا شیدا بنایا۔

بہرحال شیخ نے اس خانقاہی راہ سے تزکیہ کے ذریعے رجال کار تیار کر کے دین کے داعیوں اور نفوس واخلاق کے مربیوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی، آپ کے بعد آپ کے باصدق وصفا خلفاء اور متوسلین نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا یہ سلسلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاری رکھا، اس طرح سلسلہ قادریہ کے نام سے تصوف کے مشہور سلاسل میں ایک مستقل جدید سلسلہ وجود میں آیا اور عرب وعجم میں عراق، یمن، برصغیر پاک وہند، جاوا، ساٹرا (انڈونیشیا) اور افریقہ میں لاکھوں لوگوں کی ہدایت اور اصلاح وتربیت کا یہ سلسلہ گہوارہ بنا۔

وفات حسرت آیات

زمانہ دراز تک عالمِ اسلام کو اپنے کمالات ظاہری وباطنی سے مستفید کر کے، مسلمانوں میں رجوع الی اللہ اور روحانیت کا عمومی ذوق پیدا کر کے ۵۶۱ھ میں ۹۰/سال کی عمر میں شیخ نے وفات پائی۔

آپ کی وفات کے وقت کے حالات وکیفیات آپ کی سوانح میں محفوظ ہیں اسی طرح تحصیلِ علوم واخذ فیضِ باطن کے زمانے میں آپ کے مجاہدات وریاضیات جن سے گزرنا کاملین ہی کے دل گردہ کی بات ہے یہ سب بھی تاریخ میں مذکور ہیں۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ
وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کرلیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوبِ گماں تو ہے

(باب سوم)

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ

شہاب الدین لقب، ابو حفص کنیت، نام عمر بن عبداللہ وطن سہروَرد (عراق) ولادت سنہ ۵۴۲ھ وفات سنہ ۶۳۲ھ۔ [1]

شیخ کا زمانہ

شیخ کے زمانے میں بغداد کے تختِ خلافت پر درجِ ذیل خلفائے عباسیہ یکے بعد دیگرے متمکن ہوتے رہے۔

خلیفہ المقتفی لامراللہ (۵۳۰ھ تا ۵۵۵ھ)، خلیفہ مستنجد باللہ (۵۵۵ھ تا ۵۶۶ھ) خلیفہ مستضی بامراللہ (۵۶۶ھ تا ۵۷۵ھ) خلیفہ ناصرلدین اللہ (۵۷۵ھ تا ۶۲۲ھ) خلیفہ ظاہر بامراللہ (۶۲۲ھ تا ۶۲۳ھ) خلیفہ مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ)

خراسان میں غوری سلطنت کی بناء بھی ۵۵۰ھ کے قریب اسی عہد میں پڑی، اسی سلطنت کے مردِ آہن سلطان شہاب الدین غوری نے دلی و اجمیر کو فتح کر کے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

سلجوقی کشور کشا سلطان سنجر کی ترک تازیوں کا بھی یہی زمانہ ہے، جس نے ۵۵۲ھ میں ۷۳

---

[1] سہرورد عراق عجم میں ہمدان و زنجان کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر اور آپ کے شیخ ضیاء الدین ابو نجیب اور شیخ الشیخ یعنی ضیاء الدین ابو نجیب کے شیخ وجیہ الدین تصوف کی اس سنہری لڑی کی یہ تینوں اوپر تلے ہستیاں اس موضع سہرورد کے رہنے والے تھے، اس وجہ سے تصوف کا یہ مستقل معروف سلسلہ سہروردیہ کے نام سے موسوم ہوا، ہندوستان (برصغیر) میں شیخ شہاب الدین کے خلیفۂ اعظم شیخ بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ کے ذریعے اس سلسلہ کا فیض پھیلا اور ملک کے طول و عرض میں جڑ پکڑ گیا، شیخ بہاؤالدین زکریا کو شیخ شہاب نے محض ستر (۷۰) دنوں کی صحبت کے بعد خلافت عطا فرما کر اشاعتِ اسلام کے لئے ملتان بھیجا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سال کی عمر میں وفات پائی، سلطان نورالدین زنگی اور اس کے لائق جانشین اور اسلام کے نامور سپوت فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی اور ان کی فرنگی صلیبیوں کے ساتھ تمام معرکہ آرائیوں کا زمانہ بھی یہی ہے، سلطان زنگی کی وفات ۵۶۹ھ میں اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات ۵۸۹ھ میں ہوئی اور بیت المقدس نوے سال تک صلیبیوں کے قبضے میں رہنے کے بعد ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں اسی عہد میں آزاد ہوا اور مسلسل اُمت مسلمہ کی جبین نیاز سے ماموررہا تا آنکہ بیسویں صدی عیسوی کے وسط میں سقوط خلافت ترکیہ کے بعد یہ دولت دوبارہ امت مسلمہ سے چھن گئی اور آج مسجد اقصیٰ اپنی بازیابی کے لئے پھر کسی صلاح الدین ایوبی کی راہ تک رہی ہے۔

چنگیز خان (۵۴۹ھ تا ۶۲۴ھ) کا ظہور اور تاتاریوں کا بلا د اسلامیہ پر خروج کا دور پر آشوب بھی یہی ہے، تمام ترکستان اور خراسان اپنی گنجان اسلامی آبادیوں، سلطنتوں، ریاستوں، ولایتوں اور سینکڑوں سال میں پروان چڑھی ہوئی آفاقی تہذیب وتمدن اور گہوارہائے علوم وفنون اور لاکھوں یگانۂ روزگار وباکمال علماء ودانش وروں سمیت اس پہلے سیلابی ریلے میں غرقاب ہوگیا (تاتاریوں کا دوسرا سیلابی ریلا ہلاکو خان کی سرکردگی میں ۶۵۶ھ میں بغداد کے مرکز خلافت کو بھی بہالے گیا، اس طرح تاتاریوں کے ہاتھوں خلافت مشرقی کا خاتمہ ہوگیا)

فاطمین مصر کی باجبروت باطنی سلطنت کا ۲۷۲ سال تک کروفر دکھا کر ۵۶۷ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں خاتمہ اور مصر میں ایوبی سلطنت کی بنا بھی اسی عہد کی تاریخ کا حصہ ہیں، غرضیکہ یہ پورا عہد جو کم وبیش ایک صدی پر مشتمل ہے، عالم اسلام میں بڑے بڑے انقلابات وحوادث سے پُر ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ آپ کے حلقہ ارادت میں

بلبل شیراز شیخ مصلح الدین سعدی علیہ الرحمہ جیسے تشنہ کام محبت بھی شیخ شہاب الدین سہروردی

toobaa-elibrary.blogspot.com

علیہ الرحمہ کے سلسلہ فیض سے وابستہ تھے، گلستان میں آپ کا تذکرہ سعدی نے کیا ہے۔
شیخ شہاب صدیقی النسل ہیں آپ کا سلسلہ نسب خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق سے جاملتا ہے، شجرہ نسب یہ ہے، ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن سعد بن قاسم بن علقمہ بن نضر بن معاذ بن عبدالرحمان بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم۔ ؎[1]

شجرہ طریقت

پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ سہرورد کی نسبت علاقائی ہے اور شیخ شہابؒ جو سلسلہ سہروردیہ کے بانی شمار ہوتے ہیں وہ خود اور ان سے اوپر کے دو بزرگ بھی اس قصبہ سہرورد کے تھے یعنی شیخ شہاب کے مرشد شیخ ضیاء الدین ابونجیب (جو رشتے میں آپ کے حقیقی چچا بھی تھے) اور شیخ ابو نجیب کے شیخ وجیہ الدین سہروردی، آپ سے اوپر تک پورا شجرہ طریقت یوں ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی عن شیخ وجیہ الدین سہروردی عن شیخ ابوعبداللہ عن شیخ اسود احمد دینوری عن شیخ ممتاز علی دینوری عن خواجہ جنید بغدادی عن خواجہ سری سقطی عن خواجہ معروف کرخی عن خواجہ داؤد طائی عن خواجہ حبیب عجمی، عن حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ عن حضرت علی کرم اللہ وجہہ عن سرکار دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیخ کا علمی مقام

شیخ صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے، فقہ شافعی کے پیرو تھے امت میں جو مرتبہ

؎[1] یہ شجرہ ابن حیان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے لیکن خود وفیات الاعیان میں ہی ابن نجار کی تاریخ بغداد کے حوالے سے جو شجرہ منقول ہے وہ اس سے قدرے مختلف ہے وہاں قاسم سے آگے شجرہ یوں ہیں، نضر بن سعد بن نضر بن عبدالرحمان آگے پھر یکساں ہے، گویا قاسم اور عبدالرحمان کے درمیان تین ناموں کا اختلاف ہے، ابن حیان نے ابن نجار کی تاریخ بغداد سے یہ تصریح نقل کی ہے کہ میں نے یہ شجرہ شیخ ابونجیب سہروردی کی اپنی لکھی ہوئی تحریر سے نقل کیا ہے اس بناء پر ابن حیان نے تاریخ بغداد والے شجرہ کو اس عام معروف شجرہ سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے، اور شیخ ابونجیب شیخ شہاب کے چچا اور ان کے شیخ ومرشد ہیں (وفیات الاعیان لابن حیان ج ۲ ص ۹۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کمال آپ کو حاصل ہوا اور پیشوائی کے جس اونچے مقام پر آپ فائز ہوئے اس تک پہنچنے میں فقہ وتصوف دین کے دونوں دھاروں اور ہدایت کے ان دونوں شعبوں کے حامل اور جامع ہونے کو خاص دخل ہے اور یہی جامعیت کی شان سلف صالحین کا طرہ امتیاز تھا، خیر القرون کے تینوں ادوار جو اس امت کے افضل ترین اور مبارک ترین زمانے ہیں ان زمانوں میں ابھی علوم وفنون اور مختلف دینی علمی وعملی شعبوں کی تقسیم اس انداز سے نہیں ہوئی تھی جس طرح بتدریج بعد کے زمانوں میں ہوتی گئی ان زمانوں میں اہلِ علم میں جامعیت کی شان عام تھی اور کاملیت کا وصف تام تھا، بعد کے ادوار میں تقسیم کار کی مصلحت کہہ لیجئے یا اور بھی اسباب جو وجود میں آئے اس سے یہ جامعیت کا وصف بتدریج کمزور پڑتا گیا، نت نئے نظریات اور طرح طرح کی گمراہیاں ظاہر ہونے لگیں، نااہل وبدعمل لوگ مختلف نفسانی ودنیوی اغراض کے حصول کے لئے علم وکمال کے دعویدار ہونے لگے، اپنی چرب دماغی اور عیاری سے مختلف وزراء وامراء کو اپنا گرویدہ بنا کر دولت وحکومت کے زور پر کسی بدعملی یا بدعقیدگی کو رواج دیتے اور اپنی بڑائی جتلاتے اس طرح امت میں طرح طرح کے انتشار وافتراق کے راستے کھلتے، تاریخ کے صفحات پر متاخرین کے زمانے کے بہت سے اہل کمال قحط الرجال اور علم وہدایت کے زوال کا رونا روتے نظر آتے ہیں ۔

یَانَاعِیَ الْاِسْلَامَ قُمْ وَانْعَ   قَدْ زَالَ عُرْفاً وَبَدَا مُنْکَراً [1]

پہلے ادوار میں تو یہ تھا کہ جو علوم نبوت کے پڑھانے والے استاد تھے وہی شیخ تھے، اور جو شیخ ومرشد تھے وہی استاد بھی تھے، مسند درس پہ جلوہ افروز ہونے والے وہی تھے جو تنہائی اور خلوت کے شب زندہ دار تھے، لیکن بعد کے زمانوں میں اہلِ علم میں جامعیت کی یہ شان محدود ہوتی گئی، اب خال خال اس شان کے لوگ نظر آتے جو ''یعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم'' کے پورے نورِ نبوت کے حامل ووارث ہوں ورنہ عمومی فضا یہ بنتی گئی کہ مسند درس

---

[1] اے اسلام کا نوحہ کرنے والو ذرا اٹھو اور نوحہ کناں ہو جاؤ کہ معروف ومانوس حالات بدل گئے اور بالکل اوپرے ونامانوس حالات رونما ہوگئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے تاجدار باطن کے کورے اور اصلاح وارشاد کے روشن ضمیر علوم ظاہر سے تہی دست یا کم مایہ تھے، ابنائے زمانہ کی پست ہمتی کی وجہ سے تقسیم کار کی مصلحت سے یہ بھی غنیمت تھا لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ یک جہتی انہماک تقسیمِ کار کے بجائے جب تقسیم ملت وامت کا باعث بننے لگا تو اس سے فتنوں کا تانتا بندھ گیا، دین کے کسی ایک شعبے کو لے کر ہی خیر الامم کے بہت سے لوگ مطمئن ہوگئے دوسرے شعبوں سے اعراض ومخالفت یا کم ازکم اس کو غیرضروری اور ثانوی حیثیت ملنے لگی، اس سے جہاں ایک طرف تصوف جیسے شریعت کے تزکیہ نفوس اور اصلاح باطن والے چشمہ صافی میں بدعات وخرافات کی آلودگیاں چور راستوں سے در آئیں تو دوسری طرف علومِ شریعت جن کا فقہاء ومحدثین اور مفسرین ومتکلمین نے صدیوں کی محنتوں سے ایک پورا شیش محل تعمیر کیا تھا، ہوا وہوس کے بندے اور مال وجاہ کے پجاریوں کے ہاتھوں سخت متاثر ہوا۔ [1]

حافظ اور سعدی وغیرہم کے کلام میں جو علمائے ظاہر پر تعریضیں ملتی ہیں وہ علمائے ظاہر کے اسی طبقہ کی کارگزاریوں کا حال ہے۔ [2]

---

[1] ایں چہ شوراست کہ در دور فلک می بینم ہمہ آفاق پر زفتنہ وشرمی بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیرِ پالاں طوقِ زریں ہمہ درگردنِ خرمی بینم

[2] دور کیوں جایئے اسی خطہ پنجاب میں اس کی ایک مثال حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کا کلام ہے جس میں باقی عالمِ اسلام کی طرح اس دور میں پنجاب کی اس مذہبی تقسیم اور علماء وصوفیاء کی چشمک پر روشنی پڑتی ہے، حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ جس شان کے بزرگ تھے وہ ان کی سوانح سے ظاہر ہے، اپنے کلام میں ایک جگہ بعض علمائے سوء جنہوں نے دین کو محض ایک قانونی ضابطہ اور کچھ ظاہری اعمال تک محدود کردیا تھا دل کی انگیٹھی میں محبت الٰہی کی چنگاری سلگانے سے وہ تہی دست تھے ان کی یوں شکایت کرتے ہیں۔

مذہباں دے دروازے اچے راہ ربانا موری ہو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں چھپ چھپ لنگھے چوری ہو
اڈیاں مارن کرن بکھیڑے درد منداں دے کھوری ہو
باہو چل اتھائیں ویئے جتھے دعویٰ نہ کسے ہوری ہو

آپ کا زمانہ گیارہویں صدی ہجری ہے سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ہم عصر تھے علاقہ جھنگ تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور دوسری طرف بعض علمائے ظاہر کا تصوف اور صوفیاء کے سلسلے میں جو رویہ رہا وہ انہی نام نہاد جاہل صوفیوں کی کارستانیوں پر ردعمل تھا جو لباس خضر میں رہزنی کرتے تھے، مولانا روم نے ان گندم نما جوفروشوں سے سالکین راہ کو یوں خبردار کیا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نباید داد دست

جس کا مطلب بزبان اقبال یہ ہے ۔

دنیا میں رہنا ہے تو پہچان پیدا کر ۔۔۔ لباس خضر میں ہزاروں رہزن پھرتے ہیں

شیخ شہاب نے حدیث، فقہ، تصوف اور وعظ وارشاد کی تعلیم اپنے مرشد (اور چچا بھی) حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی سے حاصل کی، حدیث کی سماعت آپ نے مزید بھی کئی محدثین سے کی، علم ادب اور دیگر علوم عقلیہ میں بھی دستگاہ رکھتے تھے طریقت میں اپنے چچا کے علاوہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، شیخ ابومحمد ابن عبد اور کچھ دیگر مشائخ سے بھی فیض یاب ہوئے، تکمیل سلوک اور تحصیل مقامات کے بعد شیخ نے اپنی مجلس وعظ وارشاد جاری فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان وبیان میں ایسی حلاوت اور صحبت ومجالست میں ایسی کشش وجاذبیت عطا فرمائی تھی کہ خلق خدا آپ کی مجالس وعظ پر ٹوٹی پڑتی تھی، مقبولیت اللہ تعالیٰ نے ایسی عطا فرمائی تھی کہ عروس البلاد بغداد جیسے سرچشمہ علوم وہدایت میں جہاں ایک سے بڑا ایک علم ومعرفت کا شناور موجود تھا آپ شیخ الشیوخ (سرتاج علماء واولیاء) بن کر ابھرے، اور یہ لقب پھر مستقل آپ کے نام کا حصہ قرار پایا، زہے عزوشرف۔

خلفاء ومجازین

بغداد جیسے مرکز اسلام میں شیخ الشیوخ ہونے کے مقام پر فائز شخصیت جو تصوف کے ایک مستقل سلسلہ کے بانی قرار پائے ان کے مریدین، متوسلین اور مجازین کی جو کثرت ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے، آپ کے ممتاز وسربرآوردہ خلفاء میں سے جن کے حالات تاریخ میں محفوظ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں نمایاں ترین ہستیاں یہ ہیں:

(۱)......شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی، ان ہی کے ذریعہ سہروردی سلسلہ برصغیر پاک وہند میں پھیلا (۲)...... قاضی حمید الدین ناگوری (۳)......شیخ جلال الدین تبریزی رحمہ اللہ۔

مؤخر الذکر دونوں بزرگ ہندوستان تشریف لائے، لیکن یہاں چشتیہ بزرگوں کی کشش نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا، اور پھر یہ اسی کے ہو رہے۔

چنانچہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ کا نام تو شیخ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سرفہرست آتا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی رحمہ اللہ کا فیض بنگال میں پھیلا، اس طرح کشمیر میں اشاعت اسلام کا سہرا جن بزرگوں کے سر ہے ان میں دو نمایاں ترین نام امیر کبیر سید علی ہمدانی اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانی ہیں یہ دونوں سہروردیہ سلسلہ کی شاخ کبرویہ سے تعلق رکھتے تھے۔

شیخ کی سیاسی خدمات

چنگیز خان کی تاتاری یلغار سے کچھ پہلے جب عباسی خلیفہ ناصر لدین اللہ اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی آپس میں عداوت اور دشمنی زوروں پر تھی اور سلطان خوارزم اپنی طاقت وسطوت کے نشے میں بدمست ہو کر عباسی خلافت پر چڑھائی کر کے مرکز خلافت ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا، اس وقت خلیفہ ناصر نے امت کو اس انتشار وافتراق سے بچانے کے لئے اپنی طرف سے صلح کے لئے جو خیر سگالی وفد خوارزم شاہ کے پاس بھیجا تھا، اس وفد میں سربرآوردہ شخصیت شیخ شہاب ہی تھے، شیخ نے دلسوزی کے ساتھ خوارزم شاہ کو سمجھایا لیکن اس کے سر پر خون سوار تھا وہ شیخ سے گستاخی کا بھی مرتکب ہوا، اس کے بعد خوارزم شاہ سے مزید وہ نالائقیاں سرزد ہوئیں جنہوں نے تاتاری درندوں کے لئے عالم اسلام پر یلغار کرنے کا راستہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاف کردیا، اور تاتاری ریلے کی لپیٹ میں سب سے پہلے خوارزم شاہی سلطنت ہی آئی تھی، تاتاریوں نے یہیں پر سب سے پہلے آگ اور خون کے دریا بہائے تھے، مورخین نے لکھا ہے کہ شیخ شہاب نے خوارزم شاہ کے مندرجہ بالا سلوک اور طرزِ عمل کی وجہ سے اسے بددعا بھی دی تھی۔ ؎

چوں یکے از قوم بیدانشی کرد — نہ کہہ را عزت ماند نہ مہ را [1]

شیخ الشیوخ کا نامور بھانجا

مشہور صاحب دل فارسی شاعر عراقیؔ شیخ الشیوخ کے بھانجے تھے، ان کا تذکرہ مولانا جامیؔ نے نفحات الانس میں کیا ہے، عراقیؔ سیر و سیاحت کرتے کرتے ملتان پہنچے تو یہاں شیخ الشیوخ کے خلیفہ اعظم شیخ بہاؤالدین زکریا کی صحبت و تربیت نے انہیں شکار کر کے گھائل کر دیا۔ ؎

سودے کے لئے بازار گئے ہم — ہاتھ اس کے بکے جس کے خریدار گئے ہم

عراقی اس واردات باطنی کا حال یوں سناتے ہیں:

''بر مثال مقناطیس کہ آہن کشد .... شیخ مرا جذب کند و مقید خواہد کرد، از یں جا زودتر باید رفت''۔

شیخ بہاؤالدین نے اپنی بیٹی عراقی سے بیاہ دی تھی اور ان کی پوری طرح خاطر داری کی۔

عراقیؔ نے ملتان میں کافی عرصہ گذارا اور شیخ کی خانقاہ میں چلہ کشی بھی کی، عالم وجد میں عراقی نے وہاں وہ مشہور منظوم کلام کہا جس نے شیخ پر وجد اور بے خودی کی کیفیت طاری کردی تھی، اس منظوم کلام کے دو اشعار یہ ہیں: ؎

بعالم ہر کجا رنج و ملامت — بہم بردند و عشقش نام کردند

چو خود کردند راز خویشتن فاش — عراقی را چرا بدنام کردند

---

[1] ترجمہ: جب قوم کا ایک فرد نالائق کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی سزا ساری قوم کو بھگتنی پڑ جاتی ہے نہ کسی چھوٹے کی عزت باقی رہتی ہے نہ بڑے کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیخ الشیوخ کی تالیفات علمیہ

اسماعیل پاشا بغدادی نے "ہدیۃ العارفین" میں جس کو کشف الظنون (ملا کاتب چلپی) کا تکملہ سمجھنا چاہیے، آپ کی درج ذیل تالیفات کا ذکر کیا ہے: عوارف المعارف فی التصوف (یہ شیخ کی تصوف پر مشہور زمانہ تصنیف ہے) ارشاد المریدین، الاسماء الاربعون، اعلام الہدیٰ، بہجۃ الابرار، رسالۃ السیر والطیر، رسالہ فی السلوک، الرحیق المختوم، الرسالۃ العاصمیہ، رشف النصائح الایمانیہ وکشف الفضائح الیونانیہ (یہ منطق یونانی کی تغلیط میں ہے) عقیدہ ارباب التقی (ہدیۃ العارفین ج ۵ ص ۷۸۵)

عوارف المعارف تصوف میں بڑے پائے کی کتاب ہے، ۶۳ ابواب پر مشتمل ہے جس میں صوفیاء کے تفصیلی احوال اور سلوک کے اعمال واشغال کا ذکر ہے، عوارف پر نویں صدی ہجری کے نادر روزگار امام میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ کی تعلیقات ہیں اور بعض دیگر علماء نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے، اردو ترجمہ بھی عام ملتا ہے (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۱۷۷)

عوارف المعارف کا تعارف

شیخ شہاب رحمہ اللہ شریعت وتصوف دونوں میں اونچے مرتبہ پر فائز تھے، تصوف میں مستقل سلسلہ کے بانی اور بعد کے مشائخ وصوفیاء کے لئے سند اور معیار تھے آپ کے علوم ومعارف اور باطنی کمالات کا نایاب گنجینہ اور بے مثال نمونہ چونکہ تصوف میں آپ کی معرکۃ الآراء کتاب عوارف المعارف ہے، عوارف المعارف کا اجمالی تعارف ملاحظہ ہو:

صوفیاء کے علوم، آداب، مقامات، مکاشفات، مجاہدات اور مشاہدات کا وسیع ذخیرہ ہے، پوری کتاب تریسٹھ ابواب پر مشتمل ہے ہر باب میں شریعت وطریقت اس طرح ہم آغوش ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا تمام صوفیانہ احوال واشغال کو قرآن، حدیث اور سلف کے آثار کے استناد واستشہاد کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اس راہ کے رہزنوں اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوس پرستوں کے لئے اصلاح نفوس کے اس دینی شعبے میں کوئی جائے پناہ نہیں چھوڑی اور ان کی ملمع سازیوں اور دسیسہ کاریوں کی قلعی کھولی ہے چنانچہ بائیسویں سے لے کر پچیسویں باب تک سماع کا بیان ہے ان ابواب میں پہلے سماع کی اصل حیثیت وحقیقت اور اس کی جائز صورتیں اور سلف کے اس بارے میں اقوال واحوال بیان فرمائے پھر آگے سماع کے رد اور انکار کے متعلق مستقل باب میں رد وانکار کی وجوہات اور سماع کی وہ صورتیں جو مردود ہیں ان کا تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند دیگر ابواب کے عنوان بھی ملاحظہ ہوں:

پہلا باب علوم صوفیہ کی پیدائش کے بیان میں۔

تیسرا باب علوم صوفیہ کی فضیلت میں۔

چوتھا باب صوفیہ کے حال اور ان کے طریق کے اختلاف کے بیان میں۔

پانچواں باب تصوف کی حقیقت کے بیان میں۔

آٹھواں باب ملامتی کے ذکر اور اس طبقہ کے حال کے بیان میں۔

نواں باب جو صوفی کہلائے اور درحقیقت صوفی نہ ہو۔

چودھواں باب اہلِ صفہ کے ساتھ اہلِ خانقاہ کی مشابہت کے بیان میں۔

چھبیسواں باب چلوں کی خاصیت کے بیان میں جو صوفیاء کھینچتے ہیں۔

آگے صوفیاء کے احوال ومقامات میں سے ایک ایک پر مستقل باب باندھ کر ان مقامات کی تفصیل کی ہے۔

ہمارے پیش نظر عوارف کا اردو مترجم نسخہ 1926ء کا چھپا ہوا ہے 684 صفحات پر مشتمل ہے۔ پوری کتاب دو حصوں میں منقسم ہے مترجم مولانا ابوالحسن (رحمہ اللہ) نامی بزرگ ہیں مطبع نول کشور لکھنو سے یہ نسخہ چھپا تھا۔

مصادر ومراجع

وفیات الاعیان ج۲ (ترجمہ عمر شہاب الدین) طبقات الشافعیہ، طبقات الصوفیہ، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، آب کوثر، مجالس صوفیہ، کشف الظنون، ہدیۃ العارفین، تاریخ ملت ج۲، عوارف المعارف مترجم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب چہارم)

خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ

مختصر تعارف

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تصوف کے چار مشہور سلسلوں میں سے ایک ہے، یہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے، خواجہ بہاء الدین آٹھویں صدی ہجری (۷۲۸ھ تا ۷۹۱ھ) کے بزرگ ہیں حضرت خواجہ سے پہلے یہ سلسلہ خواجگان کہلاتا تھا، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور آپ سے پہلے کے مشائخ وسطی ایشیا (ازبکستان) کے تھے، حضرت خواجہ کا مزار آج بھی ازبکستان میں بخارا کے مضافات میں قصر عارفاں کے مقام پر مرجع خلائق ہے، اسی طرح آپ کے شیخ خواجہ سید امیر کلال اور اوپر کئی پشتوں تک اس سلسلہ کے دیگر مشائخ بھی اسی خاک ثمرقند و بخارا سے اٹھے تھے اور وہیں آرام فرما ہیں، حضرت خواجہ تصوف وطریقت اور باطنی اصلاح کے میدان میں مجتہد اور امام وقت تھے۔

آپ نے اس سلسلہ میں سنت کی اتباع اور شریعت کی پیروی کا نقش اور زیادہ گہرا کر دیا، اور اس سلسلہ کو نئی زندگی بخشی، اس لئے آگے چل کر یہ آپ کے اسم گرامی سے ہی موسوم ہوگیا، آپ نے اس سلسلہ کے اشغال ومعمولات میں جو مزید اصطلاحات قائم فرمائیں ان میں تین اہم یہ ہیں:

(۱)......وقوف زمانی (۲)......وقوف قلبی (۳)......وقوف عددی۔

جن کا حاصل غفلت وبے فکری سے پرہیز، ذکر میں طاق عدد کی رعایت، اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے مکمل اجتناب ہے، آپ سے پہلے اس سلسلہ کے مشائخ میں سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ (متوفی ۵۷۵ھ) نے آٹھ اصطلاحات ومعمولات کو منضبط

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر کے اس سلسلہ کا اصلاحی نصاب گویا ترتیب دیا تھا، وہ اصطلاحات یہ ہیں:
(۱)......ہوش دردم (۲)......نظر بر قدم (۳)......سفر در وطن (۴)......خلوت درانجمن (۵) ...... یادکرد (۶) ...... بازگشت (۷) ...... نگہداشت (۸)......یادداشت۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے ''القول الجمیل'' میں نقشبندیہ کے اذکار کے زیر عنوان ان اصطلاحوں کی شرح فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین سے پہلے اس سلسلہ میں ذکر خفی و ذکر جلی ملا جلا شامل تھا، اس لئے اس سلسلہ کے لوگ ''علانیہ خواں'' بھی کہلاتے تھے، لیکن خواجہ نقشبند نے ابتداء ہی سے ذکر خفی اختیار فرما کر آگے عام فرمایا، وسطی ایشیا کے خطہ یعنی پورے ترکستان میں، سرزمین سمرقند و بخارا اور تمام ماوراء النہر میں یہ سلسلہ بہت عام ہوا، اور باقی اسلامی ممالک میں بھی اس کو فروغ حاصل ہونے لگا۔

برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ کا آغاز

ہندوستان میں یہ سلسلہ دسویں صدی ہجری میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے ذریعہ پہنچا، جبکہ باقی تینوں سلاسل چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اس سے صدیوں پہلے یہاں پہنچ کر ملک کے چپہ چپہ میں دین اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح اور قرآن و حدیث کے علوم وہدایت کی تعلیم و ترویج میں ہمہ تن مشغول تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور پھر ان کے خلفاء نے اس سرزمین میں دعوت وارشاد اور دین کی تجدید و اشاعت کے جو سنہرے کارنامے سرانجام دیئے، وہ گیارہویں صدی ہجری اور اس کے بعد ہند کی تاریخ کے بہت ہی زیادہ روشن ابواب ہیں، اور حضرت مجدد صاحب نے اپنی تجدید کا جو رنگ اس سلسلہ میں بھرا اس نے نقشبندیہ سلسلہ کو اور بھی امتیاز بخشا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مجدد الف ثانی کا نقشبندیہ شجرہ

حضرت باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے شیخ و مرشد تھے، حضرت باقی باللہ اور خواجہ نقشبند کے درمیان چھ پشتیں ہیں، خواجہ باقی باللہ سے اوپر مشائخ بالترتیب یہ ہیں:

حضرت خواجگی امکنگی، حضرت خواجہ درویش محمد، حضرت خواجہ مولانا محمد زاہد، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار، حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی، حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمہم اللہ۔

علاء الدین عطار، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کے خلیفہ تھے، اور حضرت خواجہ نقشبندی رحمہ اللہ سے اوپر سلسلہ کے مشائخ یہ ہیں:

حضرت خواجہ نقشبند کے شیخ حضرت میر کلال، ان سے اوپر بالترتیب، حضرت خواجہ محمد بابا سماسی، حضرت خواجہ علی رامیتنی، حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی، حضرت خواجہ عارف ریوگری، حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی، حضرت خواجہ یوسف ہمدانی، حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی، حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی، حضرت سیدنا جعفر صادق رحمہم اللہ، حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، آگے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

یہ سلسلہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے جبکہ دیگر تین سلاسل حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اس جدید سلسلہ کی (یعنی جس کو آپ نے اضافات و ترمیمات کے ساتھ منقح و منضبط فرمایا) خصوصیت کیا ہے تو فرمایا کہ سب طریقت کے سلسلے نور علیٰ نور ہیں، اور سب اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، البتہ یہ جو طریقہ مجھے منجانب اللہ نصیب ہوا ہے اس میں آسانی بہت ہے، اور وصول الی اللہ بھی اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں جلدی ہو جاتا ہے، آپ فرمایا کرتے تھے "مامرادانیم مافضلیانیم" کہ ہم مطلوبوں میں سے ہیں اور ہم فضل والوں میں سے ہیں۔

ملا جامی رحمہ اللہ (مصنف شرح جامی) جو خواجہ عبید اللہ احرار جامی رحمہ اللہ کے باکمال مرید تھے کی نفحات الانس نقشبندیہ سلسلہ کی اہم کتاب ہے، ملا جامی کی سلسلہ نقشبندیہ کی مدح میں یہ نظم مشہور ہے:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند — کہ برنداز رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را
تو نقش نقشبنداں راچہ دانی — تو شکل پیکر جاں راچہ دانی
گیاہ سبزہ داند قدر باراں — تو خشکی قدر باراں راچہ دانی
ہنوز از کفروایمانت خبر نیست — حقائقہائے ایماں راچہ دانی

ترجمہ: (۱) نقشبندیہ عجیب میر کارواں ہیں کہ ایک خفیہ و پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم (اللہ تک) پہنچادیتے ہیں۔

(۲) تو نقشبندیوں کے آثار و نقوش کو کیا جانے کہ روح مجسم کی ھیئت و تصویر کو تو کیا سمجھے۔

(۳) سبزہ ہی بارش کی قدر کو جانے، تو خشک خس ہے بارش کی کیا قدر جانے۔

(۴) تجھے تو ابھی کفر و ایمان کے امتیاز کی خبر نہیں، ایمان کی باریکیوں کی خبر کیا جانے۔

مآخذ و مراجع

تاریخ دعوت وعزیمت ج ۴، تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ، رود کوثر

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب پنجم)

حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحمہ اللہ

ابتدائی حالات

آپ کا نام محمود، لقب نصیرالدین نیز چراغ دہلی ہے آپ کے آباو اجداد کا وطن خراسان تھا۔

آپ کے دادا شیخ عبداللطیف یزدی خراسان سے لاہور آ کر اقامت پذیر ہوئے آپ کے والد شیخ محمود یحیٰی کی پیدائش بھی لاہور ہی کی ہے، بعد میں اودھ (لکھنؤ) منتقل ہوئے۔

ان کی پشمینہ کی تجارت تھی اور صاحب ثروت و حیثیت آدمی تھے۔

حضرت خواجہ کی ولادت یہیں اودھ میں ہوئی، بعض سوانح نگار آپ کا مقام پیدائش اجودھیا اور بعض بارہ بنکی بھی قرار دیتے ہیں، نسباً آپ حسنی سید ہیں۔

ابھی نو سال کے تھے کہ والد ماجد کی وفات ہوئی، والدہ محترمہ عابدہ زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں انہوں نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کیا، والدہ کی تربیت کے اثر سے بچپن میں ہی نیکی اور خدا طلبی کا جذبہ طبیعت کا حصہ بن گیا اور نماز باجماعت کے پابند ہوگئے جس میں کسی حال میں کوتاہی نہ ہوتی تھی، تعلیم کے سلسلہ میں ایک روایت کے مطابق ابتداء میں قاضی محی الدین کاشانی سے فقہ کی کتاب بزدوی پڑھی، دوسری روایت کے مطابق مولانا عبدالکریم شیروانی سے ھدایہ اور بزدوی پڑھی ان کے بعد مولانا افتخار الدین محمد گیلانی سے باقی تمام علوم مرجہ کی تعلیم حاصل کی۔

کسب فیض باطنی

جب عمر ۲۵ سال ہوئی تو تزکیہ نفس اور مقامات سلوک طے کرنے کی غرض سے خلوت اور تجرید

toobaa-elibrary.blogspot.com

اختیار کی، علائق اور میل جول سے یکسو ہو کر صحراء میں وقت گزارتے، ہمراہ ایک اور مخلص رفیق بھی تھے، اس صحرا نوردی میں آٹھ سال گزارے، اس دوران نماز باجماعت کا اہتمام کرتے اور کثرت سے روزہ رکھتے۔ معمولی ساگ پات سے افطار کرتے۔

۴۳ سال کی عمر میں سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچے اور شرف بیعت وارادت سے مشرف ہوئے۔

مرشد شیخ نظام الدین کو آپ سے بڑی مناسبت ہوگئی اور آپ کو بھی مرشد سے غیر معمولی شغف اور انس تھا۔

مرشد کی صحبت سے محبت الٰہی کی دل میں دبی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی، پورے دل وجان سے مرشد کی خدمت میں جت گئے، مرشد کے ساتھ شیفتگی، محبت اور عظمت وعقیدت کے واقعات ان قدوسی صفات ہستیوں کے بڑے عجیب وغریب، متاثر کن اور قابل رشک ہوا کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ محبت وتعلق اور اس طرح شیخ و مرشد کے ساتھ محبت اور ان کی خدمت واحترام کے جو واقعات ان لوگوں کے منقول ہیں، بڑے متاثر کن ہوتے ہیں، اور جذب وشوق کے عالم کیف وسرور کا پتہ دیتے ہیں، اس کا کچھ اندازہ وہی کرسکتا ہے جس کے دل کو لگی ہو۔

لیکن بایں ہمہ یہ بزرگ جادہ شریعت سے ایک قدم باہر نہ نکالتے تھے، بلکہ شریعت وطریقت کے جامع ہوتے تھے، نااہل، جاہل، اور ہوا پرست، مبتدعین جن کی اس زمانہ میں بہت کثرت ہے ان پر ان کو قیاس نہ کرنا چاہئے، یہ تصوف کی بعض اصطلاحات کی آڑ لے کر شریعت کو بازیچہ اطفال بنائے ہوئے ہیں اور بزرگوں کے نام پر انہوں نے گمراہی اور نفس پرستی کا دھندہ چلایا ہوا ہے بقول کے ع

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

ان بزرگوں نے شریعت وطریقت دونوں کو ہم آغوش رکھا اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ طریقت

toobaa-elibrary.blogspot.com

شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں نہ شریعت سے متجاوز و متصادم ہے بلکہ احکام شرع پر دل و جان سے فدا ہونے اور اتباع سنت کو اپنی طبیعت ثانیہ بنانے کی سچی طلب و تڑپ اور اس کی مسلسل و دائمی مشق ہی طریقت سے عبارت ہے، اس راہ کے بزرگوں کی یہ شان ہے۔

درکفے جام شریعت درکفے سندانِ عشق ہر ہوسنا کے کجا داند جام و سندان باختن

ریاضت ومجاہدات

بیعت کے بعد حسب ارشاد مرشد خوب خوب ریاضتیں اور مجاہدات آپ نے کئے، فقر و فاقوں سے گزرے، مرشد کی ایک زمانہ تک صحبت اٹھانے کے بعد جب گھر آئے تو یہاں لوگوں کے میل ملاقات اور اختلاط سے بہت گھبراتے اور اس وجہ سے عبادت کے لئے آپ کی یکسوئی اور خلوت میں بہت خلل پڑتا جس سے سخت تنگ دل ہوتے، خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمہ جو آپ کے پیر بھائی تھے ان کے ذریعہ مرشد سے جنگل و بیابان میں قیام کرنے کی اجازت چاہی لیکن مرشد نے اجازت نہ دی، فرمایا کہ آپ کے مناسب حال یہی ہے کہ خلق خدا کے درمیان رہیں، ان کی جفائیں اور ایذائیں پہ صبر کرتے رہیں اور اصلاح وارشاد کا کام کرتے رہیں، یہ انبیاء واولیاء کا مقام ہے۔

والدہ کی وفات کے بعد وطن سے سکونت ترک کر کے مستقل دہلی میں ہی مقیم ہوئے اور مرشد کے خاص حجرہ میں قیام رکھا، مرشد کی صحبت میں فقر، صبر، تسلیم ورضا وغیرہ تمام درویشانہ صفتیں اپنے اندر خوب خوب راسخ کیں اور اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے خلفاء میں ممتاز مقام کو پہنچے حتی کہ مرشد کے باقی خلفاء اپنے مرشد اور ان کے بعد آپ کی ذات پر فخر کرتے تھے۔

مرشد کی جانشینی

جب آپ کے مرشد حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ نے آپ کو اس راہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جملہ خوبیوں اور کمالات سے مزین وموصوف پایا تو دہلی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا جو کہ اصل مرکز تھا اور وفات کے وقت وہ امانتیں آپ کے سپرد کر دیں جو سلسلہ کے بزرگوں سے نسل در نسل چلی آرہی تھیں اور اپنے خواجگان سے حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کو ملی تھیں یعنی خرقہ، عصا، نعلین وغیرہ۔

تنگی معاش

جانشینی کے بعد ابتدائی زمانہ بہت تنگی اور فقر وفاقے کا تھا لیکن اس زمانے کو خودداری، وضع داری، سفید پوشی اور غیرت وحمیت سے گزارا، فرماتے ہیں کہ کوئی دنیادار مجھ سے ملنے آتا تو مرشد کا جبہ پہن کر اس سے ملتا، پھر اُتار کر اپنا معمولی لباس پہن لیتا، مرشد کا جبہ پہن کر لوگوں سے اپنا فقر پوشیدہ رکھتا، بعد میں جب فارغ البالی کے حالات آئے تو فقر کے دنوں کو یاد کرتے اور اس کی روحانی لذت سے لطف اندوز ہوتے۔

فرماتے سبحان اللہ یہ فقر بھی کیا نعمت ہے، اس کے اول وآخر دونوں خوب ہیں، وہ کیا عمدہ دن اور پر رونق زمانہ تھا یہ کہہ کر رو پڑتے اور اس ذوق کو تازہ کر لیتے۔

فارغ البالی کے زمانے میں مہمانوں اور مریدوں کے لئے تو عمدہ کھانوں کا انتظام رکھتے اور خود صائم الدہر تھے، روزہ سے رہتے۔

رشد وہدایت

آپ کی خدمت میں اصلاح کرانے اور فیوضات حاصل کرنے ہندو بیرون ہند مختلف ملکوں اور علاقوں سے طالبین رشد واصلاح آتے تھے اور فیض یاب ہوتے۔

چراغ دہلی کی وجہ تسمیہ

آپ کے رشد وہدایت اور فیوضات کی شہرت دنیا میں پھیل گئی تھی۔ حضرت مخدوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ (جن کا نام سید جلال الدین بخاری ہے، مشہور بزرگ ہیں، ملتان کے قریب "اچ شریف" انہی کے سلسلہ کے بزرگوں سے معمور رہا ہے) مکہ معظمہ تشریف لے گئے وہاں مشہور بزرگ امام عبداللہ یافعی رحمہ اللہ جو مکہ کے شیخ تھے ان سے ایک زمانہ تک تعلیم و تربیت پاتے رہے ایک موقع پر شیخ یافعی نے فرمایا کہ دہلی کے بڑے بڑے مشائخ دنیا سے کوچ کر گئے تاہم ان کی برکت کا اثر شیخ نصیر الدین محمود میں موجود ہے۔ وہ دہلی کے چراغ ہیں۔ ان کی وجہ سے مشائخ کا طرز وطریقہ زندہ ہے۔ واپسی پر حضرت مخدوم جہانیاں دہلی تشریف لائے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ مکہ امام عبداللہ یافعی کا ارشاد بھی آپ سے بیان کیا، اس کے بعد یہ چراغ دہلی کا لقب آپ کے لئے مشہور ہوتا چلا گیا، حتی کہ نام کا جزو بن گیا۔

قاتلانہ حملہ

ایک روز آپ نماز ظہر کے بعد اپنے حجرہ خاص میں مراقبہ میں مشغول تھے کہ ایک قلندر؛ تراب نامی وہاں پہنچا اور آپ پر چھری سے پے درپے وار کئے۔ خون حجرے سے باہر بہنے لگا لیکن آپ کے استغراق میں کوئی فرق نہ آیا خون دیکھ کر مریدین حجرہ میں گئے اور قلندر کو سزا دینی چاہی لیکن آپ نے ان کو روکا اور اپنے خاص مریدین کو پاس بلا کر قسم دی کہ کوئی شخص ملنگ کو ایذا نہ پہنچائے پھر قلندر سے معذرت کی اور کچھ رقم ہدیہ دے کر اس کو رخصت کیا ان اوصاف کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ چشتیہ سلسلہ میں صبر اور تسلیم ورضا کا آپ پر خاتمہ ہو گیا۔

وصال

اس قاتلانہ حملہ کے بعد بھی تین سال زندہ رہے رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ رمضان المبارک ۷۵۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت خواجہ صاحب کے ارشادات وواقعات

آپ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک عالم صاحب بیعت ہونے آئے جو علم شرع کی کتابیں ھدایہ، بزدوی، کشف وغیرہ پڑھ چکے تھے بیعت کے وقت حضرت خواجہ نے فرمایا جب کوئی طریقت (درویشی کی لائن، تصوف) میں داخل ہوتو اس کو چاہئے کہ اپنی آستین چھوٹی کرے، دامن اونچا رکھے اور سرمنڈائے، آستین چھوٹی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے تاکہ اس کو مخلوق کے سامنے نہ پھیلا سکے، دامن اونچا کرنے سے مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا پاؤں کاٹ ڈالا ہے تاکہ کسی ایسی جگہ نہ جاسکے جو بری ہو یعنی گناہ کے موقعہ سے بچے۔ سرمنڈانے کے یہ معنی ہیں کہ راہ حق میں اس نے سر کاٹ ڈالا ہے، کوئی عمل خلاف شرع اس سے صادر نہ ہو (یعنی شریعت کے آگے پوری طرح سرِ تسلیم خم کرلیا ہے)

ایک مرتبہ ایک اور عالم صاحب حاضر خدمت ہوئے، حضرت خواجہ نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ جواب دیا کہ موضع سہانے سے، کہ وہاں کے اکثر لوگ آپ کے مرید ہیں اور وہاں کی عورتیں بھی بیعت وارادت کا تعلق یہیں سے رکھتی ہیں اور وہ عورتیں مردوں سے زیادہ باعمل اور نیک ہیں، خواجہ نے پوچھا کہ کیا شغل رکھتے ہو؟ جواب دیا کہ بچوں کو تعلیم دیتا ہوں، فرمایا یہ عمدہ کام ہے۔ مطالعہ کتب میں مشغول رہنا اور دوسروں کو قرآن مجید پڑھانا اچھی بات ہے لیکن جو دوسروں کو کلام مجید پڑھائے اسے ہمیشہ باوضور ہنا چاہئے۔

ایک مرتبہ ایک بی بی حاضر ہوئیں اور مرید ہونے کی درخواست کی، خواجہ نے پانی کا ایک کوزہ منگوایا اس کو اپنے سامنے رکھ کر کچھ پڑھا، پھر اس میں اپنی انگشت شہادت ڈبوئی اور اس شخص کو کوزہ دے کر کہا کہ اس کو خاتون کے پاس لے جاؤ، ان سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنی شہادت والی انگلی پانی میں ڈال کر کہے میں فلاں کی مرید ہوئی، ساتھ ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ برابر نماز پڑھتی رہیں اور ایام بیض (چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخیں کہ ان تاریخوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں روزے رکھنا سنت عمل ہے) کے روزے رکھیں، گھر کے نوکروں چاکروں کو نہ ستائیں، نہ ماریں پیٹیں اور اپنوں اور بیگانوں سے اچھے اخلاق سے ملتی رہیں۔

ایک مرتبہ ایک کاشت کار خدمت میں حاضر ہوا، حضرت خواجہ نے پوچھا کیا کسب کرتے ہو؟ جواب دیا کہ کھیتی باڑی کرتا ہوں، فرمایا کھیتی باڑی سے حاصل ہونے والا لقمہ اچھا لقمہ ہے۔ اور بہت سے کاشت کار صاحب حال گزرے ہیں پھر ایک کاشت کار کا حال سنایا جس میں یہ نصیحت کی بات تھی کہ زمین بوتے وقت دل شاکر اور زبان ذاکر ہونی چاہئے، پھر فرمایا کہ کوئی کام بغیر نیک نیت کے کرنا صحیح نہیں اگر کوئی اس نیت سے نماز پڑھے کہ لوگ اس کو دیکھ کر نمازی کہیں تو اس کی نماز روا نہیں اور بعض کے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے کہ اس نے عبادت الٰہی میں اور کو بھی شریک کیا۔

خواجہ نے ایک مجلس میں نماز کے متعلق فرمایا کہ اسے حضور قلب کے ساتھ پڑھا جائے، نماز کے وقت اعضاء کا قبلہ کعبہ شریف ہوتا ہے، اگر اعضاء اس طرف نہ ہوں تو نماز درست نہیں ہوتی اسی طرح دل کا کعبہ ذات پاک خدا تعالیٰ ہے اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو پھر یہ کیسی نماز ہوگی۔

سرکاری کارندے، شاہی ملازمین بھی حضرت خواجہ کی مجالس میں آتے تھے ان میں سے جس میں سچی طلب دیکھتے اس کی اصلاح سے دریغ نہیں فرماتے تھے ایک سید مرید ہونے آیا جو دربار کے منشی اور صاحب قلم لوگوں میں سے تھا، حضرت خواجہ نے اس کو مرید کیا اور فرمایا نماز باجماعت پڑھا کرو، جمعہ کی نماز فوت نہ ہو۔ ایام بیض کے روزوں کو اختیار کرو، جو شخص ایام بیض کے روزے رکھتا ہے اس کی روزی بڑھتی ہے، میری اور مریدوں کو بھی یہ وصیت ہے کہ جو کام اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے وہ نہ کریں، پھر فرمایا دنیا کی دولت میں بے ثباتی ہے تم یہ خیال کرلو کہ تمہارے گھوڑے، خدمتگار، تمہارے درہم و دینار، یہ سارا کچھ ایک دن چھوٹ جائے گا پھر چھوٹنے والی چیزوں کا فکر اور غم کرنا بے فائدہ ہے، فکر اور غم اس چیز کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنا چاہئے جو ہمیشہ باقی رہے گی، غور سے دیکھو ہمارے سامنے کتنے تھے اور کتنے چلے گئے آخر ہم سے پہلے تھے اور ہم سے پہلے چل دیئے پھر اس سید سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو، جواب دیا قران مجید پڑھتا ہوں۔

سید کے ایک ساتھی نے کہا کہ یہ حافظ ہیں اور ان کے والد بھی حافظ اور صالح بزرگ تھے، حضرت خواجہ نے فرمایا اگر کوئی گھر بار ہو میں رات دن قرآن پڑھتا رہے اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہے تو اس کے لئے نوکری حجاب نہیں وہ صوفی ہے اور اس کے بعد شیخ سعدی کا یہ شعر پڑھا: ۔

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست کمر بخدمت سلطان بہ بند صوفی باش

ایک فوجی اہلکار (لشکری) آیا تو اس سے فرمایا، اگر طلب دنیا میں نیت اچھی ہو تو درحقیقت طلب آخرت ہے۔

حضرت خواجہ اپنی مجلسوں میں زیادہ تر کلام پاک اور احادیث نبوی کی تعلیمات پر گفتگو فرمایا کرتے تھے، ایک موقعہ پر فرمایا کہ لوگوں نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس پر عمل نہیں کرتے اس لئے خراب و پریشان ہیں اور بار بار یہ بات دہرائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول فعل صادر ہوا وہ اطاعت کے لائق ہے، فرمایا ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے جو اللہ ورسول نے فرمایا ہے اس کی اطاعت کرے اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے رک جائے۔

تارک نماز کے متعلق مریدوں کو ہدایت کی کہ اگر وہ محفل میں آکر بیٹھے تو اس کی تعظیم نہ کریں اور سلام کے جواب میں "علیک" نہ کہیں تاکہ اس کی اہانت ہو اور وہ شرمائے۔

ایک مرتبہ شیخ برہان الدین غریب کے مکان میں سماع کی محفل منعقد تھی اور مزامیر بھی تھے حضرت خواجہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مکان پر آگئے، کسی نے کہا کہ آپ اپنے پیر کے طریقہ سے پھر گئے تو فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں، یہ خبر مرشد نظام الدین اولیاء کو پہنچی تو

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرشد نے فرمایا کہ انہوں نے بہت اچھا کیا اور حق ان کی جانب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو مزامیر سنے گا وہ ہماری بیعت اور مریدی سے خارج ہو جائے گا۔

خیر المجالس جو آپ کے ملفوظات وارشادات کا مجموعہ ہے۔ [1]

اس میں آپ کا یہ سنہری ملفوظ بھی درج ہے جس پر بڑے بڑے محقق علماء وفقہاء سر دھنتے ہیں ملفوظ ملاحظہ ہو۔

> عزیزے درخدمت شیخ نصیر الدین محمود درآمد وآغاز کرد کہ کجا روا باشد کہ مزامیر در جمع باشد ودف ونائے ورباب۔ وصوفیاں رقص کنند؟
>
> خواجہ فرمودند کہ مزامیر باجماع مباح نیست اگر یکے از طریقت بیفتد بارے در شریعت باشد، اگر شریعت ہم بیفتد کجا رود، اول درسماع اختلاف است، نزدیک علماء باچندیں شرائط مباح اہل آں را اما مزامیر باجماع حرام است (آبِ کوثر ص ۴۷۰)
>
> ترجمہ: ایک عزیز حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یہ بات کہاں جائز ہے کہ مزامیر اور دف اور بانسری اور رباب یہ سب موجود ہوں اور صوفی رقص کریں؟ خواجہ نے فرمایا کہ مزامیر باجماع (امت) جائز نہیں (حرام ہیں) اگر کوئی تصوف وطریقت (کے خاص مشرب) سے گر بھی جائے تو شریعت میں تو رہے گا (یعنی مسلمانی سے تو خارج نہ ہوگا) لیکن اگر شریعت سے بھی گر جائے گا (قطعی حرام چیز کو قولاً یا عملاً حلال کر کے دین کے دائرہ سے خارج ہو جائے) تو پھر کہاں جائے گا؟

اولاً تو سماع میں (علمائے امت کا) اختلاف ہے، (بعض) علماء کے نزدیک مخصوص شرائط کے ساتھ خاص اہلیت والوں کے لئے مباح ہے، لیکن مزامیر کی حرمت تو بالاتفاق اور

---

[1] حضرت خواجہ کے ملفوظات کے کئی مجموعے ہیں جن میں سے خیر المجالس زیادہ معروف ہے۔ اس کے مرتب آپ کے حاضر باش مرید مولانا حمید شاعر ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں بھی بیشتر ملفوظات خیر المجالس ہی سے ماخوذ ہیں جو مجالس صوفیہ و شریعت وطریقت اور آبِ کوثر کے حوالے سے لئے گئے ہیں۔ امجد

toobaa-elibrary.blogspot.com

بالا جماع ہے۔

خیر المجالس کے مرتب مولانا حمید شاعر کو ایک روز مخاطب کر کے فرمایا اب مجھ کو خلوت میں عبادت کرنے کی فرصت نہیں ملتی، دن بھر اللہ کی مخلوق کے ساتھ رہتا ہوں، اکثر قیلولہ بھی میسر نہیں آتا، قیلولہ کرنا چاہتا ہوں تو لوگ آ کر جگا دیتے ہیں کہ فلاں آیا ہے، تم لوگوں کو فرصت ہے، عبادت میں مشغول رہو، مولانا حمید شاعر نے یہ سن کر عرض کیا کہ اگر چہ آنحضور کا ظاہر خلق خدا سے مشغول معلوم ہوتا ہے لیکن باطن شریف ہمیشہ حق کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔

خواجہ نے فرمایا رات کو البتہ کچھ ذکر یا وظیفہ ہو جاتا ہے لیکن دن میں کچھ نہیں ہوتا پھر بھی عنایتِ ربانی سے ناامید نہیں ہوں یہ بات فرما کر نہایت شکستہ دلی سے رونے لگے اور یہ شعر زبان پر جاری ہوا۔

اے دلو تہی کہ درچہ انداختہ ام نوامیدیم کہ پُر برآ مدروزے

حضرت خواجہ کی ذات بابرکات سے فیوض و برکات کا چشمہ برابر بہتا رہا پھر بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخ بنوں، اب یہ کام بچوں کا کھیل ہوگیا (یعنی تصوف جو خالص اصلاح، تزکیہ نفوس اور تعمیر انسانیت کا شعبہ ہے اس میں نااہل و جاہل گھس آئے ہیں) پھر سنائی رحمہ اللہ کا یہ شعر پڑھتے۔

مسلماناں مسلماناں، مسلمانی مسلمانی ازیں آئین بے دیناں پشیمانی، پشیمانی

اشاعتِ اسلام میں آپ کا اور آپ کے خلفاء کا حصہ

تاریخ ہند میں برصغیر کی اسلامی سلطنتوں میں سے خاندان تغلق اور خاندان سادات کے عہد حکومت (آٹھویں اور نویں صدی ہجری نصف تک) میں حضرت چراغ دہلی رحمہ اللہ اور آپ کے خلفاء و متوسلین سب سے زیادہ ممتاز، مقبول اور دین کی اشاعت اور علم شریعت کی ترویج میں سب سے پیش پیش نظر آتے ہیں۔

فیروز شاہی دور میں تین علماء معروف وممتاز ہوئے ہیں مولانا احمد تھانیسری، مولانا خواجگی اور قاضی عبدالمقتدر دہلوی علیہم الرحمہ اور یہ تینوں بزرگ حضرت خواجہ چراغ دہلی کے ممتاز خلفاء تھے۔

حیدرآباد دکن میں حضرت خواجہ بندہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ (گلبرگہ شریف والے) رشد و ہدایت کے افق پر آفتاب بن کر چمکے وہ بھی حضرت چراغ دہلی رحمہ اللہ کے سب سے ممتاز اور خاص خلیفہ ہیں۔ گجرات میں آپ نے اپنے بھانجے شیخ الاسلام سراج الدین کو رشد و ہدایت کی ذمہ داری سونپ کر بھیجا انہوں نے اور ان کے جانشینوں نے گجرات میں اشاعت اسلام اور اصلاح خلق کا وسیع پیمانے پر کام کیا۔ گجرات کے سابق دارالحکومت نہر والہ (پٹن) میں ان کے خلیفہ کا مزار ہے۔

مغلیہ عہد سے پہلے قریبی زمانے میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی سب سے نامور اور عبقری عالم ہوئے ہیں جن کو ملک العلماء کا خطاب حاصل ہوا اور جونپور کی علمی مجالس نے آپ کے دم قدم سے وہ رونق اور حسن قبولیت پائی کہ شہر جونپور دہلی سمیت ہندوستان کے سب شہروں سے علمی شہرت میں بازی لے گیا یہ قاضی شہاب الدین مولانا خواجگی اور قاضی عبدالمقتدر علیہم الرحمہ سے فیض یافتہ تھے جو حضرت خواجہ کے خلفاء تھے۔

وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے خادم خاص زین الدین علی نے عرض کیا کہ آپ کے اتنے عظیم المرتبت خلفاء و مریدین ہیں ان میں سے کسی کو جانشین نامزد فرمائیں تاکہ سلسلہ کا فیض اسی طرح جاری رہے اور خلفاء کی فہرست بھی آپ کے سامنے پیش کی لیکن آپ نے فرمایا مولانا زین الدین! ان لوگوں کو اپنے ایمان کا غم کھانا چاہئے اس کی کہاں گنجائش ہے کہ یہ لوگ دوسروں کا بوجھ اٹھائیں۔ شائد آپ نظر بصیرت سے اس امر کو بھانپ چکے تھے کہ آئندہ الگ الگ صوبجاتی اور علاقائی خانوادوں اور خانقاہوں کا سلسلہ چلے گا۔ خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی آمد کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی اور روحانی دونوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعتبار سے دلی کو مرکز بنا کر دو دھارے بہنا شروع ہوئے تھے، سیاسی اعتبار سے مسلمان سلاطین نے دلی کو مرکز بنا کر اسلامی سلطنت کو اطراف و جوانب میں وسعت دی تو روحانی اعتبار سے بھی اس تمام عرصہ میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ چراغ دہلی رحمہم اللہ کے بعد دیگرے دلی کو مرکز بنا کر پورے برصغیر بلکہ برصغیر کے باہر بھی رشد وہدایت کے فیض بانٹتے رہے۔

آٹھویں صدی ہجری ختم ہوتے ہوتے یہ دونوں سیاسی روحانی سلسلے مرکزیت سے علاقائیت کی صورت اختیار کر گئے چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے ختم پر دلی کو تیمور لنگ کی یلغار کا سامنا کرنا پڑا جس نے دلی کی عظمت خاک میں ملادی، اس کے جانے کے بعد خاندان سادات وغیرہ کی جو حکومتیں قائم ہوئیں، وہ دلی کے قرب و جوار تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ ہندوستان کے وسیع وعریض صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہوگئی تھیں گجرات، جونپور، بنگال، مالوہ وغیرہ خود مختار ریاستیں بن گئی تھیں (بعد میں عہد مغلیہ میں پھر ہندوستان کو ایک منظم و مربوط مرکزی حکومت میسر آئی) روحانی اعتبار سے خواجہ چراغ دہلی دلی کی مرکزیت کے آخری روحانی تاجدار تھے۔ آگے صوبجاتی خانقاہوں اور اصلاحی سلسلوں کا دور ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ ان سلسلوں میں مزید وسعت اور تنوع بھی آتا گیا۔ اوران سے شاخ در شاخ ہو کر دیگر مختلف ذیلی سلسلے بھی قائم ہوتے چلے گئے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے، کچھ نرگس نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
اڑالی قمریوں نے طوطیوں نے، عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب ششم)

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ اور آپ کا عارفانہ کلام

وطن، نام ونسب، تعلیم

سلطان باہو رحمہ اللہ 1093ھ میں شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام سلطان بایزید تھا، جو نیک صالح بزرگ قرآن پاک کے حافظ اور عالم دین شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ مغل شاہجہان کی طرف سے قلعہ شورکورٹ کے قلعہ دار تھے، آپ کے آباو اجداد ابتدائی عہد اسلامی میں ہی عرب سے نقل مکانی کر کے برصغیر میں آئے تھے، آپ نسب کے لحاظ سے اعوان تھے، آپ کا خاندان جھنگ سے پہلے پنڈ دادنخان (جہلم) میں بھی آباد رہا، ان علاقوں میں اسلام کی تبلیغ واشاعت میں آپ کے بڑوں کی کافی خدمات ہیں، بہت سے ہندو لوگ آپ کے بزرگوں کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، یہ ہندوستان میں مغلیہ سلاطین کا عہد حکومت تھا، شاہجہان بادشاہ آپ کے والد محترم کی قدر ومنزلت کرتا تھا اور انہیں گذر بسر کے لیے جاگیر بھی دے رکھی تھی، سلوک وطریقت کی تعلیم وتربیت میں آپ کے مرشد ومربی حبیب اللہ قادری نامی بزرگ ہیں، جنہوں نے آپ کی باطنی تربیت خود بھی کی اور بعد میں اپنے استاد پیر عبدالرحمان قادری رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی آپ کو بھیجا۔

دینی خدمات، ازواج واولاد

آپ کی سوانح میں آپ کی چار شادیوں کا ذکر ملتا ہے، جن سے آٹھ اولادیں ہوئیں، تصوف و طریقت کے باب میں آپ کی تصنیفی خدمات بھی بہت زیادہ ہیں، عربی فارسی میں آپ نے مسائل تصوف پر متعدد رسالے اور کتب لکھیں، جن میں سے چند مشہور یہ ہیں، شمس العارفین،

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفتاح العارفین، محکم الفقر، عین الفقر، دیوان باہو۔

پنجابی زبان میں مسائل سلوک پر آپ کا منظوم کلام "ابیات باہو" کے نام سے ہے، آپ کی پنجابی ابیات عام طور پر مشہور ہیں اور بڑی مؤثر ہیں، ان میں شریعت کے اسرار و رموز، اصلاح و تزکیہ، توحید باری تعالیٰ، حقیقی و رسمی علم و علماء اور فقر و فقراء میں امتیاز و فرق کی نشاندہی، رسمی صوفیاء و علماء پر اظہار ناپسندیدگی اور ان کی رسم پرستیوں پر تنقید، اصلاح کے باب میں مرشد کامل کی صحبت و اتباع کی ضرورت و اہمیت اور کامل مرشد کی مدح و ستائش وغیرہ مضامین آپ کے پنجابی ابیات میں جابجا ملتے ہیں، ۱۱۰۲ھ میں بعمر ۶۳ سال آپ کی وفات ہوئی، آپ کی ابتداء میں تدفین ایک اور مقام پر ہوئی تھی، ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۵ء میں آپ کو موجودہ مقام پر منتقل کیا گیا۔

ابیات باہو سے کچھ نمونہ کلام

ذیل میں آپ کے مؤثر دل آویز پنجابی ابیات سے انتخاب اردو ترجمہ و تشریح کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:

﴿۱﴾

اللہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں نہ گیا حجابوں پردا ھو

پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں بھی، طالب ہویوں زردا ھو

سے ہزار کتاباں پڑھیاں، پر ظالم نفس نہ مردا ھو

باجھ فقیراں کسے نہ ماریا، باہو، ایہو چور اندر دا ھو

مطلب...... تو نے اللہ کا بہت کچھ ورد اور وظیفہ کیا، حتی کہ اللہ کا کلام بھی حفظ کر لیا، پھر بھی روح منور نہ ہوئی، اللہ سے اجنبیت کا حجاب دور نہ ہوا، علوم ظاہری پڑھ لکھ کر بڑا عالم اور سکالر بھی بن گیا، لیکن ان علوم کے نتیجے میں خدا طلبی اور معرفت الٰہی حاصل ہونے کی بجائے

toobaa-elibrary.blogspot.com

دنیا کے مال و منال ہی کا طلبگار بنا، سینکڑوں ہزاروں علوم وفنون کی کتابیں تو نے کھنگال ڈالیں، تحقیق و تدقیق میں بازی لے گیا، لیکن تیرا نفس امارہ اسی طرح بے قابو بے لگام ہے، یہ ظالم نفس جو آستین کا سانپ اور اندر چھپا ہوا چور ہے، اسے اللہ والے سالکین و درویشوں کے علاوہ کوئی نہ مار سکا، نہ قابو کر سکا۔

﴿۲﴾

ایہہ تن رب سچے دا حجرا، وچ پا فقیرا جھاتی ھُو

نہ کر منت خواج خضر دی، تیرے اندر آب حیاتی ھُو

شوق دا دیوا بال ہنیرے متاں لبھی وست گھڑاتی ھُو

مرن تھیں اگے مر رہے باھو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ھُو

مطلب...... یہ جسم (انسانی) اللہ تعالیٰ کی جائے قیام (تجلی گاہ) ہے، اے درویش ذرا اس میں جھانک کے دیکھ (خلوت گزیں ہو کر ذکر وفکر اور مراقبہ کر، اللہ کی تجلیوں کو اپنے من میں، اپنے دل کی گہرائیوں میں پائے گا)

تو آب حیات پانے کے لیے خواجہ خضر کی تلاش میں کہاں مارے مارے پھرتا ہے، اصل آب حیات (محبت الٰہی اور شوق آخرت کا چشمہ) تو تیرے اندر ہے، تیرے من کی گہرائیوں سے پھوٹتا ہے۔

اپنے من کی تاریکیوں میں اللہ کی محبت اور شوق ملاقات کا دیا روشن کر، شائد تیری متاع گم گشتہ تجھے ہاتھ لگے اور کھویا ہوا خزانہ مل جائے (معرفت و محبت الٰہی کی دولت جو روح انسانی کے خمیر میں گندھی ہوئی ہے اور انسانی روح جب تک اسے نہ پالے اسے چین نہیں آ سکتا "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب")

جو طالبین راہِ حق اور واصلین، بارگاہِ حق کی رمز (اللہ کی معرفت کے راز) کو پالیں وہ جیتے جی مر جاتے ہیں، مرنے سے پہلے مردوں کی طرح ہو جاتے ہیں، یعنی ان کا نفس امارہ، نفس

toobaa-elibrary.blogspot.com

مطمئنہ بن جاتا ہے، نفس کی نفسانیت وشرارت ختم ہو جاتی ہے وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے جی نہیں لگاتے، مرنے کے بعد کی حیات جاودانی اور اللہ کے ساتھ ملاقات کی امید و آرزو کا ایک نشہ سا ان پر چھایا رہتا ہے۔ ۱

﴿۳﴾

جے رب ملدا، نھاتیاں دھوتیاں، تاں ملدا ڈڈواں مچھیاں ھُو

جے رب ملدا الیاں والاں، تاں ملدا بھیڈاں سسیاں ھُو

جے رب راتیں جاگیاں ملدا، تاں ملدا کال کڑچھیاں ھُو

جے رب ملدا اجتیاں ستیاں، تاں ملدا داندان خصیاں ھُو

اینہاں گلیں رب حاصل ناہیں، باھو رب ملدا دلاں ہچھیاں ھُو

مطلب......اگر اللہ تعالیٰ صرف نہانے دھونے سے ملتا تو مینڈکوں اور مچھلیوں کو ملتا، اگر رب تعالیٰ لمبے بال رکھنے سے ملتا، تو پھر بھیڑوں اور دنبیوں کو مل جاتا، اگر اللہ تعالیٰ محض رات بھر جاگنے سے ملتا، تو کال کڑچھی (ایک پرندہ کا نام جو شب بیدار ہوتی ہے) کو مل جاتا۔

---

۱ اس مفہوم کا کلام دوسرے صاحب دل عارفین حق کے ہاں بھی بکثرت ملتا ہے۔ مثلاً مرزا بیدل کا یہ شعر۔

چہ ستم است گر ہوست کشد بہ سیر سرو وچمن درآ   تو ز غنچہ کم ندمیدہ ای در دل کشا بہ چمن درآ

کیا ظلم ہے کہ تو دنیا کی رنگینیوں اور باغ وبہار کی دلفریبیوں میں کھو گیا، حالانکہ تو خود بھی کسی غنچہ سے کم کھلا ہوا نہیں، اپنے دل کا دروازہ کھول اور باطن کی دنیا میں باغ وبہار کے مزے لوٹ، تیرے اندر ایک سدا بہار چمن کھلا ہوا ہے۔

غالباً حافظ کی غزل کا یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے:

چہ خوش است با تو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن   در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

تیرے ساتھ تنہائی میں محفل سجانا کیا ہی پرکیف عمل ہے، جب کمرے کا دروازہ بند کر دیا جائے اور بوتل کا ڈھکن کھول دیا جائے۔ دروازہ بند کرنے سے مراد مکمل خلوت گزینی اور دل و دماغ کی یکسوئی ہے، اور بوتل کا ڈھکن کھولنے سے مراد دل میں دبی ہوئی شوق و وارفتگی کی آگ ہے، جو ایسے حسب حال مواقع پر چنگاری پکڑتی اور شرر بار ہوتی ہے، اولیاء اللہ کی جذب وکیف کی حالتیں، حب و وارفتگی کی عالم کی دعاء ومناجات، اشعار وابیات اور ملفوظات اسی روحانی شراب اور من کی سرمستیوں و وارفتگیوں کا خمار ہوتی ہیں، جو کتنوں کے دل کی دنیا بدل دیتی ہیں۔ اقبال کا یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہے:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی   میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر صرف مجرد اور چھڑا رہنے سے رب ملتا تو خصی بیلوں کو مل جاتا۔ محض ان مذکورہ چیزوں سے اللہ کا قرب ومعرفت ہاتھ نہیں آتی جب تک باطن کی اصلاح نہ ہو اور دل کی حالت سدھر اور سنور نہ جائے۔

﴿۴﴾

جس دل اسم اللہ دا چمکے عشق بھی کردا ہلّے ھُو

بھار کستوری دے چھپدے ناہیں، بھانویں رکھیے سو پلّے ھُو

انگلیں پچھے دِنہہ ناہیں چھپدے، دریا نہیں رہندے ٹھلّے ھُو

آسیں اوسے وچ اوہ آساں وچ باھو، یاراں یار سوتّے ھُو [1]

مطلب......جس دل میں اللہ کا نام چمکے وہاں محبت بھی موجزن ہوتی ہے خوب جوش مارتی ہے، جہاں کستوری (قیمتی خوشبو) کے ذخیرے اور ڈھیر لگے ہوں وہ سو پردوں میں چھپانے سے نہیں چھپتی (بلکہ خوشبو پھیلتی ہے) انگلی کے پیچھے سورج نہیں چھپ سکتا اور دریا روکنے سے نہیں رکتے۔ باہو! ہمیں وصال یار کا مقام حاصل ہو گیا، محبوب حقیقی سے ہمارا سچا تعلق ہو گیا، اب ہمیں یار سے قرب ہی قرب حاصل ہے، حاصل یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق اور قرب حاصل ہو جائے وہ کتنا ہی گمنام رہے، مخلوق پر اس کا رتبہ ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

﴿۵﴾

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ھُو

وچّے بیڑے وچّے جھیڑے، وچّے ونجھ مہانے ھُو

چوداں طبق دلے دے اندر، تنبو وانگوں تانے ھُو

جو دل دا محرم ہووے باہو، سوئی رب پچھانے ھُو

---

[1] اس آخری مصرعے کا مفہوم، فارسی کے اس شعر کے مثل ہے:

من تو شدم تو من شدی — من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں — من دیگرم تو دیگری

toobaa-elibrary.blogspot.com

مطلب......انسان کا دل دریا سمندر سے زیادہ عمیق اور گہرا ہے، کوئی کسی کے دل کا حال نہیں جانتا، دل کے سمندر کے بھی اپنے بیڑے اور طوفان اپنے چپو اور ملاح ہیں، دل کی وسعتوں کا یہ عالم ہے کہ ساتوں زمین ساتوں آسمان اس کی پنہائیوں میں خیمے کی طرح تنے ہوئے ہیں، جو دل کی وسعتوں اور گہرائیوں سے باخبر ہو جائے، روحانی دنیا کا محرم راز بن جائے وہی رب کو پا سکتا ہے، معرفت کے مقام کو پہچان سکتا ہے۔ [1]

﴿۶﴾

تاں کسنگی سنگ نہ کریئے، کل نوں لاج نہ لایئے ھُو
تُمے، تربوز مول نہ ہوندے، توڑے توڑ مکے لے جایئے ھُو
کانواں دے بچے ھنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ھُو
کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوندے باھو، توڑے سے مناں کھنڈ پایئے ھُو

مطلب......کم ظرف اور کج فطرت لوگوں سے سنگت اور دوستی نہ کر، اس کا نتیجہ وانجام اچھا نہیں ہوتا، کل کو تو ندامت اٹھائے گا، بدفطرت و بدخصال لوگوں کی مثال تُمے (حنظل ایک نہایت کڑوا پھل) کی طرح ہے، تمے کو اگر تم مکے بھی لے جا کر پھرا لاؤ تو تمہ تمہ ہی رہے گا، تربوز نہ بن جائے گا، اس کے ذائقے کی کڑواہٹ میں کوئی کمی نہ ہوگی، اسی طرح کوے کے بچے کو خالص سچے موتیوں کی چوگ کھلا کر بھی پال پوس کر بڑا کرے تو بڑے ہو کر وہ کوے ہی بنیں گے، ھنس نہ بن جائیں گے، اسی طرح کھارے پانی والے کنویں میں سینکڑوں من شکر بھی

---

[1] ایک روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان احاطہ نہیں کر سکتے، مومن کا دل اللہ کو سما جاتا ہے"
مولانا رومی کے ہاں مثنوی شریف میں یہ مضمون یوں بیان ہوا ہے:

آسمان ہاست در ولایت جان — کارفرمائے آسمان جہاں
در رہ روح پست و بالا است — کوہ ہائے بلند و صحرا است
غیب را ابرے و بادے دیگر ہست — آسمانے آفتابے دیگر ہست

یعنی روح اور باطن کی سلطنت کے بھی اپنے آسمان ہیں، جو اس جہاں کے آسمان کی طرح ہی فعال و کارفرما ہیں، روح کے راستے کے بھی اپنے نشیب و فراز ہیں، بلند و بالا پہاڑ اور وسیع و عریض صحرا بھی ہیں، اس غیبی عالم کی ہوا، باد و باراں، (موسم) الگ ہیں، وہاں کے افلاک، آفتاب و مہتاب اور ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انڈیل دی جائے تو اس کا کھارا پن ختم نہ ہوگا۔

﴿ ۷ ﴾

نا رب عرش معلّٰی اُتے نہ رب خانے کعبے ھُو

نہ رب علم کتابیں لبھا نہ رب وچ محرابے ھُو

گنگا تیرتھیں مول نہ ملیا مارے پینڈے بے حسابے ھُو

جد دا مرشد پھڑیا باھو، چھٹے سب عذابے ھُو

مطلب...... اللہ تعالٰی نہ صرف عرش معلّٰی پر ہے نہ محض خانہ کعبے میں ہے، نہ ہی محض کتابی علم رب سے ملا سکا، نہ محراب میں رب کو پا سکے، نہ ہی گنگا، جمنا کا اشنان کرنے اور تیرتھ و مندر میں پوجا پاٹ کرنے سے رب کا سراغ ملا، پس جب سے مرشد کامل کا فیض صحبت نصیب ہوا ہے، خدا کے راستے کی سب مشکلات ختم ہو گئیں، اور قرب ربانی کے درجات جلدی جلدی طے ہو گئے، دل میں اخلاص اور صحیح معنوں میں اللہ کی طرف رجوع و انابت کے بغیر عبادت کی محض رسمیں بجالانے سے اور بغیر روح کے شریعت کی محض ظاہر داری نبھانے سے اللہ کے قرب و رضا کا گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا، دل میں اخلاص، ذوق و شوق، رغبت و محبت پیدا ہونے میں اللہ والوں سے تعلق اور ان کی نگرانی میں مجاہدات نفس کے مرحلے سے گزر کر باطن کی بری خصلتیں، ریاء، غفلت وغیرہ دور ہو کر، اس کی جگہ اخلاص، درد، شوق و جذب وغیرہ لے لیتی ہیں، جو اللہ والوں سے باطن کی اصلاح کرواتے ہیں، وہ بہت جلدی اللہ کے قرب و رضا کو پا لیتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۹)

ترجمہ: اے اہل ایمان! خدا سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو (ترجمہ ختم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حصہ سوم

تذکرہ مولانا رومی، عقلیت پرستی کا بحران اور مثنوی
اللہ والوں کے واقعات
راہِ تصوف کی لغزشیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب اول)

تذکرہ مولانا رومی کا

(کہتے ہیں چراغ رہ احرار ہے رومی)

نام ونسب اور وطن

آپ کا نام محمد، لقب جلال الدین ہے، مولوی معنوی، مولائے روم، یا مولانائے رومی کے عرف سے مشہور ہیں، والد کا نام شیخ بہاء الدین بن حسین بلخی ہے، محمد خوارزم شاہ (متوفی ۶۱۷ھ) آپ کے نانا تھے۔

سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

۶۰۴ھ میں بلخ میں (موجودہ افغانستان کا ایک صوبہ) پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، آپ کے والد نے جو خود بہت بڑے صاحب نسبت بزرگ اور شیخ تھے، اپنے خاص شاگرد اور مرید مولانا برہان الدین کو مزید تعلیم کے لئے مقرر کیا، انہی سے آپ نے زیادہ تر تعلیم پائی، کسب فیض کیا، اور ان کے زیر تربیت رہے، مولائے روم کی عمر جب چھ سال تھی، تو آپ کے والد نے ۶۱۰ھ میں بلخ سے ترک وطن کر کے نیشاپور (ایران) کو وطن بنایا۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی، اور اسی دوران اپنے والد کے ہمراہ قونیہ (ترکی) منتقل ہوئے، پھر مدت العمر یہیں رہے (آپ کا مزار بھی قونیہ میں ہے)

کسب علوم

والد کے انتقال کے بعد ۲۵ سال کی عمر میں مزید علمی پیاس نے شام کے سفر پر آمادہ کیا، جو علوم وفنون کا مرکز تھا، اور ان سر برآوردہ باکمال اور یگانہ روزگار ہستیوں سے ہمیشہ معمور رہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، جن کے مجالس علم کے غلغلے اور تعلیمی حلقوں کے چرچے چہار دانگ عالم میں گونجتے رہے ہیں، شام کے شہروں حلب اور دمشق میں آپ نے تحصیل علوم کے لئے قیام کیا، دمشق میں آپ کا تعلیمی عرصہ سات سال پر محیط ہے، علمی کمالات میں آپ اونچے سے اونچے مراتب تک پہنچے۔

تمام فقہی مذاہب سے واقفیت پائی، علم العقائد والکلام میں رسوخ حاصل کیا، فلسفہ وحکمت اور تصوف میں مہارت وکمال کو پہنچے، والد کی وفات کے بعد سید برہان الدین جو آپ کے والد کے شاگرد وخلیفہ اور آپ کے استاد بھی تھے، ان کی نگرانی ورہنمائی میں سالہا سال تک تصوف، تزکیہ وسلوک کی منزلیں طے کیں، اس کے بعد درس وتدریس اور اشاعتِ علوم میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔

علمی کمال

علوم وفنون کے جواہر سے آپ کا سینہ مالا مال اور دل ودماغ نہال تھے، علمی دنیا میں آپ کے یہ جوہر خوب کھلے، آپ آسمانِ علم وفیض پر آفتاب بن کے چمکے، دنیائے علم میں اس تاجدارِ علم کو وہ حسن قبولیت ومقبولیت ملی، جو کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے، جب نکلتے تھے، تو شاہی پروٹوکول واعزاز کے ساتھ نکلتے، آپ کے جلو میں خدام وشاگردوں کے جتھے ہوتے، بڑا ہجوم ہوتا، خلقِ خدا زیارت کے لئے دیوانہ وار بڑھتی، ایک صاحبِ دل نے رومی کی اس شان کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

ایک زمانہ مولوی رومی کا تھا	صدوقار وشوکت وشاہی کا تھا،
ایک عزت نسبت خوارزم شاہ	دوسری صدعلم وفن سے ناز وجاہ
جب کبھی ان کا سفر ہوتا کبھی	آتی فوراً خاص شاہی پالکی
لشکر وخدام وشاگرداں سبھی	احتراماً ساتھ ہولیتے سبھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

دست بوسی پائے بوسی کا ہجوم	ہر طرف سے بس مچی ہوتی تھی دھوم

یہ شان جلال الدین رومی کی اس وقت تک رہی، جب تک شمس تبریزی کے ہتھے نہیں چڑھے تھے، اور شمس تبریزی کے سینے کی آگ اور حب حقیقی کے شعلے ابھی آپ تک نہیں پہنچے تھے، شمس تبریزی نے جب آپ کو شکار کر کے مولائے رومی بنادیا، اور حب حقیقی کا شعلہ جوالہ بنادیا، تو پھر اس آگ میں آپ خود بھی جلے اور ایک دنیا کو جلایا، مثنوی معنوی کی صورت میں اس آگ کے شعلے آپ کے سینے سے بلند ہوئے، اور جنگل کی آگ کی طرح شرق وغرب میں پھیل گئے۔

آج رومی گر گیا غش کھا کے آہ	نذرِ عشقِ حق ہوئی سب عز وجاہ
کیا نظر تھی شمس تبریزی کی آہ	مولوی رومی ہوئے سردار راہ
پیر رومی ہوش میں جب آ گئے	شمس تبریزی کے پیچھے چل پڑے
عشق کب رکھتا ہے فانی سلطنت	خاک میں ملتی ہے فانی تمکنت
عشق کی عزت ہے عزت دائمی	عشق کی لذت ہے لذت سرمدی

مولانا رومی کی زندگی کا دوسرا دور

دمشق سے قونیہ واپس آ کر آپ دینی علمی اور تعلیمی مشاغل میں ہمہ تن منہمک و مشغول ہو گئے تھے، پانچ سال کے عرصہ تک مولانا انہی علمی اشغال میں مشغول رہے، جن کی نوعیت یہ تھی کہ درس وتدریس، وعظ وتذکیر اور فتاویٰ نویسی ان سب معمولات کو مولانا پوری مضبوطی اور اہتمام سے نبھاتے رہے، تا آنکہ ۶۴۲ھ میں مولانا کی زندگی کا وہ غیر معمولی واقعہ پیش آیا، جس نے اس مولوی جلال قونوی کو لازوال، سدا بہار، منتخب زمانہ اور یگانہ روزگار، مولائے رومی بنادیا، قتیل تیغ معرفت، محبوب بارگاہ صمدیت، امام العاشقاں رومی، اللہ کی راہ پر چلنے والے انسانی قافلوں، محبت حقیقی اور معرفت ربانی کی منزلیں طے کرنے والے راہرؤوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنی شہرہ آفاق مثنوی کے ذریعے نشانِ منزل کا پتہ دینے والے باخبر رومی۔

یہ واقعہ مولانا کی شمس تبریز سے ملاقات اور ان کی ذات سے آپ کو والہانہ تعلق وشیفتگی اور فنائیت کی صورت میں پیش آیا۔ ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

شمس تبریزی کا کچھ مختصر حال

شمس تبریزی کا نام محمد بن علی تھا، آپ بچپن سے اعلیٰ استعداد اور جذبہ محبت کے حامل تھے،'' مناقب العارفین'' میں منقول ہے، کہ ابھی سن بلوغ تک نہ پہنچے تھے، کہ آنحضرت ﷺ کی محبت میں کئی کئی روز فاقے سے رہتے، غذا اور خوراک کی آپ کو خواہش پیدا نہ ہوتی، ظاہری علوم شریعت بھی آپ نے حاصل کئے، پھر اس کے بعد باطنی استفادہ اور اصلاح وتزکیہ کی طرف متوجہ ہوئے، مختلف بزرگوں کے نام لئے گئے ہیں، جن سے آپ نے فیض باطنی کے سلسلہ میں کسب فیض کیا، مثلاً بابا کمال الدین جندی، شیخ ابوبکر سلہ باف، شیخ زین سنجاسی رحمہم اللہ، ممکن ہے مختلف اوقات میں ان سب سے کسب فیض کیا ہو۔

ایسی حالت آپ کی ہوگئی تھی کہ کسی چیز سے مطلب نہیں رکھتے تھے، روحانی حقائق واحوال سے کسی طرح سیری نہ ہوتی، زمانے کے لوگوں میں سے کسی کو اپنی صحبت کا متحمل نہ پاتے، مردانِ خدا، خاصانِ خدا (شائد اصحاب تکوین) کو پانے، ان کے احوال ومقامات سے تسکین حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ سفر وسیاحت میں رہتے، دنیا جہاں میں گھومتے، گمنامی کی حالت بنائی ہوئی تھی، فقیرانہ حلیہ میں رہتے، جہاں جاتے عام سراؤں اور مسافر خانوں میں قیام کرتے، اور اپنے مقصد کی تلاش وجستجو میں مشغول رہتے، معاش کا بہت معمولی سلسلہ اپنی گزران (گزراوقات) کے لئے رکھا تھا، ازار بند (ناڑے) بنا کر بیچتے، اور حاصل ہونے والی معمولی رقم سے کام چلاتے، خوراک کا یہ حال تھا کہ دورانِ سیاحت دمشق میں ایک برس

toobaa-elibrary.blogspot.com

رہے، تو ہفتہ بھر میں سِری کے شوربے کا ایک پیالہ (جس میں گھی تک نہ ہوتا) نوش فرماتے، کثرتِ اسفار کی وجہ سے جاننے والے آپ کو شمس پرندہ، کہتے، تبریز، روم، دمشق، بغداد، شام کے مختلف مقامات کے اسفار پر رہتے، زمانے میں کسی کو اپنا ہم ذوق اور اپنی صحبت کا متحمل جب نہ پاتے، تو یہ دعا اکثر کیا کرتے کہ خدایا! کوئی رفیق ایسا عطا کر کہ جو میری صحبت کا متحمل ہو، میں اپنے سینے کی امانت، باطن کی دولت، معرفت کا خزانہ، محبتِ حقیقی کی آنچ اس کو منتقل کرسکوں (کوئی ایک ہی مل جائے) ؎

کوئی ملتا نہیں جہاں میں — مجھے کچھ کہنا ہے اپنی زباں میں

رندِ بیگانہ چند اند؟ — کس نداند چند اند

برنقد و نسیۂ دو عالم خندانند

اسی اثناء میں شمس تبریزی کو اشارہ غیبی (غالبًا بواسطہ مرشد) ملا کہ روم جاؤ، وہاں ایک دل سوختہ ہے، اسے روشن کر آؤ، شمس تبریزی کی اپنے جانشین اور اپنے علوم کے راز دار کے حصول کے لئے بے قراری اور منجانب اللہ مولانا رومی کے انتخاب کا حال ذرا بزبانِ اختر سنو:

قصہ مولانائے روم کا سنو	درس دیتے تھے کبھی یہ دوستو
بے خبر از حال ملک نیم شب	علمِ ظاہر سے شغف تھا روز و شب
درس ان کا شہرہ آفاق تھا	اہلِ باطن سے تعلق شاق تھا
علم کا پندار اہلِ علم کو	رکھتا ہے محروم حق سے دوستو
علم کا حاصل ہے بس عشقِ خدا	آہ سب دھوکہ ہے بس اس کے سوا
فضل لیکن جس پہ ہو اللہ کا	اِک نہ اِک دن ہوگا وہ اللہ کا
مولوی رومی پہ تھا فضلِ خدا	غیب سے امداد کا سامان ہوا
کام سب کا فضل سے ہوتا ہے آہ!	بے کرم کبھی بھی نہیں ہوتا ہے آہ!

toobaa-elibrary.blogspot.com

گر نہ ہو بر بندگاں فضل نہاں	کوئی جان واصل ہو کب تا شاہِ جہاں
غیب سے سامان رومی کا ہوا	شمس تبریزی نے کی حق سے دعا
اے خدا جو آگ میرے دل میں ہے	جو تڑپ اس نیم جاں بسمل میں ہے
آتشِ حق جو میرے سینہ میں ہے	از عطا جو کچھ بھی گنجینہ میں ہے
اے خدا ملتا کوئی بندہ مجھے	جو صحیح معنوں میں ہو لائق تیرے
عشقِ حقیقی سے اس کا سینہ پُر کروں	اور صدف کو اس کے میں پُرِ دُر کروں
میری آتش کا تحمل جو کرے	کوئی بندہ مجھ کو اب ایسا ملے
وقت رخصت کا ہے اب میرا قریب	کس کو سونپوں یہ امانت اے حبیب
پس اچانک غیب سے آئی صدا	شمس تبریز تو فوراً روم جا
مولوی رومی کو کر مولائے روم	اس کو کر فارغ تو از غوغائے روم

شمس تبریزی کی مولانا رومی سے ملاقات کا حال

شمس تبریزی ۲۶/ جمادی الاخریٰ ۶۴۲ھ بروز سوموار کو قونیہ پہنچے، شکر فروشوں کے محلہ میں قیام کیا، ایک روز دیکھا کہ مولانا رومی سوار چلے آرہے ہیں، گرد و پیش لوگ پروانہ وار ہجوم کیے ہوئے ہیں، اور علمی سوالات کر رہے ہیں، اور مولانا جوابات دے رہے تھے، شمس نے بھی آگے بڑھ کر مولانا سے سوال کیا کہ ریاضت و مشقت اٹھانے، مجاہدہ کرنے اور علوم کی تحصیل کرنے سے غرض ومقصود کیا ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ شریعت کے آداب واحکام کو جاننا، شمس نے کہا نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ معلوم تک رسائی ہو جائے، اور دلیل میں حکیم سنائی (مشہور بزرگ اور صاحبِ معرفت شخصیت، حدیقہ سنائی نامی تصوف واخلاقی تعلیمات کا شہرہ آفاق دیوان آپ ہی کا ہے) کا یہ شعر پڑھا:

علم کز تو ترانہ بستاند   جہل ازاں علم بہ بود بسیار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ: وہ علم کہ تجھ سے تیری ذات کو اخذ نہ کرے، اس علم سے جہل بدرجہا بہتر ہے۔

مولانا اس جواب سے حیرت واستعجاب میں پڑے، شمس کا تیر گویا نشانے پر بیٹھا، مولانا حضرت شمس کو لے کر قیام گاہ پر واپس آئے، اور چالیس روز تک شمس تبریزی کے ساتھ ایک حجرہ میں رہے، جہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی، جبکہ بعض سوانح نگاروں کے بقول چھ ماہ تک، صلاح الدین زرکوب (جو بعد میں رومی کے مصاحب اور ہم راز بنے) کے حجرہ میں دونوں بزرگ خلوت نشین (چلہ کش) رہے، شیخ صلاح الدین کے علاوہ اس تمام عرصہ میں کسی کو اس حجرہ میں آنے کی مجال نہ تھی۔

شمس کی صحبت وملاقات نے مولانا میں نئی روح بھر دی، نئے حقائق کی ایک وسیع دنیا کے بند دروازے ان پر کھول دیئے، قدرت کے پوشیدہ اسرار اور رازوں کی ایسی دنیا جس سے خاص خاص اصحاب معرفت ہی شناسائی رکھتے ہیں، غیبی حقائق کے ایسے دفتر جس کے محرم راز کہیں زمانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

کہیں مدتوں میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا نظام میخانہ

شمس تبریزی کی صحبت سے حاصل ہونے والی اس باطنی وروحانی دولت کے متعلق مولانا خود فرماتے ہیں:

شمس تبریز ہمارا ہ حقیقت بنمود از فیض قدم اوست کہ ایماں داریم

ترجمہ: شمس تبریزی نے حقیقت وعرفان کے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کی، یہ ان کے دم قدم کا فیض ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔

مولانا نے جو کہ اب تک زمانے کے مقتداء وپیشوا تھے، رئیسوں اور بادشاہوں تک کی نیاز جبیں، جن کی بارگاہ جبہ ودستار اور محراب علم وکمال میں جھک جاتی تھی، اب شمس تبریزی نے انہیں از خود رفتہ ودیوانہ کر دیا، اور شوق ووارفتگی کا شعلۂ جوالا بنا دیا، جسے شمس تبریزی کے بغیر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک پل چین نہ آتا، اپنی اس حالت کو خود بیان فرماتے ہیں:

زاہد بودم ترانہ گویم کردی سر فتنہ بزم وبادہ جویم کردی

سجادہ نشین باوقارے بودم بازیچہ کودکاں کویم کردی

ترجمہ: اے شمس تبریزی! میں زاہد خشک تھا، تونے محبت الٰہی کی جوت جگا کے مجھے غزل سرا کر دیا، تو نے مجھے بزم کونین کے ساقی (محبوب حقیقی اللہ جل وعلا) اور معرفت کی شراب کا متوالا بنا دیا، میں ایک باوقار گدی نشین، مقتدا و پیشوا تھا، تو نے مجھے اپنے کوچے کے لڑکوں بالوں کے لئے مشغلہ و تماشا بنا دیا (یعنی دیوانہ بنا دیا، کیونکہ دیوانے کو شرارتی لڑکے تنگ کرتے ہیں)

شمس کی ملاقات و صحبت اور مولانا کی ان کے ساتھ خلوت نشینی نے اپنے اثرات دکھانے شروع کر دیئے تھے، مولانا نے درس و تدریس، وعظ گوئی وغیرہ سب علمی مشاغل وسلسلے موقوف کر دیئے، مولانا کے شاگردوں، مریدوں، معتقدین اور حلقہ احباب پر مولانا کی یہ تبدیلی ناگوار اور شاق گزری، وہ سخت حیرت میں تھے کہ مولانا کو یہ کیا ہو گیا، اور اس نووارد درویش نے مولانا پر کیا جادو پھونک دیا ہے کہ وہ معطل ہو کے رہ گئے، اس درویش کے ساتھ خلوت گزین ہو کر چلہ کشی کے علاوہ مولانا کو کوئی اور کام ہی نہیں، اپنے حاضر باش شاگردوں، اپنے پر جان چھڑکنے والے مریدوں تک سے پہلے کی طرح صحبتیں نہ رہیں۔ ؎

سارے عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم جانے کیا پا گئے جان عالم سے ہم

اس سے ان لوگوں میں ایک عام شورش اور بے چینی کا پھیلنا فطری امر تھا، وہ یہ سمجھنے لگے کہ یہ غریب الدیار اور نامعلوم الحال پردیسی ملنگ ضرور کوئی شعبدہ باز، ڈھونگی، یا ساحر و مکار شخص ہے، جس نے پیارے مولانا کو اپنے سحر و مکر کے زور پر ہم سے اچک لیا اور اپنا اسیر و مسحور بنا دیا۔ ؎

بیا جاناں! تماشہ کن کہ در انبوہ جانبازاں باصد ساماں رسوائی من سر بازاری رقصم

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ جانے ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو جائے جو دستار فضیلت گم ہو، دستار محبت میں

لوگوں کی بے چینی حد سے بڑھی تو انہوں نے اپنے تئیں شمس تبریزی کے ز غے سے مولانا کو نکالنے کے لئے عملی اقدام شروع کیا، یعنی حضرت شمس کو (جوان کے خیال میں نامعلوم الحال ملنگ اور شعبدہ باز تھا) ستانا، تنگ و پریشان کرنا اور ان کی شان میں گستاخی سے پیش آنا شروع کیا۔ ع

زاہد ال حق کے کم آ گاہ شد

لب ہیں خندہ، جگر میں تر اور دوغم تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت شمس ایک وقت تک تو یہ ایذائیں سہتے رہے، لیکن جب آپ نے سمجھ لیا کہ اب یہ معاملہ فتنہ و فساد کی طرف بڑھے گا، تو ایک دن پوشیدہ طور پر چپ چاپ آپ نے قونیہ سے کوچ کر لیا۔ ع

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

بعض تذکرہ نگاروں نے شمس تبریزی کی اس پہلی غیوبت (کیونکہ اس کے بعد دوبارہ ملاقات اور پھر دوسری غیوبت بھی ہوئی) کی تاریخ یکم شوال ۶۴۳ھ ذکر کی ہے، مولانا کے خدام و مریدین تو یہ سمجھتے تھے کہ شمس یہاں سے چلے جائیں، تو مولانا سابقہ حالت پر لوٹ آئیں گے، وعظ و ارشاد، افادہ و استفادہ اور درس و تدریس وغیرہ فیوضات دینیہ کا سلسلہ حسب سابق شروع ہو جائے گا، لیکن ایسا نہ ہو سکا، ان لوگوں کی توقعات کے برعکس مولانا نے شمس کی جدائی کا بڑا گہرا اثر لیا، اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے پھڑ کنے کی نوبت آ گئی، شمس کی موجودگی میں تو پھر بھی مولانا کے مخصوص مقربین، خاص شاگرد و مرید اور متوسلین کو مولانا کی صحبت میسر آ جاتی تھی، فیوضات سے مستفیض ہونے کی توفیق ارزانی تھی، جبکہ شمس کی غیوبت سے مولانا پر جس قسم کا غلبہ حال و استغراق ہوا اب وہ خاص شاگرد و مرید بھی صحبت و فیوضات سے محروم ہو گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صلاح الدین زرکوب کی دکان پر

استغراق اور غلبۂ حال کی اس کیفیت میں مولانا ایک دفعہ صلاح الدین زرکوب (مولانا کے ہمراز و دمساز اور ہمنشین) کی دوکان کے آگے سے گزرے، جہاں زرکوب چاندی کے اوراق کوٹ رہے تھے، تو مولانا کو شمس کی یادوں کے زخم تازہ ہو گئے (کیونکہ زرکوب کے حجرہ میں ہی مولانا نے شمس کے ساتھ چھ ماہ کی خلوت نشینی کی تھی) مولانا پر وجد اور جذب کی کیفیت طاری ہوگئی، دیر تک وہیں کھڑے جھومتے رہے اور وارفتگی کے عالم میں یہ شعر گنگناتے رہے۔ ـ

یکے گنجے پدید آمد دریں دوکان زرکوبی　　　زہے صورت، زہے معنی، زہے خوبی، زہے خوبی

ترجمہ: زرگری کی اس دوکان میں ایک بڑا خزانہ ظاہر ہوا تھا، اس کی صورت کے کیا کہنے، اس کے کمالات کے کیا کہنے، اس کی جملہ صفات اور خوبیوں کے کیا ہی کہنے "مراد شمس تبریزی ہیں"

مولانا پر استغراق اور جذب کا یہ عالم اس وقت تک طاری رہا، جب تک دمشق سے شمس کا خط اچانک مولانا کے نام نہ آگیا، اس خط کے پانے سے مولانا کی حالت کچھ بدلی، کچھ قرار ہوا، اب شرعی حدود میں رہ کر سماع کی طرف بھی مولانا متوجہ ہوئے، اور مریدوں وشاگردوں میں سے جن لوگوں نے شمس کے خلاف کوئی نازیبا حرکت نہ کی تھی، ان پر اب مولانا نے اپنی توجہ اور عنایت مبذول فرمائی، اس دوران مولانا نے شمس کی خدمت میں چار خط لکھے، جن میں اپنی کیفیت اور ملاقات کے اشتیاق کا ذکر کیا ہے۔ ـ

وہی شام غم کا منظر وہی منتظر نگاہیں　　　میری آنکھیں تک رہی ہیں تیری واپسی کی راہیں

اس دور کے ایک خط میں مولانا نے حضرت شمس کو مخاطب کرکے اپنی بے تابی اور شوق ملاقات کا ذکر ان اشعار میں پیش کیا ہے۔ ـ

أَيُّهَا النُّوْرُ فِي الْفُؤَادِ تَعَالُ　　　غَايَةَ الْوَجْدِ وَالْمُرَادِ تَعَالُ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اَیُّھَا السَّابِقُ الَّذِیْ سَبَقَتْ   مِنْکَ مَصْدُوْقَۃُ الْوَدَادِ تَعَالْ

چو بیائی زہے کشاد و مراد   چوں نیائی زہے کساد و تعال

اَنْتَ کَالشَّمْسِ اِذْ دَنَتْ وَنَاْتْ   یَا قَرِیْبًا عَلَی الْبِعَادِ تَعَالْ [1]

آخر مولانا نے حضرت شمس کو واپس لانے کے لئے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کو دمشق بھیجا، کہ میری جانب سے بہت کچھ عذر معذرت کرو، اور جو لوگ گستاخی اور ایذاء کا باعث بنے تھے، ان کے توبہ تائب ہونے اور اپنی خطا کی معافی چاہنے کا بھی ذکر کرو، اور درگزر فرمانے کی درخواست کرو، مولانا نے ایک عریضہ (خط) بھی بیٹے کے ہاتھ بھیجا، جس میں اپنی بے تابی کا حال منظوم ذکر کیا، اس میں سے بعض اشعار یہ ہیں:

کہ ازاں دم کہ تو سفر کردی   از حلاوت جدا شدیم چو موم

ہمہ شب چو شمع می سوزیم   ز آتشش جفت وزانگبیں محروم

شام از تو صبح روشن باد   اے بتو فخر شام وارمن وروم [2]

الغرض سلطان ولد نہایت شان وشوکت اور عزت واحترام کے ساتھ حضرت شمس کو دوبارہ قونیہ لے کر آ گئے۔

---

[1] ترجمہ: اے دلوں کی روشنی، قلوب کی ضیاء آجا، شوق وسرور اور مقصود ومراد کی منتہٰی واپس آجا، اے وہ آگے بڑھنے والے (اونچے مقامات پر فائز) جس کی طرف کچی محبت سبقت کر چکی ہے آجا۔
اگر تو آجائے تو کیا ہی کہنے اس خوشی وشادمانی کے حاصل ہونے اور مراد کو پانے کے، اور اگر نہ آئے تو دل کی دنیا کے اجڑنے کا کیا کہیں، آجا۔ تو سورج کی مانند ہے، جب وہ قریب ہو اور دور ہو (قریب یا دور ہونے سے اس کی ضیاء پاشی میں کوئی فرق نہیں آتا، اسی طرح تو بھی) اے شمس دور ہونے کے باوجود (دل کے) قریب ہے، آجا۔

[2] ترجمہ اس وقت سے جبکہ آپ سفر اختیار کر کے ہم سے جدا ہوئے، ہم لذت وحزیداری سے اس طرح جدا ہیں، جیسے موم (شہد سے الگ کر دیا جاتا ہے) ساری رات (جدائی کی سوزش سے) ہم شمع کی طرح پگھلتے، گھلتے رہتے ہیں (جدائی کی) آگ سے جڑے ہوئے ہیں، اور خوشگواری وصفا اس سے بالکل محروم ہیں، ہماری شام غم اللہ کرے آپ (کی زیارت وملاقات) سے صبح کی طرح روشن ومنور ہو جائے، اے وہ شخص جو روم وشام اور آرمینیا کا سرمایہ فخر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شمس تبریزی کا قونیہ میں قیام اور شادی

مولانا کو حضرت شمس کے قونیہ میں دوبارہ جلوہ گر ہونے اور اپنی متاع گم گشتہ واپس ملنے پر جو کچھ مسرت و شادمانی ہوسکتی تھی وہ ظاہر ہے، اسی طرح آپ کے مریدوں، شاگردوں اور حلقہ احباب کی خوشی و مسرت بھی ظاہر ہے، کیونکہ مولانا کے فیوض علمی و روحانی سے وہ اسی صورت میں مستفید ہو سکتے تھے کہ شمس کے فراق کے صدمے سے مولانا دوچار نہ ہوں۔ شمس کی خدمت میں وہ لوگ آ کر معافی کے طلب گار ہوئے، جن سے گستاخیاں سرزد ہوئی تھیں، حضرت شمس کا یہاں عقد نکاح بھی ہوا، اور مولانا کی رہائش گاہ کے قریب ہی (وسیع دالان یا احاطہ کے ایک حصہ میں) حضرت شمس کا مع اہلیہ قیام کا انتظام تھا۔

اب ایک عرصہ تک مولانا کی حضرت شمس کے ساتھ ہم نشینی وصحبت اور کسب فیوضات کا یہ سلسلہ جاری رہا، مولانا کا اخلاص اور تعلق حضرت شمس سے روز افزوں بڑھتا گیا، آخر کار ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ حضرت شمس آزردہ خاطر رہنے لگے، اس دفعہ آزردگی کا سبب غالباً مولانا کے بیٹے علاء الدین چلپی بنے تھے، شاید ان کو یہ شکایت تھی کہ حضرت شمس کی توجہات اور نظر عنایت ان کے بھائی سلطان ولد پر ان سے زیادہ ہے، اس سے بعض بدخواہ لوگوں کو بھی موقع مل گیا کہ وہ بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا کر کے فتنہ اٹھائیں۔

شمس تبریزی کی پراسرار غیوبت

یہاں دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ حضرت شمس کو بعض فتنہ پرداز لوگوں نے قتل کر دیا تھا، لیکن یہ روایت زیادہ وزنی نہیں، دوسری روایت شمس کے دوبارہ غائب ہونے کی ہے، یہی روایت زیادہ معتبر ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مولانا اس بار بھی حضرت شمس کی تلاش میں بہت سرگرداں رہے، اگر آپ قتل کئے گئے ہوتے، تو اس کی نوبت نہ آتی، اور مولانا کے ذیل کے شعر میں بھی غیوبت ہی کا ذکر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ناگہاں گم شد از میاں ہمہ تاروداز دل اندہاں ہمہ

شمس کی غیبوبت کے بعد مولانا کی حالت پھر متغیر ہونی شروع ہوئی، طریق سماع آپ نے پہلے ہی اختیار کیا تھا، اب اس میں اور ترقی ہوئی، اپنے مدرسے میں ٹہلتے رہتے تھے اور کھلے چھپے شور وفغاں اور آہ وفریاد کرتے رہتے، قونیہ میں آپ کی اس حالت کا بڑا غلغلہ ہوا، حضرت شمس کی جدائی میں اس زمانے اور اس حالت میں آپ نے بڑی تعداد میں درد وغم سے لبریز اشعار اور غزلیں کہی ہیں (جو آپ کے دیوان میں جمع ہیں)

بے قراری کے اس عالم میں مولانا نے شام کے سفر کا ارادہ کیا، آپ کے مخصوص احباب، متوسلین آپ کے ہمراہ تھے، دمشق پہنچے، اپنے درد بھرے اشعار اور کلام سے ماحول کو سوگوار کر دیتے، اور لوگوں کے دلوں میں آتش شوق، شعلہ زن کر دیتے، لوگ حیرت کرتے تھے کہ زمانے کا ایسا فاضل اور یگانۂ روزگار عالم کیوں اس طرح دیوانہ ہو رہا ہے، شمس تبریزی آخر کیا چیز ہیں؟ دمشق میں جب شمس کا کچھ پتہ نہ چلا تو واپس قونیہ آگئے، چند برس قونیہ میں قیام رہا، پھر محبتِ الٰہی کا غلبہ ہوا، اور کچھ لوگوں کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے، اور پھر شمس کے ملنے سے مایوس ہو کر واپس قونیہ آگئے، لیکن اس دفعہ دمشق سے مولانا کی واپسی ایک بڑی ذہنی تبدیلی اور طبیعت کے انقلاب کے ساتھ ہو رہی تھی، وہ یہ خیال اور رجحان تھا کہ شمس کی جستجو درحقیقت اپنی ہی جستجو تھی (یعنی شمس میں جو کچھ کمالات وصفات اور معارف وعلوِ مقامات تھے، وہ سب خود مجھ میں موجود ہوگئے، چنانچہ جس جس کیفیت کو آپ پہلے شمس میں ملاحظہ فرمایا کرتے تھے، اب خود اپنی ذات میں ملاحظہ فرمانے لگے، آپ کے صاحبزادے سلطان ولد کے الفاظ اس بابت یہ ہیں:

"اگرچہ مولانا قدس اللہ سرہ شمس الدین تبریزی را عظم اللہ ذکرہ بصورت در دمشق نیافت بمعنی در خود بیافت زیرآں حال که شمس الدین را بود حضرتش راہماں حاصل شد"

ترجمہ: اگرچہ مولانا قدس سرہ نے شمس الدین تبریزی کو (اللہ اس کا ذکر اونچا و بڑا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرے) اپنی ذات وانسانی صورت میں تو دمشق میں نہ پایا، لیکن معنوی اور روحانی طور پر اپنے اندر شمس کو ڈھونڈ نکالا، اس لئے کہ وہ احوال جو شمس کو حاصل تھے (حقائق واسرار اور معرفت وقربتِ حق کے مقامات) حضرت مولانا کو بھی وہ حاصل ہوگئے۔[1]

مثنوی کی تدوین وتالیف

مثنوی شریف جس نے مولانا رومی کو بے انتہاء شہرت بخشی، اس کی تحریک اور تدوین وتصنیف کا سبب حسام الدین چلپی بنے ہیں، کہا گیا ہے کہ چلپی نہ ہوتے تو مثنوی وجود میں نہ آتی، مولانا آپ کے ساتھ اس طرح پیش آتے اور سلوک کرتے، جس طرح آپ پیر ہوں، اور مولانا آپ کے مرید ہوں، اس سے مولانا کے ہاں آپ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے، مولانا

---

[1] اس طرح شمس کا مقصود حاصل ہوگیا، جو کچھ وہ آپ کو دینا چاہتے تھے، گویا آپ کو مل گیا، جو بنانا چاہتے تھے، آپ بن گئے، شمس غالباً تکوینی سلسلہ کے بزرگوں میں سے تھے، جو حقائق واسرار اور امورِ معرفت کے بڑے رازدان ہوتے ہیں، اور عام طور پر خلق سے مخفی وگمنام رہتے ہیں، اور تکوینی طور پر منشاءِ خداوندی کے مطابق نظامِ قدرت میں عمل دخل رکھتے ہیں، گویا کہ اس تکوینی نظام میں وہ فرشتوں کے محکمے سے تعلق رکھتے ہیں، جن کے ذمے تکوینی نظام سپرد ہے، انبیاء علیہم السلام میں حضرت خضر علیہ السلام کو اسی سلسلہ میں شمار کیا گیا ہے، چنانچہ سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جوان کا قصہ مذکور ہے، اس میں جو عجائبات پیش آرہے تھے، وہ حضرت خضر کے تکوینی فرائض کا حصہ تھے، جبکہ موسیٰ علیہ السلام تشریعی نبی تھے، ناسوتی زندگی میں اللہ کے حلال وحرام سے انسانوں کو آگاہ کرنا، اور ان احکام تشریعی پر انہیں چلانا، ان کا فرض منصبی تھا، اس لئے خضر علیہ السلام کے ساتھ وہ زیادہ نہ ٹھہر سکے اور جدا ہونا پڑا، کہ ان کا دائرہ کار اور تھا اور ان کا دائرہ کار اور تھا، اور ظاہر میں دونوں میں ٹکراؤ تھا، امتِ محمدیہ کے اولیاء میں اصحابِ تکوین مستقل طبقہ ہے، بعض احادیث سے ان کے احوال پر کچھ روشنی پڑتی ہے، ان میں مختلف درجہ بندیاں اور مقامات ہوتے ہیں، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، اسی طبقہ کے اولیاء کے مقامات کے اعتبار سے نام ہیں، بعض مجاذیب جو ظاہری زندگی میں دیوانے اور ماؤف العقل ہوتے ہیں، بسا اوقات ان میں سے کئی بھی اس شعبے سے متعلق ومنسلک ہوتے ہیں، اور چھوٹی بڑی مختلف تکوینی ڈیوٹیاں ان کے سپرد ہوتی ہیں، عربی میں اس موضوع پر عمدہ رسالہ خاتمۃ المحققین، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ صاحب، صاحب ردالمحتار کا بنام "اجابۃ الغوث ببیان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد والغوث" مطبوعہ ملتا ہے، رسائل ابن عابدین الشامی کی دوسری جلد میں یہ رسالہ موجود ہے، اردو زبان میں "شریعت وطریقت" افادات: حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ، "تکوین وتشریع مع سوانح تنویر" مرتبہ حضرت مفتی محمد رضوان صاحب، اور "مجاذیب" مؤلفہ: سید امین گیلانی، اس طبقہ اولیاء یعنی اصحابِ تکوین کے تعارف اور شریعت میں ان کے مقام کو سمجھنے کے لئے مفید کتب ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو چلپی حسام کے بغیر چین نہیں آتا تھا، جس مجلس میں چلپی نہ ہوتے مولانا کی طبیعت میں جوش وگرمی پیدا نہ ہوتی اور اسرار ومعرفت کی باتیں کرنے سے پرہیز کرتے، جن لوگوں کو یہ حقیقت معلوم تھی وہ مجلس میں حضرت چلپی کی موجودگی کا اہتمام کرتے تھے، تاکہ دریائے فیض جاری ہو، اور مولانا کے دل وزبان سے معرفت کے فوارے پھوٹ بہیں۔

مثنوی کی تالیف اس انداز میں ہوئی کہ مولانا پر جب مخصوص حالت وکیفیت طاری ہوتی، اور شوق ووارفتگی کا عالم ہوتا تو برجستہ اشعار زبان سے صادر ہوتے، مولانا اشعار کے دریا بہا رہے ہوتے، اور چلپی حسام لکھتے چلے جاتے، لکھ لینے کے بعد چلپی حسام اس کو بلند آواز سے خوش آوازی کے ساتھ پڑھتے، بعض مرتبہ پوری پوری رات اسی مشغلہ میں گزر جاتی، اور مثنوی کی تالیف اسی انداز میں شام سے صبح تک جاری رہتی۔

مثنوی کی جلد اول (پہلا دفتر) مکمل ہوئی تو چلپی کی اہلیہ کا انتقال ہوا، جس سے ان کی طبیعت میں افسردگی پیدا ہوئی، اس کا اثر مولانا کی طبیعت پر بھی ہوا اور آپ کی طبیعت میں وہ جوش وولولہ اور کیف وسرور کی حالت نہ رہی، جس میں از خود رفتہ ہو کر اشعار کے دریا امڈ پڑتے تھے، اور معرفت واسرار کی اونچی سے اونچی باتیں بے تکلف ان کے اشعار میں سموجاتیں۔

اس طرح تقریباً دو سال تک مثنوی کا سلسلہ بند رہا، پھر دوبارہ حسام کی تحریک وتقاضے پر شروع ہوا، اور مولانا کی وفات تک جاری رہا، یہ پندرہ سال کا عرصہ بنتا ہے، جس میں مثنوی مولانا کے قلب وزبان اور چلپی کے قلم سے وجود میں آئی۔

”بشنو از نے چوں حکایت می کند“

بشنو از نے چوں حکایت می کند وز جدائی ہاشکایت می کند

یہ مثنوی کا پہلا شعر ہے، اس شعر سے مثنوی مولانا روم کا آغاز ہوتا ہے، شعر کا ترجمہ یہ ہے:

بنسری کی آواز سنو، جبکہ وہ اپنی داستان غم یا اپنا ماجرا بیان کر رہی ہے، اور جدائی وفراق کا شکوہ وفریاد کر رہی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شمس کی صحبتوں نے جہاں مولانا کے سینے کو علوم ومعارف سے لبریز کر دیا تھا اور آپ کے دل ودماغ کو فطرت کے اسرار ورموز اور باطنی امور کا خزینہ دار بنا دیا تھا، وہاں شمس کی جدائی وفراق نے آپ کو دردِ محبت کا شعلہ جوالہ بھی بنا دیا تھا، دردِ محبت اور معرفت کی یہی آگ جب مولانا کی زبان سے نشر ہو کر معرضِ تحریر میں آئی تو ”مثنوی مولوی معنوی“ کہلائی، جو پڑھنے والوں کے سینے میں بھی بقول شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ ”عشقِ خداوندی کی آگ لگا دیتی ہے (معارفِ مثنوی)

مثنوی شریف قرآنی علوم کا خزینہ، روحانی اور باطنی اسرار ورموز کا دفینہ اور آسمانی وآفاقی حقائق کا گنجینہ ہے، بقول ملا جامی رحمہ اللہ [1] (زمانہ ۸۱۷ھ تا ۸۹۸ھ)

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زبان پہلوی

مثنوی کا اندازِ بیان

پند ونصیحت، اور اخلاقی تعلیمات کے بیان کو خشک موضوع سمجھا جاتا ہے، اسی طرح فلسفہ وکلام (علم العقائد) کے مضامین بھی خشک ودقیق ہوتے ہیں، کلامی مباحث میں جدل ومناظرہ اور بحث ومناقشہ بھی ایک لازمی عنصر ہے (کلامی مباحث پر متکلمینِ اسلام جو وسیع علمی ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں، وہ اس پر گواہ ہے) کیونکہ کلامی مباحث (یعنی علم العقائد والکلام) اسلامی تعلیمات کی فلاسفی ہے، جس میں اسلامی تعلیمات (عقائد وایمانیات، احکامات، اصول وفروع) کی حقانیت وصداقت اور برتری سب ادیان ومذاہب پر عقلی وآفاقی اصولوں کی روشنی میں ثابت کی جاتی ہے، نیز غیر مسلم اقوام، مادیین وملحدین اور دہری فلاسفہ کے اسلام پر

[1] ملا عبدالرحمن جامی رحمہ اللہ نویں صدی ہجری میں عالمِ اسلام کے یگانہ روزگار عالم اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہوئے ہیں، مختلف علوم وفنون پر، تصوف پر، اور شعر وشاعری ونظم میں ۵۴ کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں، نظم میں یوسف زلیخا، تصوف وسوانح میں نفحات الانس اور عربیت میں شرح جامی خاص طور پر مشہور ہیں، شرح جامی تو گزشتہ تقریباً پانچ سو سال سے عربی مدارس کے نصاب کا حصہ چلی آ رہی ہے، فارسی کی شہرہ آفاق نعت جس کا مطلع ہے ”زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم“ آپ ہی کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یا اسلام کے کسی حکم پر اعتراضات کے اس علم کی کتابوں میں جوابات دیئے جاتے ہیں، اس لئے اس قسم کا لٹریچر عوام کی دلچسپیوں سے خالی ہوتا ہے، خاص اہل علم اور صاحبانِ ذوق ہی اس سنگلاخ وادی میں دشت نوردی اور بادیہ پیمائی کرتے ہیں، لیکن اس باب میں کچھ مستثنیات بھی ہیں، خصوصاً تصوف واخلاق اور وعظ ونصیحت کے باب میں، کہ تصوف واخلاق کی بعض کتابوں کے مصنفین نے پیرایہ بیان اتنا دلچسپ اور مؤثر اختیار کیا ہے کہ پڑھنے کی طرف خود بخود طبیعت مائل ہوجاتی ہے اور جب ایک دفعہ پڑھنا شروع کریں تو پیرایہ بیان کی دلکشی اور بیان کردہ مضامین عالیہ کی عظمت وتاثیر آدمی کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہیں۔

ایسی کتابوں میں نمایاں نام یہ ہیں:

(۱) شیخ سنائی کی حدیقۃ الحقیقۃ۔ ؎۱

(۲) شیخ فریدالدین عطار کا پندنامہ ومنطق الطیر۔ ؎۲

؎۱ حدیقۃ الحقیقۃ حکیم سنائی رحمہ اللہ (آپ چھٹی صدی کے بزرگ ہیں) کی فارسی منظوم تصنیف، تصوف واخلاق، اور کائناتی اسرار ورموز اور حقائق ودقائق پر مشتمل شہرہ آفاق کتاب ہے، راہِ سلوک کے سالکین اس کتاب کی رہنمائی میں سلوک وتصوف کی گھاٹیاں سر کرتے تھے، بلکہ خود مولانا روم کے مریدین وسالکین، حدیقۂ سنائی ہی کو مطالعہ میں رکھتے تھے، اور امور تصوف میں اس سے استفادہ کرتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں خانقاہی سلسلوں کے لئے یہ گویا تصوف کے نصاب کی حیثیت رکھتی تھی (جیسے آج کل تبلیغی نصاب ہے) اور چلپی حسام نے جب مولانا روم کو مثنوی لکھنے کی طرف توجہ دلائی تو یہ وجہ بھی بیان کی تھی کہ مریدین کے لئے جو حدیقۂ سنائی اور عطار کی منطق الطیر کا مطالعہ کرتے ہیں، ضرورت ہے کہ ایک مفصل کتاب ہو جس میں حدیقہ کی مشکلات حل ہوں اور تصوف کے مسائل وتعلیمات بیان ہوجائیں، اسی وجہ سے حدیقہ اور مثنوی کو علماء محققین متن اور شرح کی نسبت سے دیکھتے ہیں کہ حدیقہ میں جو اجمال ہے، مثنوی میں اس کی تفصیل ہے، اور مولانا روم ایک غزل میں خود فرماتے ہیں:

عطار روح بود وسنائی دو چشم راہ ما از پئے سنائی وعطار میرویم

یعنی تصوف وسلوک کے میدان میں اور حقائق واسرار کے آشکارا کرنے کے باب میں شیخ عطار اصل بنیاد اور روح ہیں، حکیم سنائی اس راستے کا چراغ اور آنکھیں ہیں، جبکہ ہم ان دونوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔

؎۲ شیخ محمد فریدالدین عطار رحمہ اللہ وطن نیشاپور (ایران) زمانہ ۵۱۳ھ تا ۶۲۷ھ ہے، فتنہ تاتار میں ایک تاتاری سپاہی کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش کیا، ابتداءً بڑے پنساری تھے (عطار، پنساری کو کہتے ہیں) بڑے دواخانے کے مالک تھے، دنیاوی کاروبار میں ہمہ تن مگن تھے، ایک اتفاقی واقعہ سے روح پر چوٹ لگی، دل کی دنیا بدلی، زہد ودرویشی کا راستہ اختیار کیا، سلوک کے مراحل طے کرکے مقاماتِ عالیہ میں ان بلندیوں پر فائز ہوئے کہ جہاں تک شاذ ونادر اصحاب ہمت وکمال کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳) شیخ سعدی کی گلستان بوستان۔ [1]

(۴) مثنوی مولانا روم۔

ہر چند کہ مثنوی شریف معرفت کے علوم کا خزانہ ہے، جس میں ایک طرف تصوف وطریقت جیسے دقیق ونازک علم وفن کے گنجلک مباحث بے غبار طریقہ سے حل ہو جاتے ہیں، تو دوسری طرف علم کلام کے میدان میں مولانا رومی مسلمانوں کے باطل فرقوں (روافض، خوارج، معتزلہ، باطنیہ، قدریہ جبریہ وغیرہ) سے پنجہ آزمائی کرتے ہوئے اہل سنت کے مذہب کو دین کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں مبرہن کرتے نظر آتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ ملاحدہ ودہریین فلاسفہ وزنادقہ اور دوسرے ادیان ومذاہب والوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے اور ان کے معتقدات وتصورات کا بوداپن اور بطلان ثابت کرتے ہوئے ان سب سے مولانا تن تنہا چوکھی جنگ لڑتے نظر آتے ہیں، اور پیرایہ بیان اتنا دلکش، رواں، مسلسل، حق کی حمایت اور جوش سے لبریز اور یقین وبداہت کی انتہا گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ دل کو کیف وسرور سے اور دماغ کو فہم وشعور سے بھر دیتا ہے، محض ایک خشک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رسائی ہوتی ہے، ۱۱۴ کتب کے مصنف ہونے کا ذکر آپ کے متعلق ملتا ہے، تذکرۃ الاولیاء، منطق الطیر، زیادہ مشہور ہیں، تذکرہ اولیاء کا اردو ترجمہ بھی عام ملتا ہے، پندنامہ عطار وعظ واخلاق، تعمیر سیرت اور تصوف کے مضامین پر آپ کی عمدہ منظوم کتاب ہے، عربی دینی مدارس کے فارسی نصاب کا حصہ رہی ہے۔

[1] شیخ شرف الدین (لقب مصلح الدین) سعدی شیرازی (ایران) (۵۸۹ھ تا ۶۹۱ھ) گلستان، بوستان فارسی ادب میں آپ کی لازوال وسدا بہار شاہکار کتابیں ہیں، گزشتہ سات سو سال سے ایران، افغانستان، وسطی ایشیا (ترکستان) برصغیر پاک وہند وبنگلہ دیش میں مسلمان بچوں کی ابتدائی تعلیمی نصاب کا لازمی حصہ رہی ہے، ان سات سو سالوں میں مسلمانوں کی نسلوں کی نسلیں ان کتابوں سے فیضیاب ہوئیں، تعلیم وتربیت، تعمیر سیرت اور اخلاقی تعلیمات کے زیور سے مسلمان بچے کو بچپن سے ہی آراستہ کرنے میں اس تمام عرصے میں ان مذکورہ سب خطوں میں ان کتب نے جتنا فیض پہنچایا ہے، اس کے لئے امت کی گردنیں شیخ کے زیر بار احسان ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے شایان شان اجر آپ کو عطا فرمائے۔

ان کتب کی فیض رسانی کی سات سو سالہ قدیم روایت آج دینی مدارس میں ہی زندہ وبرقرار ہے، باقی عصری تعلیمی اداروں نے تو انگریزیت ومغربیت کا کلمہ پڑھ کر مسلمان بچوں کے لئے اسلامی فیض کا یہ راستہ بند کر دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کتب کے فیض سے محروم ہو کر ہماری نسلوں نے بہت کچھ کھو دیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ودقیق علم وفن کو اختیار کر کے اس کے پیرایہ بیان میں اتنی تاثیر پیدا کرنا ہی بڑا جان جوکھوں کا کام ہے، چہ جائیکہ ایک سے زیادہ علوم وفنون کی سنگلاخ زمینوں میں معانی کا تخم بچھا جائے، اور وہ سدا بہار کھیتیاں بن کر لہلہانے لگیں، اور صدہا سال گزرنے پر بھی ان کی تروتازگی میں فرق نہ آئے، بلاشبہ مثنوی شریف اسی مرتبہ پر فائز ہے۔

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد برنگ اصحاب ظاہر را بہ بو اصحاب معانی را

مثنوی کی چند وجوہ تاثیر

مثنوی کی اس تاثیر وجامعیت کی ایک وجہ بلکہ اصل وجہ توان مضامین کا الہامی ہونا ہے، جوخود مولانا کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے (جہاں بیان کرتے کرتے استغراق ووارفتگی کی طاری شدہ حالت جب ختم ہونے لگتی ہے، تو چلپی حسام کو خطاب کرتے ہوئے آپ فرمانے لگتے ہیں کہ اب پانی گدلا آنا شروع ہو گیا ہے، جیسے کنویں سے مسلسل پانی نکالا جائے تو بعض دفعہ کنویں میں جمع شدہ پانی ختم ہو جاتا ہے، اور ڈول میں گدلا پانی آنے لگتا ہے، جو علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ نیچے پانی بالکل معمولی سارہ گیا ہے، پھر انتظار کیا جاتا ہے تاکہ زمین کے سوتوں سے پانی ابل ابل کر جمع ہو جائے، اسی طرح مولانا بھی حسام کو آگاہ کرتے ہیں کہ الہام کا کنکشن جو ملاء اعلیٰ کی نورانی تاروں سے جڑ گیا تھا، اور دل ودماغ پہ علوم کا نزول ہو رہا تھا منقطع ہوا چاہتا ہے، کچھ وقفہ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ طبیعت کو آرام ملے، اور بشاشت کی حالت میں دوبارہ جذب وشوق کی کیفیات پیدا ہوں، اور اوپر سے روح کا کنکشن جڑ جائے) مثنوی کے آخر میں مولانا نے سلسلۂ کلام کو یوں ختم کیا ہے:۔

چونکہ افتاد از روزن دل آفتاب ختم شد واللہ اعلم بالصواب

یعنی دل میں جس روشن دان سے غیبی علوم ومعارف کا ورود اور الہام ہورہا تھا، اب اللہ کے حکم اور حکمت سے الہام کا یہ آفتاب غروب ہو گیا (بجائے تجلی کے استتار ہو گیا)، جیسا کہ اصحاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

معرفت کو یہ دونوں حالتیں پیش آتی ہیں، کتب تصوف میں ان اصطلاحات اور احوال کی تفصیلات دیکھنی چاہئیں) اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ حکمت و مصلحت کس وقت کس چیز میں ہے؟ تجلی فرمانے میں کب مصلحت ہوتی ہے، اور استتار و انقباض میں کب حکمت ہوتی ہے؟

مثنوی کی تاثیر کی دوسری وجہ بندہ کے خیال میں مثنوی میں ان مضامین عالیہ کے بیان کے لئے مولانا کا اختیار کردہ اسلوب بیان ہے۔

اور وہ اسلوب بیان حکایت وافسانے کا انداز ہے، کہ افسانوی انداز میں کوئی قصہ یا واقعہ مولانا بیان کرنا شروع کرتے ہیں، پھر اس کے ضمن میں روحانی حقائق بکھیرتے جاتے ہیں، اور اونچے سے اونچے مضامین (کلامی واعتقادی، عملی امور، ہدایت وضلالت کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق مباحث، توحید، محبت ومعرفت اور درد ومحبت کے مضامین وغیرہ) بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

تیسری وجہ مثنوی کا نظم اور اشعار میں ہونا ہے، پوری مثنوی اشعار اور نظم میں ہے (چنانچہ لفظ مثنوی شعر و نظم ہی کی ایک صنف کا نام ہے، جس میں ہر شعر کا اپنا قافیہ و ردیف ہوتا ہے، غزل کی طرح پورا واقعہ ایک ہی قافیہ و ردیف میں ہونے کی پابندی نہیں ہوتی)

مثنوی کا فنی جائزہ

صاحب "معارف مثنوی" کے مطابق یہ پوری مثنوی علم عروض کی بحر رمل مسدس محذوف میں ہے، جس کا وزن یہ ہے:

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

تقطیع ملاحظہ ہو:

بشنو، از، نے، چو، حکایت، می کند	وز، جدائی، ہا، شکایت، می کند
فاع، لا، تن، فا، علاتن، فاعلن	فا، علاتن، فا، علاتن، فاعلن

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثنوی کے پہلے شعر کی تشریح

نَے (یعنی بانسری) سے مراد روحِ انسانی ہے کہ عالمِ ارواح (ملکوت) میں محبت ومعرفت میں مستغرق ومشغول تھی، عالمِ اجسام کے ساتھ متعلق ہونے سے صفاتِ جسمانیہ شہوت وغضب کا اس پر غلبہ ہوا، اوراس وجہ سے صفاتِ روحانی یعنی محبت ومعرفت وغیرہا میں کمی شروع ہوئی، اگر جاذبۂ غیبی یا کسی کامل کی صحبت سے یا اہلِ دل، اہل اللہ کے احوال وواقعات کے مطالعے سے متنبہ ہوا، اوردلائل یا ذوق سے اپنی اصلی حالت اور (روح کی) اصل صفات یاد آگئیں، تواس کے فوت (ضائع) یا مغلوب ہونے پر افسوس ہوتا ہے، تواس وقت (آدمی) زبانِ حال یا زبانِ قال سے اس تاسف کو ظاہر کرتا ہے، جو کہ نفسِ لوامہ کا درجہ ہے(اس درجے پر پہنچنے والے متوسط سالکین ومریدین کے اسی قسم کے احوال ہوتے ہیں) حکایت سے یہی مراد ہے، اوراس افسوس وغم اور آہ وزاری کے سبب اس کو، نے (بنسری) سے تشبیہ دی گئی (کیونکہ بنسری کی لے میں بھی بڑا سوز اور درد ہوتا ہے) اور چونکہ صفاتِ حمیدہ روح کی بہت سی ہیں، محبت ومعرفت اور ذکرِ دائم، ان سب میں (آدمی دنیا کی رنگینیوں میں کھوکر) کمی پاتا ہے، اس لئے ایک ایک کو سوچ کر پریشان ہوتا ہے، کہ ان سب کی جدائی ہوگئی، اس لئے فرماتے ہیں کہ (جدائی ھا) یعنی کئی جدائیوں کی شکایت کرتا ہے (کلیدِ مثنوی)

غلط نگر ہے تیری چشمِ نیم باز اب تک
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک
ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک
گسستۂ تار ہے تری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب دوم)

عقلیت پرستی کا عام دور دورہ اور مثنوی

''مثنوی رومی'' کی علمی قدر و قیمت اور دینی افادیت کو سمجھنے کے لئے اُس پسِ منظر کو جاننے کی ضرورت ہے، جس پسِ منظر میں اور جس دور میں مثنوی کی تدوین ہوئی، یہ ساتویں صدی ہجری کا دور ہے، ساتویں صدی ہجری میں پورا عالمِ اسلام عقلیت پرستی کی تند و تیز ہواؤں کی لپیٹ میں آچکا تھا، جس طرح انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مغرب نے عقلیت پرستی کا یہ بگل دوبارہ نئے زاویوں سے پوری بلند آہنگی سے پھونکا تو کیا مشرق، کیا مغرب، ساری دنیا عقلیت پرستی اور مادیت پرستی کے اس صور اور ناقوس کی آواز سے مسحور ہو کر تگنی کا ناچ ناچنے لگی، فرق یہ ہے کہ عقلیت پرستی اور مادیت پرستی کی مغرب سے اٹھنے والی یہ بادِ سموم مذہب سے بغاوت وانکار کر کے، خالص دہریت کو گلے لگا کر سائنس و ٹیکنالوجی کے دوش پر سوار ہو کر چلی، جبکہ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کی عقلیت پرستی کی آندھی منطق و فلسفہ، اور علمِ کلام کے دوش بدوش چلتی رہی ہے، اور علمِ کلام تو ظاہر ہے کہ مذہب کے انکار پر نہیں، بلکہ مذہب کی حمایت پر بنا رکھتا ہے۔

غرضیکہ ساتویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا میں کلامی مباحث کے غلغلے تھے، عالمِ اسلام کے علمی و فکری حلقے اور تعلیمی ادارے، فلسفیانہ مباحث اور کلامی مسائل سے گونج رہے تھے، عالمِ اسلام کے مقتدر و مؤثر طبقات ذہنی عیاشی کے طور پر ان رائج الوقت فلسفیانہ اور کلامی علوم وفنون میں گہری دلچسپی رکھتے تھے، بادشاہوں کے دربار اور امیروں کی ڈیوڑھیاں ان علوم کے باکمال حاملین کی چشمکوں اور نکتہ رسیوں سے گونجتے تھے، اور جدل ومناظرے کے گویا اکھاڑے بنے ہوئے تھے، وہی انسان مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شمار ہوتا تھا، جو منطق وفلسفہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے اصول وقواعد اور طریقۂ استدلال سے واقف ہوتا اور کلامی اصطلاحات میں درک رکھتا ہوتا، متکلمین کے مختلف طبقات فکر کے اختلافات اور ان کے باہم اختلافی مسائل کو اچھی طرح جانتا اور ان میں بے تکلف بحث اور بات چیت کرسکتا ہوتا، معتزلہ اور اشاعرہ کے اختلافات، اشاعرہ اور حنابلہ کے اختلافات [1]، ماتریدیہ [2] اور اشاعرہ کے اختلافی نکات پر عبور رکھتا ہوتا۔

گویا کہ اُس زمانہ کی یہ ایک طرح سے روشن خیالی اور جدت پسندی تھی، کہ آدمی ان فلسفیانہ اور کلامی مباحث پر عبور بھی رکھتا ہو، اور سوسائٹی کی عام ریت وروایت کے مطابق نجی وعوامی مجالس ومحافل یا ثقافتی اور ریاستی تقریبات میں بے تکلف اور بے دھڑک ان موضوعات پر

---

[1] امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ) جس طرح فقہ میں اہلِ سنت کے امام ہے، اور آپ کی فقہ حنبلی اہلِ سنت کے چار فقہی مذاہب میں سے ایک ہے، اسی طرح عقائد اور کلام میں بھی معتزلہ کے مقابلے میں اہلِ سنت کے امام ہیں، خصوصاً خلقِ قرآن کے مسئلہ میں جب آپ نے جان پر کھیل کر سنت راستے کا اور سلفِ صالحین کے طریقے کا دفاع کیا، اور اہلِ سنت کے مذہب کو محفوظ کیا، تو آپ عقیدے کے اس مسئلہ میں خاص طور پر اہلِ سنت کے امام ٹھہرے، فقہ حنبلی کے حاملین عقائد کے معاملے میں امام احمد بن حنبل کے ذوق اور طریقے کی غیر معمولی پابندی کرتے تھے، توحید اور خلقِ قرآن کے مسئلہ میں تو بعض دفعہ یہ حنابلہ غلو کی حدوں کو چھونے لگتے تھے، جن کو "جہلۃ الحنابلۃ" کے نام سے اہلِ علم نے یاد کیا ہے، بہر حال عقائد میں بھی امام احمد بن حنبل کے مقلدین حنابلہ کہلاتے ہیں، اور معتزلہ واشاعرہ سے الگ ان کی مستقل تاریخی حیثیت اور مقام ہے۔

[2] امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۳ھ) امام ابو الحسن اشعری کے ہم عصر اور ہم زمانہ ہیں، سمرقند (وسطی ایشیاء جس کو گزشتہ زمانوں میں ماوراء النہر کہتے تھے) سے تعلق رکھتے تھے، فقہی مذہب کے لحاظ سے امام ابو الحسن اشعری فقہ شافعی کے پیروکار، جبکہ امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فقہ حنفی کے پیروکار ہیں، شیخ اشعری کی طرح شیخ ماتریدی بھی علم العقائد والکلام میں اہلِ سنت کے امام ہیں، اشاعرہ کے علمِ کلام میں ذات وصفات باری تعالیٰ اور بعض دیگر مسائل میں معتزلہ کے ردِ عمل میں کچھ ضرورت سے زیادہ سختی آگئی تھی، شیخ ماتریدی رحمہ اللہ نے ان مسائل سے اختلاف کیا، اور علمِ کلام کی تنقیح وتہذیب کر کے اسے زیادہ جامع اور معتدل بنایا، اس طرح لگ بھگ تیں مسائل میں اشاعرہ اور ماتریدیہ میں جزوی اختلاف ہوا، احناف ان اختلافی مسائل میں ماتریدی نظریہ کو لیتے ہیں، اور شافعیہ، اشعری نقطۂ نظر کو، چونکہ یہ محض جزوی اختلاف ہے، اس لئے مجموعی طور پر تو سب اہلِ سنت یعنی ماتریدیہ واشاعرہ دونوں کو اشاعرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور ان اختلافی مسائل کے علاوہ ماتریدیہ بھی اشاعرہ کہلاتے ہیں، اس طرح اہلِ سنت کے عقائد میں گویا تین مکتبِ فکر ہو گئے، حنابلہ، ماتریدیہ اور اشاعرہ (دیکھئے تاریخ دعوت وعزیمت، جلد اول، متعلقہ ابواب)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اظہار خیال کرسکتا ہو۔

عقلیت پرستی کی اس عمومی فضا اور ماحول کی وجہ سے اسلامی دنیا کے علمی ادارے اور فکری حلقے قیاس اور استدلال کے ایسے عادی ہو چکے تھے کہ کہنا چاہئے اس کے بغیر لقمہ توڑنے کے بھی روادار نہ تھے۔

”بتانِ عجم کے پجاری تمام“

کسی چیز کی حقیقت، اس کا وجود، دین کا کوئی عقیدہ اس قت تک ان معقولیوں اور عقل کے پرستاروں کی بارگاہِ دانش میں شرف قبولیت پانے سے محروم ٹھہرتا تھا، جب تک کہ اس کو عقلی دلائل، منطقی ترتیب اور فلسفیانہ اصولوں اور مقدمات سے ثابت نہ کردیا جاتا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ یہ علمِ کلام جو اس وقت عقل واستدلال کے قالب میں پورے طور پر اپنے آپ کو ڈھال چکا تھا، اور منطق وفلسفہ کی اصطلاحات اور طرزِ استدلال کو کامل طریقے پر اپنا چکا تھا، یہ خود دوسری صدی ہجری میں یونانی منطق اور فلسفہ کے توڑ کے لئے ہی میدان میں آیا تھا، کیونکہ عباسی خلیفہ مامون الرشید (۱۷۰ھ تا ۲۱۷ھ) [1] کے دور میں جب یونانی

---

[1] عبداللہ المامون ابن ہارون الرشید عباسی، کنیت ابوجعفر، اصمعی اور کسائی جیسے ائمۂ لغت وادب عربی سے علوم عربیت کی تحصیل کی، اپنے والد خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کے لئے ان کے حلقہ درس میں حاضری دی، فقہ اپنے وقت کے مشاہیر فقہاء سے حاصل کیا، ۲۸ سال کی عمر میں ۱۹۸ھ میں اپنے بھائی خلیفہ امین الرشید سے جنگ میں فتح مند ہو کر اور امین کو قتل کر کے خلیفہ بنے، ہارون الرشید نے ایک دارالترجمہ ”محکمہ کتب علمیہ“ قائم کیا تھا، جس میں ہندو، پارسی، عیسائی، یہودی، ہر مذہب وملت کے لوگ تھے، مامون الرشید کا ان مختلف مذاہب کے اہل علم فضلاء سے اختلاط اور تبادلۂ خیالات بلکہ استفادہ علوم رہتا تھا، اس سے مامون میں جہاں علمی قابلیت اور کمالات کے جوہر پیدا ہوئے، وہیں آزاد خیالی یا روشن خیالی بھی پیدا ہوئی، چنانچہ اس نے اپنے عہد میں دارالترجمہ (بیت الحکمت) کے کام کو غیر معمولی وسعت دی، اور قیصر روم سے یونانی فلسفہ کی کتابیں منگوائیں، جو پانچ اونٹوں پر لد کر آئیں، ان میں ارسطو، بقراط، ارسطاطیس، اقلیدس، جالینوس اور بطلیموس وغیرہ یونانی حکماء وفلاسفہ کی کتابیں تھیں، عرب کے فلسفی یعقوب بن اسحاق کندی کو مامون نے اس وسیع ذخیرے میں سے ارسطو کے فلسفہ (مشائیہ) پر مبنی لٹریچر وکتب کے ترجمہ پر مامور کیا، فلسفہ یونان کا یہ نشہ پھر مامون کے سر ایسے چڑھا کہ بیت الحکمت کے بڑے نامور فضلاء اس نے روم بھیجے کہ فلسفہ کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

لٹریچر عربی میں منتقل ہوا (نیز قدیم مذاہب کے اہل علم اور فضلاء سے مسلمانوں کا ارتباط اور تبادلۂ خیالات ہونے لگا، تو مسلمانوں کے وہ افراد اور گروہ جو سطحی اور کچا ذہن رکھتے تھے، ان کے افکار وعلوم سے متاثر ہونے لگے) اور مامون الرشید نے غیر معمولی روشن خیالی کا ثبوت دیتے ہوئے دارالتراجم قائم کر کے یونانی منطق اور فلسفے کا بہت بڑا ذخیرہ عربی میں منتقل کرایا (دارالتراجم کا آغاز مامون کے پردادا خلیفہ منصور کے دور میں محدود درجے میں ہو گیا تھا، مامونی عہد میں یہ درجہ کمال کو پہنچا) اس سے مامون اور اس کے ہمنواؤں کے زعم کے مطابق کچھ جزوی اور وقتی فائدے مسلمانوں کو حاصل ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اگر ہوئے بھی ہوں تو وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔

"یسئلونک عن الخمر والمیسر، قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس"

لیکن ان یونانی دیو مالائی دفتروں خصوصاً الٰہیات کے باب میں خرافات کے پلندوں کے عربی میں منتقل ہونے اور مسلمانوں میں راہ پانے سے اسلامیت کی روح کو اور عالمگیر اسلامی معاشرے کی مذہبی اقدار اور بنیادوں کو سخت صدمہ پہنچا، اس سے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے کئی گروہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر یونانی منطق وفلسفے پر جھک پڑے، فلسفیانہ الٰہیات، افلاطونی اشراقیت اور ارسطو کی مشائیت میں ہدایت ڈھونڈنے لگے جو بزبانِ اقبال مرحوم:

تمدن تصوف شریعت کلام بتانِ عجم کے پجاری تمام

کے مصداق تھا۔

تو دوسری طرف اسلامی دنیا کے طول وعرض اور اطراف وجوانب کے غیر مسلم اقوام اور مسلمانوں کے فرقِ باطلہ نے منطق وفلسفہ کے انہی ہتھیاروں کو لے کر، اس یونانی اسلحہ سے مسلح ہو ہو کر اسلام کے اصول وعقائد پر دھاوا بول دیا، اور شریعت کی بنیادوں پر تیشے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ کتب کا انتخاب کر کے لائیں، اس طرح مصر، شام، آرمینیا وغیرہ مختلف ممالک میں لاکھوں روپے دے کر فضلاء روانہ کئے، کہ چھانٹ چھانٹ کر فلسفہ وحکمت کی کتابیں لے کر آئیں، مامون کی خلافت کا عرصہ لگ بھگ بیس سال بنتا ہے، ۲۱۷ھ میں وفات پائی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

چلائے، انہی یونانی فنون کے زور پر اسلام کے اصول وفروع پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کے ایمانیات و اعتقادات میں تزلزل اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کے کام میں یہ سب باطل پرست گروہ اور غیر مسلم اقوام خصوصاً عیسائی، یہودی اور زخم خوردہ مجوس جُت گئے۔

عالمِ اسلام میں درآنے والے اور سر اٹھانے والے ان اندرونی اور بیرونی فتنوں اور سازشوں کا علمی اور عملی توڑ اور تعاقب محققین اہلِ علم، بزرگانِ دین اور علمائے راسخین سب نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کیا، محدثین، فقہا، مفسرین وغیرہ اہلِ علم کے مختلف طبقوں اور حلقوں نے اپنے اپنے طریقے پر علمی بنیادوں پر بھی اور اپنی دعوتی واصلاحی مساعی کے ذریعے بھی ان فتنوں کا تعاقب کیا، اسلام کی مدافعت وترجمانی کی، مخالفین کے باطل عقائد اور بودے نظریات کے تارپود بکھیرے، ان کی دسیسہ کاریوں اور اشکالات واعتراضات کا تجزیہ کیا، اور جوابات دیئے (ان علماء محققین، سلف صالحین کی متعلقہ تصانیف ان مباحث سے لبریز ہیں)

معتزلہ کی تحریکِ اعتزال کا آغاز

عالمِ اسلام میں یونانی وسریانی لٹریچر کے درآنے اور فتنہ مچانے کے دورِ اولیں میں ہی (بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے) معتزلہ کا فرقہ وجود میں آگیا تھا۔[1]

---

[1] واصل بن عطاء (۸۰ھ تا ۱۳۱ھ) فرقہ معتزلہ کا بانی سمجھا جاتا ہے، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، بعد میں ترکِ وطن کر کے بصرہ چلے گئے، جہاں خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ (۲۱ھ تا ۱۱۰ھ) کی مجالسِ علم میں شریک ہو کر کسبِ فیض کرتے رہے، خواجہ کے حلقہ درس میں ایک اعتقادی مسئلہ پر اس نے خواجہ کی مخالفت کی، اور اپنی بات پر اصرار کیا، اور خواجہ کے حلقہ سے الگ ہو گیا، ملفظ معتزلہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی قرار دی گئی ہے، الگ ہونے والے، منحرف ہونے والے، کہ آپ خواجہ سے الگ ہو گئے تھے، اہلِ سنت کے طریقے سے منحرف ہو گئے تھے، جہم بن صفوان کے ساتھ ایک وقت میں آپ کے دوستانہ مراسم رہے، جوانی کی طرح آزاد خیالات رکھتے تھے، اور بعد میں حکومت کے خلاف آواز اٹھانے پر مارے گئے، اسی طرح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو صحابہ اور سلفِ صالحین کے طریقہ سے انحراف کر کے، اور دینِ اسلام کی ترجمانی اور قرآن کی تفسیر و تفہیم میں سنت سے بغاوت کر کے اور سنت کی اور صحابہ کے طریقہ کی اتھارٹی ہونے سے انکار کر کے محض اپنی عقل پر بھروسہ کرنے اور عقل واستدلال کی بنیاد پر اسلام کی من مانی تشریح کرنے والا گروہ تھا، جس طرح صحابہ کے آخری دور میں صحابہ کے مقابلہ میں روافض اور خوارج کے نام سے دو باطل تحریکیں اور گمراہ فرقے وجود میں آئے تھے، اور بڑے زور وشور سے انہوں نے اسلامی دنیا میں فساد وانتشار برپا کیا تھا۔

اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کے دور میں معتزلہ کا یہ فرقہ بھی پورے زور وشور سے اٹھا، اور روافض وخوارج کی طرح انہوں نے بھی اہلِ سنت سے بالکل الگ اپنی راہ نکالی، حسنِ اتفاق کہئے یا شومئی قسمت کہ خلیفہ مامون الرشید بھی ان کے زمرے میں داخل ہو کر ان کا پشتیبان بنا اور بزورِ قوت اس نے اہلِ سنت کے برخلاف معتزلہ کے نظریات واعتقادات خصوصاً خلقِ قرآن کے مسئلہ کو ریاستی دستور اور پالیسی کا حصہ بنایا، اور مسلمانوں پر مسلط کرنے لگا اور علمائے امت کی دارو گیر شروع کی کہ وہ معتزلہ کی ہمنوائی کریں، اور خلقِ قرآن کے مسئلہ کو تسلیم کریں (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں جو قربانیاں دیں، اور مامون اور اس کے جانشینوں کے ہاتھوں تشدد اور قید وبند کا نشانہ بنے، اور بالآخر حق کی فتح کے ساتھ سرخرو ہوئے، وہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عمرو بن عبید جو واصل کے بعد معتزلہ کے قدیم ترین پیشوا اور نمایاں شخصیت تھے، یہ واصل کے برادر نسبتی تھے، اس کی بہن واصل کے گھر تھی، یہ بھی روایت ہے کہ واصل نے اسلامی دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں اپنے داعی اور مبلغ بھیجے، جو اس کے خیالات ونظریات لوگوں میں پھیلاتے تھے، چنانچہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنے زمانے میں واصلیہ نامی فرقے کا ذکر کیا ہے، جو مغرب میں تھا، شاید وہ اسی کی طرف منسوب ہو، اور معتزلہ کی ایک شاخ ہو، واصل سے چار خاص عقیدے اور نظریات منسوب کیے جاتے ہیں، جو معتزلہ کے معرکۃ الآراء عقائد ہیں، جن پر اعتزال کی بنیاد ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

معتزلہ کا غلو و بے اعتدالی

معتزلہ نے یونانی منطق و فلسفے کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور اس کے اصول و قواعد اور طرزِ استدلال کو اختیار کر کے اور معیار بنا کر وہ اسلامی احکام اور اسلام کے اصول و فروع کو جانچنے، ناپنے، اور تولنے لگے، معتزلہ نے اپنی من مانی تشریحات و تاویلات سے اسلام کا جو قالب تیار کیا، اس کو وہ حرفِ آخر سمجھتے تھے، اور اپنے ان مباحث و اعتقادات کو کفر و اسلام کا معیار ٹھہراتے تھے۔

یہ گویا کہ ان کی چوری کے ساتھ ساتھ سینہ زوری بھی تھی، کہ اول تو سلف صالحین، صحابہ و تابعین سے بغاوت کر کے دین میں نقب زنی کی، اور پھر اسلام کے ٹھیکیدار بھی بن گئے، ان کی ساری ذہانتیں اور سرگرمیاں اہل سنت کا ناطقہ بند کرنے کے لئے وقف تھیں۔

خلیفہ مامون اور اس کے بعد معتصم باللہ کے دور میں جب معتزلہ تخت و تاج کے ایک طرح سے مالک تھے، تو انہوں نے پورے عالمِ اسلام کو تحریکِ اعتزال میں رنگنے کی ٹھانی، معتصم کے بعد جب یہ شاہی ایوانوں سے بے دخل ہوئے، تو تب بھی انہوں نے کم از کم سو سال کے عرصے تک علمی درسگاہوں اور اپنے فکری حلقوں کے ذریعے عالمِ اسلام میں اعتزال کا جادو جگائے رکھا۔

اہل سنت کے امام العقائد شیخ اشعری کا دور

قدرت کے فیصلے بھی نرالے ہوتے ہیں، لوہے کو لوہے سے کاٹنے کا اصول صرف بے جان دھاتوں کے لئے ہی نہیں، بلکہ جیتے جاگتے انسانوں کے عالم میں بھی یہ اصول قدرت نے بڑی وسعت کے ساتھ برتا ہے، فرعون کے گھر موسیٰ، آزر کے گھر ابراہیم کو پیدا کرنے والے رب نے معتزلہ کے گھر میں شیخ ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ تا ۳۲۴ھ) کو پیدا کیا، تیسری صدی ہجری بھی سمجھیں کہ معتزلہ کے عروج کی صدی تھی، اس صدی میں بھی علمی دنیا میں ان کا طوطی بولتا رہا، اور وہ دندناتے رہے، تا آنکہ اس صدی کے آخر میں معتزلہ کے امام وقت ابوعلی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جبائی [1] کی آغوش میں پلنے والا، اس کے دامنِ تربیت میں نشو ونما پا کر، اعتزال کی مسندِ مشیخت وامامت کا صدر نشین اور ابوعلی جبائی کا جانشین بننے والا، اور دسیوں سال تک ابوعلی جبائی کے پہلو بہ پہلو، قدم بہ قدم، معتزلہ کی سیادت وقیادت اور اعتزال کی مدافعت کرنے والا شیخ ابوالحسن اشعری، آخرکار اعتزال پر تین حرف بھیج کر صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کے طریقے کو تھامتا ہے، اہلِ سنت میں شامل ہوتا ہے۔

شیخ اشعری نے پھر اسی علمِ کلام کو جو معتزلہ نے اہلِ سنت کے مقابلے اور سنت کی تردید کے لئے تشکیل وترتیب دیا تھا، اسے سنت کی حمایت ومدافعت اور معتزلہ اور دیگر تمام فرقِ باطلہ اور ادیان ومذاہبِ ضالہ کی تردید کے لئے مرتب کیا، پھر شیخ اشعری کی باقی زندگی سنت کی ترجمانی اور اہلِ سنت کی طرف سے مدافعت اور معتزلہ کی اصلاح وہدایت میں خرچ ہوئی، شیخ، عقائد اور علمِ کلام کے میدان میں اہلِ سنت کے امام قرار پائے۔

معتزلہ کا زوال اور اہلِ سنت (اشاعرہ) کا عروج

شیخ کے بعد معتزلہ کے مقابلے میں اہلِ سنت کے متکلمین اور ائمہ اشاعرہ کے نام سے موسوم ہوئے، جنہوں نے شیخ اشعری کے اصولوں پر معتزلہ کو ہر میدان میں شکستِ فاش دی، تا آنکہ ان کا نام صرف تاریخ میں باقی رہ گیا (انیسویں صدی میں انگریزوں اور مغربی

---

[1] ابوعلی جبائی تیسری صدی ہجری میں معتزلہ کے امام اور شیخ وقت تھے، شیخ اشعری کے والد اسماعیل کی وفات کے بعد اشعری کی والدہ نے ابوعلی جبائی سے نکاح کر لیا تھا، شیخ اشعری ابھی بچے تھے، ان کی پرورش وتربیت جبائی نے کی، اور مذہب اعتزال میں اسے خوب ماہر اور باکمال بنایا، اشعری کم سنی سے ہی ذہین وفطین، بیدار مغز، حاضر جواب اور بحث اور مناقشہ کے ماہر تھے، بڑا ہونے پر جبائی نے مذہب اعتزال کی اشاعت ومدافعت میں ان سے خوب کام لیا، مناظرہ اور علمی معرکے سر کرنے کے لئے جبائی ان کو آگے آگے رکھتے تھے، اس طرح تھوڑے عرصے میں ہی جبائی کی نیابت میں اشعری معتزلہ کے علمی حلقوں کے صدر نشین اور مجالسِ بحث کے سر حلقہ بن گئے، جب شیخ اشعری اعتزال سے تائب ہوئے اور اہل سنت کے زمرے میں داخل ہوئے، تو جبائی سے بھی آپ کا ایک دلچسپ مناظرہ ہوا، جس میں جبائی جیسے جبل العلم کو ساکت اور لاجواب ہونا پڑا، عقائد وکلام کی کتب میں اس مناظرے کی روئیداد ملتی ہے، علم کلام کی نصابی کتاب "شرح عقائد نسفی" میں بھی اس مناظرے کا حال درج ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوموں کی عقلیت پرستی و مادیت پرستی کی تحریک جب اسلامی دنیا میں پہنچی، تو یہاں اعتزال کی تحریک دوبارہ زندہ ہوئی، اور معتزلۂ جدید پیدا ہوئے، برصغیر میں یہ نیچری کہلائے، سرسید برصغیر میں اعتزال جدید کا بانی تھا، گویا دوسرا واصل بن عطاء تھا، ترکی میں ضیاء گوک الپ، مصر میں طہٰ حسین روشن خیال، جدت پسند، سکالرو دانش ور، اعتزال کا جدید ایڈیشن تھے)

اشاعرہ کا چوتھی سے ساتویں صدی تک کا زمانہ

چوتھی صدی ہجری سے علم العقائد والکلام کے میدانوں میں اشاعرہ خم ٹھونک کر اتر پڑتے ہیں، اس طرح اسلامی دنیا کے بیشتر فکری حلقے، علمی درسگاہیں حتی کہ حکومتی ایوان اور شاہی دربار اشاعرہ کی باکمال ہستیوں سے معمور نظر آتے ہیں، چوتھی صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری تک کا سارا زمانہ اشاعرہ کے بھرپور عروج کا زمانہ ہے، خصوصاً سلجوقیوں کے عہد اقتدار (پانچویں صدی ہجری) میں اشعریت کو بہت فروغ اور عروج حاصل ہوا۔

مدرسہ نظامیہ بغداد و نیشاپور

اس زمانہ میں بغداد اور نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ کے قیام نے (جو کہ صدیوں تک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹیوں کی حیثیت اور شان رکھتی رہیں، عالم اسلام کی بڑی سے بڑی یگانہ روزگار ہستیاں، ان ہی اسلامی جامعات نے عالم اسلام کو عطا کیں، جیسے امام غزالی رحمہ اللہ) اشعریت کو علمی طور پر بہت مضبوط کیا، اور دنیا کے اطراف واکناف سے آنے والے مسلمان طلباء اہل سنت کے اشعری عقائد اور علم کلام کو پورے عالم اسلام میں پھیلانے کا ذریعہ بنے، شیخ اشعری کے بعد چوتھی صدی سے اس ساتویں صدی تک (یعنی مولانا روم کے دور تک جو شخص کا شکار ہونے سے پہلے خود بہت بڑے اشعری ستون تھے) اشاعرہ اہل سنت میں ایک سے بڑا ایک یگانہ روزگار، اور نابغۂ وقت عالم ربانی اور محقق پیدا ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اشاعرہ کے چند معروف ائمہ وقت اور متکلمین

چوتھی صدی ہجری میں قاضی ابوبکر باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) جو امام باقلانی کہلاتے ہیں، شیخ ابواسحاق اسفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابواسحاق شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) امام الحرمین ابوالمعالی علامہ جوینی (متوفی ۴۶۸ھ) حجۃ الاسلام امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ، خلوت گزینی اختیار کرنے سے پہلے کا دور) اور چھٹی صدی ہجری میں امام فخرالدین رازی (صاحب تفسیر کبیر، متوفی ۶۰۶ھ) جنہوں نے اشعری کلام کی دھاک ایسی عظمت کے ساتھ بٹھائی کہ اس کے مقابلے میں سب آوازیں دب گئیں، اور اس کی صدائے بازگشت عالم اسلام کے علمی درسگاہوں اور فکری حلقوں میں مشرق سے مغرب تک گونجنے لگی، تفسیر کبیر میں کیا فلاسفہ، کیا زنادقہ، باطنیہ، کیا معتزلہ، کیا روافض، کیا خوارج اور کیا دیگر ادیان وشرائع والے، آپ نے سب کا ناطقہ بند کر کے رکھا۔

ہر کمالے راز والے

لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، حدود وقیود کو توڑنا، اور غلو میں پڑنا یہ کسی چیز میں اچھا نہیں، خصوصاً دین کے ابواب میں، علم کلام کی حد اور اس کی غرض وغایت، عقل واستدلال کی راہ سے دین کی مدافعت اور عقل پرستوں، اور دیگر مذاہب والوں کے اعتراضات کے جوابات دے کر مسلمانوں کو ان کے اعتراضات اور شکوک وشبہات سے بچانا تھا۔

دوسرے مذاہب وشرائع کے مقابلے میں اسلام کے عقائد واصولوں اور مسلمانوں کے فرق باطلہ کے مقابلہ میں صحابہ وسلف صالحین کے اخذ کردہ اہل سنت کے اصولوں سے ان کو واقف ومتعارف کرانا اور اسلام اور سنت پر ان کو مطمئن کرنا تھا، لیکن ساتویں صدی ہجری میں پہنچتے پہنچتے اشاعرہ کے بیشتر علمی حلقے معتزلہ کا تعاقب کرتے کرتے خود اسی غلو کی طرف جانے لگے، کہ عقل واستدلال کو نفس ایمان اور ایمانیات میں غور وفکر اور بحث ومباحثہ کا پیمانہ بنانے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لگے، اس سے ایمان بالغیب کو نقصان پہنچا۔

ایمان قلبی یقین سے وجود پاتا ہے

اسلامی معاشرے کے اصل جوہر اور امت کے امتیازی خصائص جن سے یہ امت ہمیشہ دنیا میں سربلند وسرخرو ہوتی رہی، اور کامیابی مسلمانوں کے قدم چومتی رہی، وہ عقل واستدلال کے زور پر دماغی علمیت سے وجود میں نہیں آتے، بلکہ ایمان بالغیب کے قلبی یقین اور اس قلبی یقین کی روشنی میں پورے اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں، کلامی مباحث تو نہ ماننے والوں اور اعتراض کرنے والوں (مخالفین اسلام وسنت) کو عقل کے راستے سے ساکت کرنے اور اسلامی احکام واصولوں کی معقولیت اور آفاقیت بتلانے اور جتلانے کے لئے تھے (نہ کہ نفس ایمان اور قرآن وسنت کے صریح اصولوں کو خود تسلیم کرنے کے لئے ان کو کلامی تفتیش سے گزارنے کی ضرورت تھی) نفس ایمان کا محض کلامی مباحث سے وجود میں آنا، اور پنپنا و پھلنا پھولنا محض خام خیالی ہے۔

مثنوی شریف جس دور میں لکھی گئی، اس وقت خود اشاعرہ کے اہل علم بڑی حد تک علم کلام کے متعلق اسی غلو میں پڑ گئے تھے، جس میں کبھی معتزلہ پڑے تھے، اور اس کا اثر پورے اسلامی معاشرے پر خصوصاً مسلمانوں کے مؤثر ومقتدر طبقات پر پڑ رہا تھا۔

مثنوی روم میں مولانا رومی کے دور رس نگاہ وبصیرت نے عقلیت پرستی کے اس مزمن مرض کی تشخیص بھی کی ہے، اور علاج بھی کیا ہے۔ لیکن مسلمہ آج پھر اسی دلدل میں اتر چکی ہے، جس میں کبھی یونانی وسریانی لٹریچر کے عربی میں منتقل ہونے کے دور میں وہ دھنسی تھی اور معتزلہ نے کلامی مباحث کے ذریعے کبھی اسے دھنسایا تھا، پھر امام غزالی کے دور میں وہ اس راہ پر گامزن ہوئی تھی اور امام غزالی اور اس دور کے دیگر ارباب عزیمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امت کا قبلہ سیدھا کیا تھا، پھر مولانا رومی کے زمانے میں وہ اسی ڈگر پر چل پڑی تھی، اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

رومی نے مثنوی کا قیامت خیز صور پھونک کر اسے جھنجھوڑا، اور اس کا رُخ سیدھا کیا۔

مثنوی کا پیغام آج بھی تروتازہ ہے

آج بھی جبکہ امت (خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقات) پھر عقل اور مادیت پرستی کے بت کی پوجا میں لگ گئی ہے، اسے اس دلدل سے نکالنے کے لئے مثنوی کے پیغام میں وسیع امکانات ہیں، شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے مغربی زندگی کو بہت قریب سے اور اندر گھس کر دیکھا، اور مسلمانوں کے مغرب پرستی اور مادیت پرستی کے مرض کو بھی اچھی طرح تشخیص کیا، مثنوی روم سے ان کو جو ایمانی حرارت اور روح کی بالیدگی ملی، قوم کو انہوں نے اپنے اردو و فارسی دونوں زبانوں کے کلام میں جابجا اس کی طرف متوجہ اور متنبہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ تمہارے امراض اور ان کا علاج قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مثنوی میں بہت اچھے طریقے سے سمویا ہوا ہے۔ فہل من مدکر۔

مولانا کی علمی اٹھان اور فکری نشو ونما اسی فلسفیانہ اور کلامی ماحول میں ہوئی تھی، اشعری علمی حلقوں میں پلے بڑھے تھے، اشعریت آپ کی گھٹی میں پڑی تھی، خود ایک کامیاب و متبحر متکلم اور ماہر اشعری عالم تھے، منطق و فلسفہ اور علم کلام کے اصول و فروع پر حاوی اور رگ رگ سے واقف تھے، اس لئے معرفت و حقیقت کے مقام پر فائز ہونے کے بعد مثنوی میں آپ ان عقلی و یونانی علوم، اور کلامی طول لاطائل مباحث اور ان ترانیوں پر نقد و نظر اور عملی جراحی (پوسٹ مارٹم) کرتے ہیں، تو یہ کوئی "دیوانے کی بڑ" نہیں ہوتی، بلکہ اپنے ذاتی تجربے ومشاہدے کی روشنی میں سب کچھ کہہ رہے ہوتے ہیں، کیونکہ خود اس صحرا کی دشت نوردی میں ایک عمر گزار چکے ہیں، اور اس آگ میں جل چکے ہیں، بقول اقبال ؏

اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل

یہ ایسے باخبر شخص کا کیا ہوا تجزیہ و تبصرہ ہوتا ہے جس پر فلسفہ کی کمزوریاں اور عقل و استدلال اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

قیاس کے راستے کی غلطیاں اور گمراہیاں کھل چکی ہیں، فلاسفہ اور غالی متکلمین اور مناطقہ واہل استدلال کے بودے اصولوں کی بے ڈھنگی، بے وقعتی اور ناپائیداری خبر سے گزر کر صاحب نظر ہونے، قال سے گزر کر صاحب حال ہونے اور مقام حقیقت تک رسائی پانے کی وجہ سے اس پر اچھی طرح واضح ہو چکی ہے، وہ پورے یقین کے ساتھ "برہان قاطع" اور "سلطان مبین" کی روشنی میں معقولیوں کے بنے ہوئے جالوں کے تانے بانے کھولتا اور تار پود بکھیرتا نظر آتا ہے "وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ"

فلسفہ وکلام کی درماندگی

عالم اسلام کے بیشتر علمی حلقوں کا منطق وفلسفہ میں غیر معمولی اشتغال اور علم کلام کو منطق وفلسفہ کے قائم کردہ عقلی اصولوں پر استوار کرنے کا یہ منفی نتیجہ نکل رہا تھا کہ مقدمات عقلیہ کے ذریعہ منطقی طریقہ پر کسی نتیجہ کو ثابت کر دینے اور فلاسفہ یونان نے جن اصولوں اور نتائج کو قطعی اور بدیہی بتایا ہے، ان کا نام لے لینے کے بعد یونانیوں کے حلقہ بگوش ان پرستاران عقل کی زبانیں گنگ اور دماغ ماؤف ہو جاتے تھے، گویا کہ شریعت محمدی کے اصول واحکام کو پرکھنے کا پیمانہ ان معقولیین نے یونانی مشرکوں اور ملحدوں کے قائم کردہ اصولوں کو بنایا تھا، سوچنے کی بات یہ ہے کہ الٰہیات کے مباحث اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذات وصفات کی آ گہی میں یہ عقلی اصول کافی ہوتے اور عقل کی رہنمائی کفایت کرتی تو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کیوں مبعوث فرماتے، اور انبیاء کی شریعتوں سے محروم ومنکر یونانی فلاسفہ اپنی عقلی ہمہ دانی کے باوجود گمراہ کیوں ہوتے؟ یہ یونانی فلاسفہ اپنی ذہانتوں اور اپنے ترتیب دیئے ہوئے فلسفیانہ اصولوں کے باوجود ایک خدا کی، زمین وآسمان کے خالق کی معرفت تک نہ پہنچ سکے، کوئی دہری ومادہ پرست تھا، مادہ وھیولیٰ کے گورکھ دھندوں میں ٹاک ٹوئیاں مار رہا تھا، اور اس کو ازلی وابدی ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا، تو کوئی عقول عشرہ کا پرستار اور اس وہمی

toobaa-elibrary.blogspot.com

وسلسلی شجرہ تخلیق پر سارے سلسلہ موجودات کی بنیاد رکھتا تھا، اس طرح شرک اور دہریت کو گویا کہ فلسفیانہ غلافوں میں لپیٹ کر یہ یونانی مشرک اور دہری عقل واستدلال کے نام پر یونانی علم الاصنام اور مجموعہ خرافات کو انسانوں میں پھیلا رہے تھے، ستم بالائے ستم تو یہ ہوا کہ یہ یونان جب مسیحی روم کا حصہ بنا، تو مسیحی رومی سلطنت نے ان یونانی فلسفوں کو خرافات کا پلندہ قرار دیئے رکھا، اور ان علوم کے غلغلے یونانی اور رومی معاشروں میں عام نہ ہو سکے، بلکہ مخصوص علمی وفکری حلقوں تک ہی محدود رہے، لیکن اسلامی روشن خیالوں، معتزلہ ومسلم فلاسفہ یعقوب کندی، بوعلی سینا، فارابی، ابن رشد، اخوان الصفا اور ان کے ہمنواؤں نے (یہاں تک کہ متاخرین متکلمین نے بھی) یونانی فلاسفہ افلاطون وارسطو وغیرہ کو درجہ تقدس تک پہنچادیا، اور مقامِ عصمت پران کو فائز کردیا تھا (گو اعتقاداً نہ سہی لیکن عملاً یونانی وہمی معقولات میں ان کے توغل سے یہی نتیجہ نکلتا ہے) اور ریاضیات وطبیعات کی طرح ان کی الہیاتی ومابعد الطبیعاتی خرافات وتخیلات اور وہمی گپ بازیوں (عقول عشرہ، افلاک، مادہ وہیولی وغیرہ کے باب میں) کو انبیاء کی شریعتوں کا سا درجہ دے رکھا تھا، حالانکہ ان چیزوں کو تسلیم کر کے اسلام کے نظریہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور حشر ومعاد کے متعلق منصوص احکام پر صحیح معنوں میں ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

مابعد الطبیعاتی حقائق تک رسائی کا ذریعہ صرف وحی

یونان کا جو کچھ علمی ذخیرہ دوسری صدی ہجری میں عالمِ اسلام میں منتقل ہوا، اور تراجم ہو کر اسلامی دنیا میں پھیلا، اس میں کچھ تو منطق، طبعیات (فزکس) عنصریات، ریاضیات کے علوم پر مشتمل لٹریچر تھا، ان فنون کے لینے اور ان سے استفادہ کرنے میں تو کوئی حرج نہ تھا، ایک حد تک یہ مفید تھے، کیونکہ ان کا مذہبی امور سے واسطہ نہیں، کائناتی اشیاء اور امورِ عامہ کے متعلق طویل انسانی تجربات اور فکر کا یہ نتیجہ و نچوڑ تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیکن ان کا جو لٹریچر الٰہیات اور مابعد الطبیعیات پر مشتمل تھا، الٰہیات اور مابعد الطبیعیات پر مشتمل یہ سارا ذخیرہ وحی الٰہی سے متصادم تھا یہ گمراہیوں پر مشتمل یونانیوں کا علم الاصنام تھا، جو انہوں نے بڑی عیاری سے فلسفیانہ زبان اور علمی اصطلاحات میں ڈھال لیا تھا، یہ سارا ذخیرہ الٰہیات و مابعد الطبیعیات مفروضات، وہمیات کا ایک طلسم ہوشربا تھا، جس کا نہ کوئی ثبوت تھا، اور نہ اس کا کوئی واقعی وجود، کہیں اس میں عقول عشرہ و افلاک کا شجرہ نسب اور تدریجی مراحل کا بیان اور فلاسفی ہے، اور کہیں ان فرضی وتخیلاتی عقول و افلاک کے افعال وحرکات کا زائچہ اور دوائر بنائے اور مرتب کئے گئے ہیں۔

الٰہیات اور مابعد الطبیعیات کے مباحث اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی اور اس کی ذات وصفات کے مسائل، علمی عقلی موشگافیوں اور قیاس آرائیوں کا میدان نہیں، اس بارے میں انسانوں کا ذریعۂ علم صرف انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتیں اور وحی الٰہی کے ذریعے انبیاء کو موصول وحاصل ہونے والے اخبار واحکام ہیں، اسی سے اللہ تعالیٰ کی صحیح وحقیقی معرفت اور اس کی صفات وکمالات کا علم ہوسکتا ہے، اور انسان کے ساتھ اس رب کے تعلق کی نوعیت اور انسان کا مقصدِ تخلیق معلوم ہوسکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ انسان سے کیا چاہتے ہیں، کیا نہیں چاہتے؟ اس کا پتہ چل سکتا ہے، انبیاء علیہم السلام کے ذریعے وحی الٰہی کے نتیجے میں ہی الٰہیات اور مابعد الطبیعیات کی تمام گتھیاں سلجھ سکتی ہیں، اس کے بغیر کسی اور راستے (مثلاً حواس، عقل واستدلال، حتیٰ کہ غیر نبی کے کشف والہام کے ذریعے سے بھی) اس معمے کی گرہ کشائی نہیں ہوسکتی۔

محال است سعدی کہ راہ صفا   تواں رفتن جز بے مصطفےٰ

غیبی حقائق اور عقلی منطقی مباحث

فلسفہ وعقلیات کا سارا زور (خصوصاً ارسطو کے فلسفہ کا) عقلی استدلال اور حواسِ خمسہ ظاہرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے ذریعے علم پانے اور حقائق کا ادراک کرنے پر تھا، انہی حواس کے ذریعے منطقی استدلال کے زور پر حاصل ہونے والے علم کو یقین کے حصول کا قابلِ اعتماد ذریعہ سمجھا جاتا تھا، یونانی فلسفوں سے یہ چیز معتزلہ نے انگیز کی، اور مسلم فلاسفہ نے اس کو پروان چڑھایا، متکلمین اشاعرہ جو اس کے توڑ کے لئے میدان میں آئے تھے (کہ انہی کے ہتھیاروں سے ان کا توڑ کریں اور ان پر وار کریں) اور ایک زمانے تک انہوں نے کامیاب مقابلہ بھی ان سب منحرف گروہوں کا کیا، اب وہ خود ضرورت سے زیادہ اس معقولی رنگ میں رنگتے چلے جارہے تھے، اور انہی کلامی مباحث میں توغل کو انہوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، اس عقلی توغل سے احکام اسلامی محض ایک عقلی فلسفہ بن کے رہ جاتے ہیں، نہ کہ روح میں بالیدگی اور قلب میں ایمانی حرارت اور جذب دروں پیدا کرنے والی اسٹیم۔

پانچویں صدی ہجری میں امام غزالی رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے مختلف منحرف گروہوں کا (فلاسفہ، باطنیہ، زنادقہ اور غالی معتزلہ کا) جنہوں نے عقلیت پرستی اور مادیت پرستی کی یونانی کمین گاہوں میں مورچہ بند ہو ہو کر شریعتِ محمدیہ پر الحاد وزندقہ اور تشکیک وارتیاب کے تیروں کی بارش کررکھی تھی، امام موصوف نے ان فلاسفہ وباطنیہ، ملاحدہ اور زنادقہ پر انہی کے ہتھیاروں سے تابڑ توڑ حملے کر کے ان کو پسپائی پر مجبور کردیا تھا، لیکن اس وقت تک بڑی حد تک متکلمین اور مسلمانوں کے علمی وفکری حلقے یونانی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر فلاسفہ وزنادقہ اور دیگر غیر مسلم اقوام کے مقابلے میں علمی واستدلالی میدانوں میں اسلام کا دفاع کرتے کرتے خود بھی اس استدلالی رنگ اور منطقی اسلوب کے ایسے خوگر ہوگئے کہ اب محض مدافعت یا الزامی جواب کی حد تک نہیں، بلکہ اصلاً اسلامی فکر کو انہوں نے اسی رنگ میں رنگ لیا، شرعی وغیبی حقائق کو ان عقلی واستدلالی سانچوں میں ماپے بغیر خود ان کو بھی گویا تسکین نہ ہوتی تھی، اس حواس پرستی اور عقل پرستی نے ایمان بالغیب کو بہت ہی نقصان پہنچایا۔

چھٹی صدی ہجری تک پہنچتے پہنچتے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں، درسی حلقوں اور فکری طبقات

toobaa-elibrary.blogspot.com

اوران کے واسطے سے پھر عام معاشرے اور سوسائٹی میں بھی کافی حد تک خصوصاً سوسائٹی کے موثر ومقتدر طبقات میں (بطور فیشن یا دماغی تفریح کے) یہ عقلی واستدلالی کلامی رنگ عمومیت کے ساتھ پھیل گیا۔

اس معقولی رنگ کے نقصانات عالمگیر اسلامی سوسائٹی کے لئے اور اس آفاقی امت کے لئے جو خیر الامم ہے، اور تا قیامت دین حقہ کی علمبردار، وحی الٰہی کی حامل اور ساری انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئی ہے، بڑے دوررس اور گہرے تھے، جو اس وقت بھی نکلے، اور اس کے بعد بھی نکلتے رہے، اور آج تک امت اس کے نتائج بھگت رہی ہے۔

منطق وکلام دماغ کو غذا فراہم کرتے ہیں دل کو نہیں

اس کلامی واستدلالی رنگ سے دماغ کی تسکین کا سامان تو ایک حد تک ہو جاتا ہے (پورے طور پر نہیں، کیونکہ چرب زبانی اور استدلال کے زور پر دوسرے کو چپ تو کرا سکتے ہیں، اس کی زبان بند کر سکتے ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ اس کا دل اس استدلال پر مطمئن ہو جائے، اس لئے واقفان راز نے کہا ہے کہ علم کلام کے طریقے سے شبہات ساکت تو ہو سکتے ہیں، لیکن ساقط نہیں ہوتے) لیکن دل کی انگیٹھیاں بجھتی چلی جاتی ہیں، ایمانی حلاوت، یقین کی گہرائی، ان دیکھے غیبی حقائق پر ایمان ویقین، منطقی استدلال کے زور پر نہیں، بلکہ قلبی کیفیت کی بنیاد پر، رسول کی عصمت، عظمت، تقدس کے اعتقاد اور ان کے ساتھ محبت کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کا ایمان اس قسم کا استدلالی اور منطقی نہیں تھا، ذوقی اور وجدانی تھا، قلبی طمانیت کے ساتھ تھا (دماغی دلائل تو بعد کی چیز ہیں، وہ بھی منطقی طریقہ پر نہیں، بلکہ معروضی وفطری طریقہ پر جیسا کہ قرآن کا انداز ہے، انفسی وآفاقی نشانیوں سے توحید ورسالت اور قیامت پر استدلال کرنے کا)

اور صحابہ کا ایمان ہی سب سے مضبوط، راسخ، اور مستحکم تھا، انقلاب انگیز تھا، اسی طرح تابعین

toobaa-elibrary.blogspot.com

وتبع تابعین کا بھی، اور بعد کے زمانوں میں جو جو لوگ اس طریقہ پر رہے، ان کے بھی ایمانی کیفیات کا یہی حال تھا۔

مولانا روم نے مثنوی میں ایمان ویقین کے حصول اور تکمیل کے لئے، محبت پیدا کرنے اور حب الٰہی پر مبنی جذبات پر ایمانی زندگی استوار کرنے پر زور دیا ہے، ایمان ویقین کے راستے میں باطنی احساسات، وجدان اور روح سے کام لینے کی طرف متوجہ کیا ہے، متکلمین کے عقلی واستدلالی طریقہ، لفظی گورکھ دھندوں، اور دماغی عیاشیوں و معرکہ آرائیوں، قیل وقال اور مناظرہ ومجادلہ کو ایمانیات وغیبیات پر طمانیت ویقین پیدا کرنے کے لئے ناکافی بلکہ مضر بتلایا ہے، اور متکلمین کی عام روش سے ہٹ کر مولانا نے مجتہدانہ شان کا ثبوت دیتے ہوئے علم کلام کے متبادل خود اپنی ایک نئی راہ نکالی ہے، ایمانیات اور غیبی حقائق کے دقیق مباحث جن کو متکلمین نے جا بجا چھیڑا ہے (لیکن اپنے استدلالی مباحث سے ان کی گتھیاں سلجھانے کے بجائے ان کو مزید الجھا دیا، اور پیچیدہ بنا دیا) مولانا مثنوی کے اشعار میں ان مسائل کو اس طرح بدیہی بنا کر پیش کرتے اور واضح کرتے ہیں، گویا کہ ان میں کوئی پیچیدگی ہی نہ تھی، وہ بالکل روز مرہ زندگی کے بدیہی حقائق اور عام واقعات کی طرح معلوم ہونے لگتے ہیں، جن کو پڑھنے اور سننے والے کا دل و دماغ بے تکلف قبول کرتا چلا جاتا ہے۔ ؎

ہر کس نہ شناسندۂ راز است ورنہ اینہا ہمہ راز اند کہ معلوم عوام اند

مولانا کا اسلوب، عام مناطقہ و متکلمین کی طرح دماغ کو شکست دینے، اور مخاطب کو لا جواب کر کے ساکت کرنے کا نہیں ہے، بلکہ ایسا اسلوب ہے کہ بات خوشی خوشی مخاطب کے دل و دماغ میں جاگزیں و دلنشین ہو جاتی ہے، اور محسوس ہی نہیں ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی چیز ٹھونسی یا مسلط کی جا رہی ہے، یہی انداز و اسلوب قرآن مجید کا اپنے دلائل آفاق وانفس کے بیان کرنے میں بھی ہے، تو گویا مولانا نے قرآنی اسلوب کو سامنے رکھ کر اپنا علم کلام تشکیل دیا ہے، جس کا حاصل بزبان شاعری یوں ہے۔ ؎

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا   میں نے یہ جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

مثنوی کے بنیادی موضوعات ومباحث

اسلام کے تین بنیادی عقائد ہیں، جن پر اسلام کے پورے نظام عقائد، اور تعلیمات کی بنیاد ہے، توحید، رسالت اور قیامت (ہر آسمانی شریعت اور ہر نبی کی تعلیمات ان تین اصولوں پر مبنی اور انہی کے گرد گھومتی رہی ہیں)

مولانا نے ان اصولی عقائد کو مثنوی میں جا بجا چھیڑا ہے، اور جس والہانہ، عاشقانہ، دردمندانہ، عارفانہ و ناصحانہ انداز میں ان کا بیان کرتے ہوئے محبت و معرفت کے دریا بہائے ہیں، اور اسرار و رموز اور روحانی حقائق کے جام لنڈھائے ہیں، وہ پڑھ اور سُن کر دل میں ایمان ویقین کی لہریں اُٹھتی ہیں، اور درد و محبت کے جذبات موجزن ہونے لگتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اہم موضوع مثنوی کا یہ ہے کہ اصلاح نفس اور خدا طلبی کے راستے میں مرشد و شیخ کی ضرورت و اہمیت اور مرشد کے حقوق اور اس کا مقام و مرتبہ اور اس سے فیض پانے و استفادہ کرنے کے آداب و طریقے، اور خدا طلبی کے اس راستے میں عقل و استدلال کے بجائے شیخ کامل کی بلا چوں وچرا اتباع کی ناگزیریت، نیز کامل و ناقص شیخ کا فرق اور ناقصوں سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید، اور اس ضمن میں تصوف کی باریکیوں کا تجزیہ و تحلیل۔

متکلمین کی کلامی فکر و تحریک بھی ایمان و اسلام کی دعوت، اشاعت اور مدافعت کی فکر و تحریک ہے، جو کہ عقلی و استدلالی اصولوں پر استوار ہے، مولانا کی فکر بھی ایمان و اسلام کی دعوت، اشاعت اور مدافعت کی فکر و تحریک ہے، لیکن یہ متکلمین کے برعکس معرفت و محبت کی بنیادوں پر استوار ہے، عقل و استدلال دماغ کو اپیل کرتے ہیں، تو محبت قلب اور روح کو، قلب و روح میں جب صفائی، جلا اور بالیدگی پیدا ہوتی ہے، تو اس کی پرواز اور طاقت اتنی لامحدود ہوتی ہے کہ عقل و استدلال کی لنگ پائی اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے قلبی قوتیں ایمان و یقین کی روشنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ورہنمائی میں جب تکمیل پذیر ہو جاتی ہیں، اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، تو مکان سے لامکان تک، ناسوت سے لاہوت تک، اور عالم محسوسات وشہادات سے مجرد ومغیبات تک سارے سلسلے ومرحلے ان کی ترکتازیوں اور بلند پروازیوں کی بازی گاہ بن جاتے ہیں۔

راہ عشق میں کوئی دیکھے جولانیاں دل کی دو عالم سے گزر کر پہلی منزل کی

محبت کی اقسام

محبت شریعت میں مطلوب ومقصود ہے۔

قرآن مجید میں ایمان والوں کی صفت اور شان یہ بیان ہوئی ہے:

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (المائدہ، آیت ۵۴)

کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے محبت کرتے ہیں، اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ایمان والوں کا غیر اہل ایمان پر شرف وخصوصیت کا یوں ذکر فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرۃ، آیت ۱۶۵)

کہ جو ایمان والے ہوتے ہیں، ان کی سب سے شدید ومضبوط محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔

اس لیے محبت تو ایمان کا لازمہ ہے، اور مؤمن کی شناخت وپہچان ہے، بقول اقبال مرحوم:

بے محبت زندگی ماتم ہمہ کاروبارِ زشت ونا محکم ہمہ

پیش او ہر ممکن وموجود مات جملہ عالم تلخ واو شاخ نبات (جاوید نامہ)

پھر اس محبت کے درجات ہیں، بنیادی درجات دو ہیں، محبت عقلی، اور محبت طبعی۔

محبت طبعی بھی بڑی نعمت ہے، جس کو عطا ہو جائے، لیکن آدمی شرعاً اس کا مکلف نہیں، کیونکہ غیر اختیاری اور وہبی ہے، البتہ عقلی محبت شرعاً مطلوب ہے، اور آدمی اس کا مکلف ہے، جیسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مذکورہ بالا آیت سے اس کی مطلوبیت ظاہر ہوتی ہے۔

اور حدیث شریف میں اس کی مطلوبیت و ضرورت یوں ذکر ہوئی ہے:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری، حدیث نمبر ۱۵، کتاب الایمان، باب :حُبُّ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الإِيمَانِ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

محبت کے درجات

اس حبِ عقلی کا مقتضی و اثر رضائے محبوب کو سب ماسوا پر ترجیح دینا ہے، پھر اس ترجیح کی کئی اقسام و درجات ہیں، پہلا درجہ ایمان کو کفر پر ترجیح دینا ہے، یہ سب سے بنیادی اور ابتدائی درجہ ہے، اس کے بغیر آدمی مؤمن نہیں بن سکتا، باقی درجات میں سے اللہ ورسول کے احکام کو غیر کے احکام پر ترجیح دینا ہے، چونکہ اللہ ورسول کے احکام کے بھی کئی درجے ہیں، کوئی فرض، کوئی واجب، کوئی سنت، کوئی مستحب، کوئی ممنوع و مکروہ، اسی اعتبار سے اس محبت کے درجات ہیں، یعنی واجب و ضروری، متوسط، اعلیٰ و مستحب۔

مثلاً خداوندِ کریم کا ذکر سن کر یا اللہ کا حکم سامنے آنے پر دل میں ایک جذبہ اور ولولہ پیدا ہو جائے، اور نافرمانی سے بچنے کی اور اللہ کے احکام کی بجاآوری کی فکر ہو جائے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ پھر عملی زندگی میں اپنی حالت کو بدل لے، نافرمانیاں کسی بھی نوع کی ہوں، انہیں چھوڑ کر فرماں برداری اور اطاعت کا اہتمام شروع کردے، حتی الامکان فرمانبرداری پر استقامت اور دوام اختیار کرے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ محبت کا تکمیلی درجہ ہے، ایک عرصے تک تقویٰ و تدین کی اس حالت کو نبھانے اور سب معصیتوں و نافرمانیوں سے پرہیز کرنے کے نتیجے میں پھر بندہ مؤمن کو وہ مقام اور وہ حالت اور کیفیت حاصل ہو جاتی ہے، جس کو صوفیا فرماتے ہیں کہ شریعت کے احکام طبیعتِ ثانیہ بن جاتے ہیں، یعنی پہلے شریعت کے احکام کی پابندی جو تکلف کرنی پڑتی تھی نفس اور طبیعت کو ناگواری ہوتی تھی، اس ناگواری کا مقابلہ کر کے احکام کی بجا آوری کا مرحلہ سر کرنا پڑتا تھا، تو اب خود طبیعت ان احکام پر چلنے کا تقاضہ کرنے لگتی ہے، اور ان احکام کی بجا آوری طبیعت کی غذا بن جاتی ہے، پہلے یہ احکام طبیعت کے لیے دوا تھے، طبیعت حالتِ مرض میں تھی، مرض کے ازالے اور اصلاح کے لیے اسے احکامِ شرع کی بجا آوری کی ایک عرصے تک دوا دی جاتی رہی، اور دوا تو طبیعت کو ناگوار لگتی ہے، لیکن جب مسلسل اس دوا کے استعمال سے طبیعت صحت مند ہوگئی، خواہشات پر چلنے کی بجائے حکم پر چلنے کا ملکہ اور جذبہ اس میں پیدا ہوگیا، تو اب نماز، روزے، وغیرہ احکام پورے کرنے کا اس میں ایسے ہی تقاضہ پیدا ہوتا ہے، جیسے بھوک میں غذا کی طلب اور پیاس میں پانی کا تقاضہ خود طبیعت کا اندرونی تقاضہ ہوتا ہے، اور گناہوں سے بچنے کا تقاضہ بھی ایسا ہی تقاضہ بن جاتا ہے، جیسے زہر، سنکھیا اور مہلک چیزوں سے بچنے کا تقاضہ طبیعت کا اپنا تقاضہ ہوتا ہے۔

پہلے مجاہدہ پھر مشاہدہ

اسی ترتیب کو صوفیا کی اصطلاح میں یوں بھی تعبیر کیا جاتا ہے، پہلے مجاہدہ، پھر مشاہدہ، نیز پہلے ''سیر الی اللہ'' اور پھر ''سیر فی اللہ''، سیر الی اللہ یا مجاہدہ اس مرتبہ کا نام ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگئی، اور نافرمانیاں چھوٹ کر فرمانبرداری و اطاعت شروع ہوگئی، اور نفس و طبیعت کے نہ چاہتے ہوئے بھی حتی الامکان سب احکام پر عمل در آمد ہوتا رہا، گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہوتا رہا، ایک عرصے کے بعد طبیعت میں استقرار اور قلب میں رسوخ پیدا ہو جائے گا، نفس

toobaa-elibrary.blogspot.com

مضمحل ہو جائے گا، اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی مزاحم ومخالف قوتیں، نفس، طبیعت، خواہشات نفس وغیرہ دب جائیں گی، اور ایک حد تک تابع ہو جائیں گی، یہ گویا کہ "مجاہدہ" یا "سیرالی اللہ" کی منزل یا پہلی درجہ ہے۔

اس کے بعد جو بندہ مؤمن کا ایمانی سفر ہوتا ہے، وہ مشاہدہ ذات وصفات کا سفر ہوتا ہے، سیر فی اللہ کا سفر ہوتا ہے، سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے ان دو مرحلوں کی ایسی مثال ہے، جیسے کوئی راولپنڈی سے لاہور کے سفر پہ نکلے، موٹروے پر راولپنڈی سے لاہور تک کا سفر یہ سیر الی لاہور ہے، اور لاہور پہنچ کر پھر شہر لاہور میں پھرنا کبھی چڑیا گھر جانا، کبھی شاہی قلعہ، کبھی یادگار پر پہنچنا، کبھی شالامار باغ، کبھی مقبرہ جہانگیر پہ جانا وغیرہ؛ یہ سب سیر فی لاہور ہیں، سیر فی اللہ یا مشاہدہ کا درجہ بھی ایسا ہے کہ اللہ کی ذات وصفات کے جلووں، اللہ کے غیبی نظام کے رازوں سے شناسائی سیر فی اللہ یا مشاہدہ کے اس مرتبہ میں بندہ مؤمن کو، سالک کو منجانب اللہ بطور اعزاز واکرام کے عطا ہوتے ہیں، جن میں زیادہ غلو نہ کیا جائے، تو یہ بڑی نعمت ہیں، حضراتِ صوفیاء نے ان کی نشاندہی فرمائی ہے، اور بزرگوں کے احوال اور سیرتوں میں قدم قدم پر اس کے نمونے ملتے ہیں۔

اہلِ مشاہدہ کے مقامات

سیر فی اللہ یعنی مشاہدہ کے مقام تک پہنچنے والوں کے چند قابلِ ذکر احوال یہ ہیں:

(۱)......قبولیتِ دعا (ان کی بکثرت دعائیں قبول ہونے لگتی ہیں)

(۲)......الہام (دل میں علوم کا القاء اور اللہ کی طرف سے ماضی ومستقبل اور دیر ودور کے واقعات وحالات کی اطلاع حاصل ہوتی ہے)

(۳)......رؤیائے صادقہ (سچے خواب بکثرت نظر آتے ہیں)

فراستِ صادقہ (در پیش اُمور میں ان کا ذہن فوراً اصل بنیاد اور راز تک پہنچ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتا ہے)

(۴تا۱۳)...... فنا وبقا، وجد، وحدت الوجود، استغراق، تصرف وتوجہ، سکر، قبض وبسط، مشاہدہ، کرامت، کشف۔

ان تمام احوال کی نازک فنی تفصیلات ہیں، خصوصاً وحدۃ الوجود اور اس کے بعد والی کیفیات تصوف کے بڑے نازک مقامات ہیں۔

خلاصہ یہ کہ احکامِ شرع کی بجا آوری مؤمن سے مطلوب ومقصود ہے، اور اعمال کی بجا آوری کے لیے محبت ضروری ہے، محبت کی دو قسمیں ہیں، حبِ عقلی، اور حبِ طبعی، حبِ طبعی غیر اختیاری اور وہبی نعمت ودولت ہے، جس کو میسر آجائے، بڑی سعادت ہے، ورنہ حبِ عقلی پیدا کرنا تو ضروری ہے ہی، کہ طبیعت چاہے یا نہ چاہے، نفس آمادہ ہو یا نہ ہو، عقلی درجہ میں اللہ کی محبت کو سب ماسوا کی محبت پر اور اللہ کے احکام کی عظمت اور ان کی رعایت وبجا آوری کو سب ماسوا کے احکام پر غالب کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محبت کیا ہے دل کا درد سے معمور ہو جانا — متاعِ جاں کسی کو سونپ کر مجبور ہو جانا
یہاں تو سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے یارو! — کوئی آسان ہے کیا سرمد ومنصور ہو جانا
بسا لینا کسی کو دل میں دل ہی کا کلیجہ ہے — پہاڑوں کو تو بس آتا ہے جل کر طور ہو جانا

(مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

(باب سوم)

مثنوی کے منتخب اشعار مع تشریح

مولانا روم رحمہ اللہ کی فکر کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں شوق ومحبت کی چنگاری سلگا کر اس اسٹیم اور بھاپ کے ذریعے دین کے احکام پر عمل کیا جائے، متکلمین کی کلامی دماغ سوزیاں اور عقل واستدلال کے لمبے چوڑے طومار فرد کی اصلاح کے لئے، اسلامی معاشرے میں دین داری کی سپرٹ بھرنے کے لئے بالکل ناکافی بلکہ مضر ہیں۔

بندہ کے خیال میں علامہ اقبال مرحوم کے فلسفہ محبت وخودی کا حاصل بھی یہی ہے اور اس فکر وفلسفے میں مولانا روم کو وہ اپنا رہبر اور امام قرار دیتے ہیں، مولانا عقل پرستوں، فلاسفہ، اور متکلمین پر جن جن پہلوؤں سے جرح وتنقید کرتے ہیں، انہی بنیادوں پر علامہ اقبال مرحوم الحادی ومادی مغربی فلسفہ سے متاثر، مسلمانوں کے مغرب پرست وروشن خیال طبقات پر تنقید کرتے ہیں، علامہ اقبال مرحوم کا مولانا روم سے خیالی مکالمہ جو ''پیر رومی اور مرید ہندی'' کے عنوان سے علامہ نے منظوم کیا ہے، اس نظم میں اجمالی درجہ میں یہ امور بڑے عمدہ طور سے سامنے آتے ہیں۔

عقلیت وظاہر پرستی پر نقد وجرح

آزمودم عقل دور اندیش را ــــــ بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

اس کا مطلب بزبانِ علامہ اقبال مرحوم یہ ہے:

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں ــــــ مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اندریں بحث ار خرد رہ بیں بدے ــــــ فخر رازی راز دار دیں بدے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مطلب: غیبی اسرار و رموز اور دین کے حقائق ومعارف سمجھنے کے لئے محض عقل کافی ہوتی تو فخر الدین رازی جیسے ائمہ متکلمین اور اہلِ عقل واستدلال دین کے سب سے بڑے رازدان اور صاحب معرفت ہوتے، لیکن عام طور پران متکلمین واہلِ استدلال (خصوصاً ان کے متاخرین کا) کی عملی دینی زندگی اتنی مثالی، معیاری و نرالی نہیں ہوتی تھی، جتنی یہ دینی مسائل کے متعلق عقل واستدلال کا دماغی خزانہ اپنے پاس رکھتے تھے، دورِ حاضر کے سوٹڈ بوٹڈ، فارغ البال، جدت پسند سکالروں، ڈکٹور حضرات اور مستشرقین کا نمونہ اور نقشہ ذہن میں رہے، تو مولانا کے اس شعر کی گہرائی اور پہنائی خوب کھلتی ہے، بقول اقبال مرحوم:

متاعِ قلندر رجز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں ۔ فقیہ شہر قارون ہے لغت ھائے حجازی کا

متاخرین اشاعرہ، غالی متکلمین، اور مناطقہ وغیرہ اہلِ استدلال کی مولانا نے یوں خبر لی ہے:

چشمِ حس راہست مذہب اعتزال ۔ دیدہ عقل است سنی در وصال
سخرہ حس اند اہل اعتزال ۔ خویش راسنی نمایند از ضلال
ہر کہ در حس ماند او معتزلی است ۔ گرچہ گوید سنیم از خامی است
ہر کہ بیروں شد ز حس سنی ویست ۔ اہل بنیش اہل عقل خویش ہیست

مطلب: صرف محسوسات کی آنکھ (سے حقائق کو دیکھنا، پرکھنا) معتزلہ کا مذہب ہے، سُنّی (محسوسات کا حجاب توڑ کر) عقل (ایمانی بصیرت مراد ہے) کی آنکھ سے حقائق کا ادراک کرتا ہے۔

محسوسات و مادیات کے غلام (جو شریعت کو صرف محسوسات و مادیات کے پیمانوں سے ناپنا چاہتے ہیں) معتزلی ہیں، اپنے آپ کو سنی کہنا ان کی گمراہی اور بھول ہے، خود بھی سُنّی ہونے کے مغالطے میں مبتلا ہیں، دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں (متاخرین اشاعرہ پر بظاہر چوٹ ہے کہ محض نام کے سنی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں، طرزِ استدلال تو تمہارا گمراہ معتزلیوں کی طرح ہے، جن کو محسوسات و مادیات سے آگے کچھ بھائی ہی نہیں دیتا) سنی وہ ہے جو محسوسات و مادیات کا حصار توڑ کر روحانیات اور غیبی حقائق اور ان کے ادراک کے مقام تک

toobaa-elibrary.blogspot.com

(ریاضت ومجاہدہ اور اتباع سنت کا اہتمام کر کے قلب وروح کے ذریعے) رسائی پائے۔

حواسِ ظاہر اور عقل کی حدِ پرواز

انسان کے پاس علم کا ذریعہ ایک تو حواسِ ظاہرہ ہیں، یعنی آنکھ، ناک، کان، زبان اور لمس (ان حواس کے ذریعے ادراک کرنے والی قوتوں کو قوت باصرہ، شامہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ، یعنی دیکھنے، سونگھنے، سننے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں کہتے ہیں) ان سب حواس کا کنکشن اور رابطہ دماغ کے ساتھ ہے، دماغ میں پھر مزید پانچ قوتیں ہیں، جن کو دماغی حواس یا باطنی حواس کہا جاتا ہے، جو یہ ہیں، حس مشترک، حافظہ، خیال، واہمہ اور ذہن، ان میں سے حس مشترک تو حواسِ ظاہرہ اور حواس باطنہ کا مقامِ اتصال اور بیس کیمپ ہے، کہ پانچوں ظاہری حواس کی معلومات حسِ مشترک میں پہنچتی ہیں، پھر یہاں سے آگے، متخیلہ (خیال) حافظہ وغیرہ میں جاتی ہیں، اس طرح حافظہ، متخیلہ وغیرہ کا بھی اپنا اپنا دائرہ کار اور حس مشترک سے آنے والی معلومات میں عمل دخل، اور تصرف کرنے کا نظام ہے (جس کی تفصیلات متعلقہ کتب فن میں ملتی ہیں)

خارجی معلومات وادراکات حواس ظاہرہ سے گزر کر حواس باطنہ میں پہنچتی ہے، اور حواس باطنہ میں ان کی چھانٹی، درجہ بندی، ریکارڈ وغیرہ مرتب ومحفوظ ہوتے ہیں، پھر اپنی اس تقسیم اور درجہ بندی کے ساتھ یہ ادراکات باطنی حواس سے عقل کو منتقل ہوتے ہیں، عقل ان ادراکات کی درجہ بندی کے مطابق ان معلومات کو سامنے رکھ کر قوانین ونتائج مرتب کرتی ہے، اور اصول وکلیات بناتی ہے، اور پھر حواس کے ان معلومات اور عقل کے نکالے ہوئے نتائج وقوانین کی روشنی میں انسان اس مادی کائنات میں، محسوسات کے اس عالم میں عمل دخل اور تصرف وتدبیر کرتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہے کہ عقل جو انسان کو شرفِ انسانیت عطا کر کے باقی تمام مخلوقات،

toobaa-elibrary.blogspot.com

حیوانات وغیرہ سے ممتاز کرتی ہے، یہ عقل اپنی فکر وتدبر اور نتائج وقوانین کے بنانے کے عمل میں حواس ظاہرہ اور باطنہ کی محتاج ہے، حواس ظاہرہ سے حواس باطنہ کو، حواس باطنہ سے عقل کو محسوسات کے متعلق، کائناتی اشیاء کے متعلق معلومات کا خام مال اور ایندھن نہ ملے، تو عقل عاجز و درماندہ ہے، پس عقل کا دارومدار جب حواس کی دی ہوئی معلومات پر ہے، اور حواس سے ادراک کرنے کا دائرہ صرف مادی کائنات کی اشیاء ہیں، جو دیکھی، سونگھی، چکھی، سنی یا چھوئی جاسکتی ہوں، اس سے آگے حواس عاجز ہیں، اور پھر حواس کا ایک عجز یہ بھی ہے کہ ہر ایک حاسہ اپنے دائرہ کار سے باہر مادی چیزوں کا بھی ادراک نہیں کرسکتا، مثلاً آنکھ دیکھنے میں کتنی ہی تیز ہو، اور دور رس نتائج دیتی ہو، لیکن سونگھنے یا سننے کا کام کبھی نہیں کرسکتی، کوئی بہرا ہو، لیکن بینا ہو، تو ساری زمین چیخوں سے بھر جائے، آوازوں سے ساری فضا میں ارتعاش اور تموج پیدا ہو جائے،، بہرے کو مطلق خبر ہی نہ ہوگی کہ کیا آوازیں اور صدائیں اٹھ رہی ہیں، یہی حال ظاہری پانچ حاسوں میں سے ہر ایک حاسے کا ہے، کہ دوسرے حاسہ کے متعلق معلومات کو وہ بالکل محسوس نہیں کرسکتا۔

پس جب عقل کا سارا دارومدار ان حواس کی معلومات پر ہے، تو عقل کا عمل دخل اور غور وفکر کا سلسلہ بھی عالم مادی، عالم ناسوت، عالم محسوسات تک ہی محدود ہے، مادی کائنات کے ماوراء جو کچھ حقائق اور غیبی نظام ہیں، جنت، جہنم، جزا وسزا، حشر ونشر، پل صراط، میزان عمل، کائنات کے آغاز وانتہاء کے متعلق حقائق، آسمانوں سے اوپر کی کائنات، عرش، کرسی، قلم، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے رموز یہ سب کچھ عقل کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

غیبیات اور مابعد الطبیعات کا ذریعۂ ادراک وحی الٰہی ہے

اس غیبی نظام کے ادراک وعلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ رکھا ہے کہ خود اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی اس غیبی نظام کے متعلق معلومات بھیجی جاتی ہیں، اور یہ وحی ہر کس وناکس پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں بلکہ چنے ہوئے منتخب انسانوں پر بھیجی جاتی ہے، جن کو شریعت کی اصطلاح میں نبی ورسول کہتے ہیں، اس لئے عقل کو وحی کے تابع رکھنا ضروری ہے، کیونکہ وحی کی پرواز وہیں سے شروع ہوتی ہے، جہاں عقل کی پرواز دم توڑ دیتی ہے، یعنی وحی عالم غیب سے بات شروع کرتی ہے:

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ . اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (البقرۃ)

ترجمہ: یہ ایسی کتاب ہے، جو ہر طرح کے شک وشبہ سے خالی ہے، متقین کے لئے ہدایت ہے، جو بن دیکھے حقائق پر ایمان لاتے ہیں۔

یہاں متقی آیات میں مذکورہ صفات والوں کو قرار دیا گیا ہے، اور ''اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ. اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ'' میں اولیاء کی تعریف، توصیف اور توضیح متقیوں سے کی گئی ہے، پس منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان بالغیب اور اعمال صالحہ کرنے والے متقی ہیں، اور متقی ہی مقام ولایت پر فائز ہیں۔

غیبی امور کی جانچ پرکھ کے لئے وحی پر اعتماد کرنے کی بجائے محض عقل کو میزان ومعیار بنانا ایسا ہی ہے، جیسے سننے والی چیزوں یعنی آوازوں کے لئے بجائے کان کے آنکھ کو اور دیکھی جانے والی چیزوں (کیت، مقدار، رنگ، ضخامت، جسامت، اشکال) کے لئے بجائے، آنکھ کے کان کو معیار ومیزان بنایا جائے، ایسا کرنے سے کبھی بھی صحیح نتیجہ حاصل نہ ہوگا، مورخ ابن خلدون نے ''مقدمہ تاریخ'' میں عقل کے متعلق کیسا مناسب فیصلہ کیا ہے:

عقل ایک صحیح ترازو ہے، اس کے فیصلے یقینی ہیں، جن میں کوئی خلاف واقعہ، چیز نہیں، لیکن تم اس ترازو میں امور توحید وآخرت، حقیقت نبوت، حقائق صفات الٰہی، اور وہ تمام امور وحقائق جو ماوراء عقل ہیں، تول نہیں سکتے۔ یہ لاحاصل کوشش ہوگی، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک ترازو دیکھی جو سونے کا وزن کرنے کے لئے ہے، اس کو اس ترازو میں پہاڑوں کے تولنے کا شوق پیدا ہوا، جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

ناممکن ہے، اس سے ترازو کی صحت پر کوئی حرف نہیں آتا، کیونکہ اس کی گنجائش کی ایک حد ہے، اس طرح عقل کے عمل کا بھی ایک دائرہ ہے، جس سے باہر وہ قدم نہیں نکال سکتی، وہ اللہ اور اس کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی، کہ وہ اس کے وجود کا ایک ذرہ ہے (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۷۴، تاریخ دعوت وعزیمت ج ۳ ص ۱۹۶)

عقل غیبیات کی جانچ کا پیمانہ نہیں بن سکتا

اس لئے عقل کا کام یہ نہیں کہ وہ وحی سے ثابت شدہ غیبی حقائق کی صحت وسقم کا فیصلہ کرے، اور جائزہ لے کہ عقل ان کو قبول کرتی ہے یا نہیں، کیونکہ وہ تو عقل سے وراء الوراء ہیں، عقل کی لنگ پائی ان کی گرد کو بھی نہیں پا سکتی، عقل میں وہ کیسے سمائیں گے؟ لہٰذا عقل کی ریچ میں نہ آنے کی وجہ سے ان کو خلاف عقل کہنا بڑی حماقت اور بدعقلی ہے، خلاف عقل ہونا اور چیز ہے، عقل سے ماوراء ہونا اور چیز ہے، ملحد و دہریین، فلاسفہ اور عقل پرستوں نے انبیاء کے ذریعے ملنے والی خبروں، وحی کے راستے ثابت ہونے والی غیبی باتوں کے بارے میں شور مچایا کہ یہ خلاف عقل ہیں، تو متکلمین میں سے ایک طبقہ ان کو عقل کی ترازو میں تولنے کے لئے دوڑ پڑا، اور کھینچا تانی وتاویلات در تاویلات کر کے مختلف غیبی حقائق کو عقل کے دائرے میں محصور کرنے لگے، انہوں نے عقل پرستوں کو ان کے عقل کی اوقات سمجھانے اور یاد دلانے کے بجائے خود بالواسطہ اس بات کو گویا قبول کر لیا، کہ غیبی حقائق کا عقل کے دائرے میں ہونا ضروری ہے، حالانکہ اس راستے کی یہی سب سے بڑی گمراہی ہے، کہ عقل کو علم وہدایت کا آخری سرچشمہ تسلیم کر لیا جائے، وحی کی منکر قومیں، آسمانی شریعتوں کے منکر طبقے، انبیاء کی نبوتوں کے منکر گروہ گمراہی کرتے ہیں، تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ گمراہ ہیں، ان کو وحی کی حقیقت کا نبوت کی ضرورت واہمیت کا علم نہیں، لیکن مسلمان ہو کر، وحی ونبوت کو تسلیم کرتے ہوئے، پھر ان دہری عقل پرستوں کے شور وشین سے متاثر ہو کر اور ان کی بات کو صحیح تسلیم کر کے اسلام کو،

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلامی احکام واخبار کو عقل پرستوں کے خود ساختہ اصولوں کے گرد گھمانا یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے۔

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ان فلاسفہ و مادیین کے دعاوی کے برخلاف خود انسان میں عقل وحواس کے علاوہ ایک وجدانی، باطنی قوت بھی ہے، جب قلب قلب صافی ہو اور عقل عقل سلیم ہو (خواہشات کی غلام نہ ہو) تو یہ ذوقی و وجدانی قوت بڑا کام کرتی ہے، انبیاء پر ایمان لانے والے اولین مومنین کو انبیاء کی بات محض سن کر ہی ایک گہرا یقین اور ایمان بالغیب حاصل ہو جاتا تھا، اس میں اس ذوق ووجدان کا بڑا دخل معلوم ہوتا ہے۔

باطنی وجدان یا نورِ باطن کی قدر و قیمت

مولانا نے اس باطنی وجدان اور ذوق یقین کو بڑی اہمیت دی ہے، اور بتلایا ہے کہ حواس ظاہرہ کے مقابلے میں یہ باطنی حس ووجدان (امور غیبیہ کے ادراک کے لیے) کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے، فرماتے ہیں:

پنج حسے ہست جزایں پنج حس	آں چوزر سرخ وایں حسہا چومس
اندراں بازار کہ اہل محشر اند	حسِ مس راچوں حس زر کے خرند
حس ابداں قوت ظلمت می خورد	حسِ جاں از آفتابے می چرد

مطلب: ان ظاہری پانچ حواس کے علاوہ پانچ اور حواس بھی ہیں، یہ حواسِ ظاہرہ تو تانبے کے مثل جبکہ وہ حواس (قلبی ووجدانی قوتیں) اس کے مقابلے میں سونے کی طرح ہیں، اس بازار میں جہاں اہلِ محشر ہیں (عالم بالا یا عالم آخرت میں) تانبے جیسے حواس کو سونے جیسے حواس کے بدلے میں کون لے گا (کب لے گا، اور کیوں لے گا) یہ جسمانی حواس تاریکی کو غذا بناتے ہیں، جبکہ روح کے وہ حواس روشن آفتاب سے غذا پاتے ہیں۔

حضرت مولانا یہاں بڑے پتے کی باتیں کہہ گئے ہیں جن کی ذیل میں شق وار وضاحت کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ حواسِ ظاہرہ اور عقل ہر انسان کو عطا ہوئے ہیں، خواہ مؤمن ہو، یا کافر، مقبول ہو یا مردود۔

دوسری بات یہ کہ عقلِ حیوانی (جو عام انسانوں کی عقل کا مرتبہ ہے) کے سارے استدلال وفکر کی بنیاد انہی ظاہری حواس کی معلومات پر ہے، جیسے کہ پیچھے واضح کیا گیا ہے، تیسری بات یہ کہ اس ناسوتی زندگی میں انسانی زندگی کی بقاء، انسانی جسم کی نشوونما (جس میں ان ظاہری پانچوں حواس کی نشوونما بھی شامل ہے) دنیا کی مادی غذاؤں ہوا، حرارت، پانی، جمادات، نباتات (اناج غلوں، پھول، پھل ترکاریوں) اور حیوانات کے اجزاء (گوشت، انڈے، دودھ، گھی، مکھن، شہد وغیرہ) سے ہوتی ہے، اور مادہ چونکہ تاریک وبے شعور چیز ہے، اس لیے مادے کی ان مختلف شکلوں (اناج، غلے، جماد، نبات، حیوان کے دودھ، گوشت، بال، کھال وغیرہ) سے جو جسم وحواس نشوونما پاتے ہیں، وہ بھی تاریکی کے حامل ہیں، یعنی اس مادی عالم کے حجاب کو توڑ کر اس سے آگے کے حقائق کا ادراک وہ نہیں کر سکتے، اس سے حواسِ ظاہرہ اور عقل کا دائرہ کار معلوم ہو گیا، ان کی محدودیت، نارسائی، اور ان سے حاصل ہونے والے علم کی حقارت وبے وقعتی معلوم ہوئی۔

اب چوتھی بات سمجھو کہ روح، انسان کے جسم اور حواس کی طرح مادی چیز نہیں، بلکہ لطیف اور مجرد جوہر ہے، جو اوپر کے عالم سے آئی ہے، بچہ جب ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا ہوتا ہے، اس کا مادی اور خاکی بدن تشکیل پذیر ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ عالمِ بالا کے خزانوں سے روح فرشتہ کے ذریعہ بھیج کر اس کے جسم میں داخل کر دیتے ہیں، تو یہ مادی اور خاکی جسم زندہ ہو جاتا ہے، تو حیاۃ کا سرچشمہ روح ہے، یہ مادی وخاکی بدن نہیں، روح اس سے نکل جائے تو چار دن میں پھول پھٹ کر گل سڑ کر دوبارہ مٹی ہو کر مٹی میں مل جاتا ہے۔

اور مادہ جو مختلف سانچوں میں ڈھل کر روح کی وساطت سے انسانی پیکر میں مجسم ومتشکل ہوا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھا، دوبارہ اپنی اصل حالت پہ چلا جاتا ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

روح جس طرح اوپر سے آئی تھی، جسم سے الگ ہونے کے بعد پھر دوسرے عالم میں (علیین یا سجین) چلی جاتی ہے، پس حیات کا سرچشمہ، شعور کا سرچشمہ، ادراک و علم کا سرچشمہ اصل میں روح ہے، نہ کہ بدن۔

پانچویں بات جسم کے حواس کے علاوہ روح کے کچھ مستقل حواس بھی ہیں (جیسے کہتے ہیں کہ دل کی آنکھیں، دل کے کان، بصیرت کی نظر یعنی بصارت کے مقابلے میں دل کی نگاہ کو بصیرت کہتے ہیں) تو جس طرح روح کو جسم پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے، اسی طرح روح کے حواس کو بھی جسم کے ظاہری حواس پر فضیلت حاصل ہے، اور ان میں نسبت سونے اور تانبے کی سی ہے کہ تانبے کا رنگ بھی سونے کی طرح ہوتا ہے، اور وہ بھی سونے کی طرح دھات ہے، لیکن تانبے اور سونے کی حقیقت، دونوں کے اثرات، دونوں کے فوائد دونوں کی تاثیرات اور دونوں کی طرف رغبت اور میلان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

چھٹی بات جس طرح جسم مادی خوراک سے غذا حاصل کر کے آنکھ، ناک، کان کو سپلائی کرتا ہے، اور اس غذا سے خون بنتا ہے، جس سے پورے جسم کی طرح یہ ظاہری حواس بھی نشوونما پاتے ہیں، اور دیکھنے سننے، سونگھنے کا عمل کر کے دماغ کو، عقل کو کائناتی اشیاء کے بارے میں معلومات و ادراک فراہم کرتے ہیں، تو اسی طرح روح کے حواس بھی غذا حاصل کرتے ہیں، لیکن روح چونکہ مادی چیز نہیں، عالَمِ بالا سے آتی ہے، اس لیے روح اور ان روحانی حواس کی غذا بھی مادی نہیں، بلکہ نورانی ہے، اور اسی سرچشمہ فیض سے براہ راست نشر ہوتی ہے، جہاں سے روح آئی ہے۔

ساتویں بات آفتاب سے غذا حاصل کرنے سے مراد آفتاب حقیقت، سرچشمہ نور، اللہ نور السموات والارض والی ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور روح کی غذا جو اوپر سے آتی ہے، وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

انبیاء کی شریعتوں کی صورت میں، وحی سے ثابت شدہ احکام کی صورت میں آتی ہے، روح کو جب یہ غذا ملتی ہے (شریعت کے احکام پر عمل درآمد کی صورت میں) تو روح کی نشوونما ہوتی ہے، روح کی قوتیں پھلنے پھولنے لگتی ہیں، روح کے ادراک کے آلات وحواس بیدار ہوتے چلے جاتے ہیں، اور عالم غیب سے ان کا کنکشن جڑ جاتا ہے، اور وہاں سے روح پر علوم کا، حقائق کا، معرفت واسرار کا فیض نازل ہوتا ہے۔

انبیاء پر علوم بالا کا یہ فیض وحی کی صورت میں اور انبیاء کے متبعین پر کشف، الہام، بصیرت، فراست، رویائے صادقہ اور عقلِ سلیم (نہ کہ عقلِ حیوانی جو خواہشات کی غلام ہو، جیسے کفار، نافرمانوں اور عام لوگوں کے عقول) کی صورت میں نازل ہوتا ہے، اب اس راستے سے جو علوم کا فیضان ہوتا ہے، وہ ایسے بڑے اور وسیع علوم ہوتے ہیں، جو عالم سفلی سے عالم بالا تک عالم مشہود سے غیبیات تک، ناسوت سے لاہوت تک، مادیات سے روحانیات تک، دنیا سے عقبیٰ تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، جبکہ مادہ پرست معقولیوں کا علم جو حواس ظاہرہ اور عقل واستدلال کے راستے سے حاصل ہوتا ہے، اس تاریک وحدود علم کو، اور مادی کائنات کے ساتھ مخصوص علم کو روح کے ان حواس کے ذریعے آنے والے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں، بلکہ اس کے مقابلے میں اسے علم کہنا بھی محل نظر ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

آٹھویں اور آخری بات، عالم بالا میں، عالم آخرت میں مادیات کے علم کی کوئی قدر وقیمت نہیں، کیونکہ یہ تو مرنے سے پہلے پہلے تک کے مادی تقاضوں اور مادی کائنات کے اُدھیڑ بن میں الجھا ہوا ہے۔

عقلِ حیوانی اور عقلِ ایمانی

عقلِ حیوانی بات کو سمجھانے کے لئے بندہ راقم الحروف کی تعبیر ہے، مولانا نے اس مفہوم کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

لئے ''عقلِ جزوی'' کی اصطلاح بعض اشعار میں استعمال کی ہے (یہ اشعار آگے آرہے ہیں) عقلِ حیوانی یا عقلِ جزوی سے مراد ظاہر بین عقل، سفلی خواہشات کے ہاتھوں پرغمال عقل، مادی کائنات میں الجھی ہوئی اور ظاہری حواس کی پابند عقل ہے، خواہ وہ منطقی استدلال اور عقلی مقدمات پر علم وتحقیق اور انکشاف حقیقت کے لئے انحصار کرتی ہو، جیسا کہ قدیم فلاسفہ اور یونانی واسلامی دور کے مناطقہ ومعقولیین اور متکلمین (معتزلہ وغیرہ) کا طرز وطریقہ تھا، یا تجربہ ومشاہدہ پر اور جدید سائنسی طریقہ کار کے مطابق لیبارٹری ریسرچ پر انکشاف حقائق کے لئے اعتماد وانحصار کرتی ہو، جیسے جدید فلاسفہ وسائنس دانوں اور مدعیانِ علم وتحقیق کا شیوہ ہے، کیونکہ تجربہ ومشاہدہ بھی تو تمام تر بنیادِ ظاہری حواس کے ادراکات واحساسات پر ہے، اور ان ادراکات واحساسات سے عقلِ حیوانی کے استشہاد واستدلال پر ہے۔

مادیات کے تجربہ ومشاہدہ کا دائرہ کار

سائنسی آلات اور مشینوں کے ذریعے ظاہری حواس کے ساتھ یہ تجربہ ومشاہدہ کتنا وسیع وعمیق اور باریک و دقیق ہو، ایٹم وخلیہ کے اندرونی رازوں تک پہنچنے والا ہو، اور ڈی این اے کی وسیع دنیا کو کھوجنے والا ہو۔

الیکٹران، نیوٹران اور پروٹان کی مثبت ومنفی چارج اور نظامِ شمسی کی طرح ایٹم کے اندر ہی اندر ان کے ایک مربوط ومنضبط نظام کے راز فاش کرنے والا ہو، لیکن یہ کچھ بھی ہو، یہ سب کچھ اس مادی کائنات ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

عنصری کائنات اور آب وباد وخاک وآتش پرمبنی جہانِ رنگ وبو کی ہی بوقلمونیاں ہیں، کرّوں اور سیاروں کے عالمِ محسوس ہی کی جولانیاں ہیں، اُس عالمِ غیب کے روحانی اور قدسی سلسلوں سے تو بُعد واجنبیت اور بےخبری ولاعلمی ہی ہے، جس سے انبیاء نے پردہ اُٹھایا ہے، آسمانی کتابوں، اور وحی والہام کے سلسلوں نے جس کی خبر دی ہے، اور ایمان وعمل صالح

toobaa-elibrary.blogspot.com

والی زندگی اختیار کرنے اور اس میں پوری طرح رنگنے کے بعد بندہ مومن پر عالم غیب کے یہ اسرار ورموز، یقین محکم، مشاہدہ باطنی، کشف والہام اور بصیرت وفراست، ذوق وشوق کی مختلف کیفیات اور قلبی وجدان کی صورت میں مادی کائنات سے ماوراء یہ سب پرت در پرت اور تہہ بہ تہہ حقائق کھلتے ہیں، مومن کو نبوت کی اطاعت اور احکام شرع کی اتباع اور مقامِ توحید میں رسوخ حاصل ہونے کے نتیجے میں جب قلبی طمانیت اور روحانی بالیدگی وصفا کا یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے، تو اس کی عقل عقل حیوانی کے درجہ سے گزر کر عقل ایمانی کے مرتبہ پر فائز ہو جاتی ہے۔ ے

ایک دانش برہانی، ایک دانش نورانی دانش برہانی، حیرت کی فراوانی

اب اس کی عقل سفلی خواہشات اور نفسانی قوتوں کے ہاتھوں یرغمال ہونے اور مادی کائنات کو ہی سب کچھ سمجھنے اور حواس ظاہرہ پر انحصار کرنے کے بجائے روح وقلب کو حاصل ہونے والے ذوق یقین اور باطنی وجدان اور روحانی بالیدگی کی ہمراز ودمساز ہوتی ہے۔

حاصل یہ کہ اللہ پر ایمان لائے بغیر، اللہ ورسول کے احکام کی غیر مشروط اطاعت وفرمانبرداری کئے بغیر، قرآنی علوم وحقائق سے مناسبت وربط پیدا کئے بغیر عام طور پر آدمی کی عقل وسمجھ، فہم ونتائج، عقل حیوانی کے درجے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

مادی عالم کے ظلمانی حجابات سے اس کا علم وتجربہ، اس کی تحقیق وریسرچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ خواہ وہ سورج کی شعاعوں کو مادی قوانین پر قابو پا کر گرفتار کرنے کے قابل ہو جائے، یا ستاروں کی گزرگاہوں کا کھوج لگا آئے، یا ایٹم کا جگر توڑ کر الیکٹران وپروٹان اور نیوٹران کی خوردبینی دنیاؤں کے راز فاش کرے، یا خلیہ اور ڈی این اے میں چھپے قوانین فطرت تک رسائی پالے۔

بقول اقبال مرحوم!

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا	آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا	زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

(ضرب کلیم، زمانہ حاضر کا انسان)

''خرد الجھی ہوئی رنگ و بو میں ہے''

زمین و آسمان کے قلابے ملانے والی اقوامِ مغرب، کائناتی قوتوں اور مادی قوانین کو ایک حد تک انسانی دسترس میں لانے والے زمانہ جدید کے دھریے و مادہ پرست، لوہے کو پرندے کی طرح فضاء میں اڑانے والے اور خلا کی تسخیر کرنے والے سائنس دان اور اکتشافات جدیدہ کے حاملین، سمندروں کی چھاتیاں پھاڑ کر بحری تسخیرات و فتوحات کے جھنڈے گاڑنے والے خدا فراموش انسان یہ سب کچھ کرنے کے باوجود اگر نہیں کر سکے تو یہ نہیں کر سکے کہ یہ انسان جو اس مادی کائنات کے پیچھے پڑا ہوا ہے، خود اس کی کیا حقیقت ہے، اس کائنات میں خود اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے، یہ جسم اور روح دو چیزوں سے مرکب ہے، جسم کی ساری ضروریات تو اس مادی کائنات میں موجود ہیں، اور یہاں سے پوری ہوتی ہیں، لیکن روح بے چاری کی بھی تو ایک حقیقت ہے، اس کی کیا ضروریات ہیں، اس کی غذا اور دواء کا کیا نظام ہے، اس کی صحت اور مرض کے کیا قوانین ہیں، اس کی طب کے کیا ضوابط واصول ہیں، اور روح کی صحت ومرض کے ماہر واطباء اور معالج کون ہیں، مادی تسخیرات میں الجھ کر مادہ پرست اور خدا فراموش انسان اپنی روح پر توجہ دینے سے قاصر رہتا ہے، وہ روح کی گہرائیوں سے اُبھرنے والے ان سلگتے سوالوں کو مسلسل نظر انداز کرتا رہتا ہے، اپنے ضمیر کی آواز کو سختی سے دبا دیتا ہے، وہ اس مادی کائنات سے آگے نہ اپنے علم کو لے جانا چاہتا ہے، نہ اپنے عمل، سعی و جد وجہد اور دوڑ دھوپ کو لے جانا چاہتا ہے، وہ اس بے ثبات عالم اور فانی زندگی اور مادی کائنات پر مطمئن ہو جاتا ہے، اور محض جسمانی ضروریات کی فراہمی کو انسانی زندگی کی تکمیل سمجھتا ہے، سفلی خواہشات کی تکمیل اور نفس پروری کو زندگی کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقصد قرار دے لیتا ہے، خواہ اس تمام بے راہ روی کے نتیجے میں روح کی بے قراری انتہاء کو پہنچ جائے، روح کو اپنی ضروریات، اپنی دوا وغذا نہ ملنے سے انسانی شخصیت میں مہیب خلا اور ہولناک وخوفناک ادھورا پن پیدا ہو جائے، اور انسان اشرف المخلوقات کے بجائے حیوان اور مہذب درندہ بن جائے، وہ اپنی سفلی ونفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بحر وبر میں فساد برپا کردے، اس کے شر وشرارتوں سے زمین کانپنے لگے، زلزلوں سے بھر جائے، سمندر طغیانیوں سے بھر جائیں، دریا بپھر جائیں، آتش فشاں شعلے اگلنے لگیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (سورۃ الروم، آیت نمبر ۴۱)

ترجمہ: خشکی وتری میں انسانوں کے کرتوتوں سے فساد اور بگاڑ رونما ہو گیا۔

کی صداقت پر پوری کائنات گواہ بن جائے۔

لیکن اس سب کچھ پر بھی خدا فراموش انسان ٹس سے مس نہ ہو، عقل حیوانی کو خیرباد کہہ کر عقل ایمانی کے مرتبے پر آنے کے لئے تیار نہ ہو۔

روح کے احتجاج کو نظر انداز ہی کرتا رہے، فطرت کی قوتوں کے مقابلے میں بغاوت وسرکشی پر ہی اڑا رہے، ایک خدا کی خالقیت ومالکیت، معبودیت والوہیت کو مان کر نہ دے، اپنی فرعونیت اور خدائی کے دعاوی سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہی نہ ہو۔

مخلوق ہو کر بھی خالقیت وربوبیت کی لاف زنیاں کرتا پھرے۔

پرندوں کی طرح فضاؤں میں اڑنے، مچھلیوں کی طرح سمندروں میں تیرنے کے باوجود انسانوں کی طرح زمین پر رہنے اور چلنے کے لئے تیار نہ ہو، مشتری ومریخ کی ریسرچ پر اصرار اور اپنی ہستی کو سمجھنے سے انکار کی روش پر قائم رہے۔

ضمیر کی ملامت جس کو سعدی نے یوں زبان دی ہے:

تو کارِ زمین را نکو ساختی ۔۔۔ کہ با آسمان نیز پرداختی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے تازیانہ ہائے عبرت ہر آن اس کی روح کی گہرائیوں سے بلند ہوتے رہیں، ان پر اس ظلوم وجہول نے کان نہیں دھرنا۔

یہ تمام کرشمے عقلِ حیوانی کے ہیں، کہاں تک کوئی اولادِ آدم کی زیاں کاریوں کو، خدا فراموش انسانوں کی غفلت وناعاقبت اندیشیوں کو بیان کرے۔

بس مولانا کے اشعار ملاحظہ کرو، جوان حقائق کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، شریعت کے رموز کے مخفی خزانے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔

مادی اشیاء کا اصل جوہر بھی اِن میں مخفی غیر مادی امر ہے

حجت منکر ہمی آئد کہ من	غیر ازیں ظاہر نمی بینم وطن
ہیچ نندیشد کہ ہرجا ظاہر است	آں زحکمت ہائے پنہاں مخبر ست
فائدہ ہرظاہرے خود باطنیت	ہمچو نفع اندر دواہا مضمر است

مطلب: منکرین (ظاہر بین ومادہ پرست) کی بڑی دلیل یہی ہوتی ہے کہ ہمیں تو اس جہانِ رنگ وبو، اس مادی کائنات کے علاوہ کوئی اور جہاں، کوئی اور عالَم (جنت، جہنم، عالَمِ آخرت، برزخ وغیرہ) دکھائی نہیں دیتے، یہ سب سلسلے ہیں تو کہاں ہیں؟

(مولانا جواب دیتے ہیں) یہ لوگ کچھ نہیں سوچتے؟ غور نہیں کرتے کہ جہاں کہیں کوئی ظاہری نقشہ، کوئی مادی صورت، محسوسات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے، وہ پوشیدہ (تکوینی) حکمتوں سے ہی نمایاں ہوتی ہے (اس کے پیچھے قدرت کا پورا غیبی نظام کارفرما ہوتا ہے) ہر ظاہری صورت اور ظاہری عمل کا فائدہ اور روح کوئی باطنی چیز ہی ہوتی ہے، جو ظاہر میں نظر نہیں آرہی ہوتی، اس کی ایک مثال دوا دارو ہے کہ ظاہری صورت تو ایک دوائی کی ہے، ایک علاج کی ہے، لیکن اس کی اصل روح اور اصل مغز جو اس دوا دارو سے مقصود ہے، وہ اس دوا میں شفا کی تاثیر، ازالۂ مرض کی وہ صلاحیت ہے، جو غیر مادی اور غیر محسوس چیز ہے، اور دوا میں مخفی طور پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

موجود ہے، تو دوائی میں ازالۂ مرض کی تاثیر اور شفا کی صلاحیت کے نظر نہ آنے سے اس کا انکار کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے، اور ظاہر ہے خود دہری مادہ پرست بھی اس کا انکار نہیں کرتے۔

عقلِ حیوانی اپنی اوقات میں رہے

عقل جزوی آفتش وہم ست وظن	زانکہ درظلمات شد اورا وطن
عقل جزوی عقل را بدنام کرد	کامِ دنیا مرد را بے کام کرد
ایں خرد جاہل ہمی بائد شدن	دست دردیوانگی بائدزدن

مطلب: عقل جزوی کا نتیجہ اوہام وتخیلات، ظن وتخمین، بے اصل اور بے حقیقت گپاوٹیں اور ڈھکوسلے ہیں (جن کو عقل حیوانی کے پجاری منطقی اصول اور عقلی مقدمات قرار دیتے ہیں)

یہ اس وجہ سے ہے کہ عقل جزوی والوں کی منزل اور ٹھکانہ تاریکیوں میں ہے، یعنی ان کی روح روشن ومنور نہیں، جو اس عالمِ ناسوت سے آگے کا بھی ادراک کر سکے، اس لئے ان کا مبلغ علم یہ عالم ناسوت اور یہ مادی کائنات ہے، اس سے آگے کی ان کو کوئی سوجھ بوجھ، کوئی شعور نہیں، کفر کے، اللہ سے اجنبیت وبیگانگی کے نوع درنوع حجابات ان کی عقل پر اور ان کی روح پر پڑے ہوئے ہیں، قرآن مجید میں ان کی اس حالت کی قریب ترین ترجمانی ان آیات میں ہے:

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ شَیْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنْدَہٗ فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ ؕ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ. اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىھَا ؕ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ (سورۃ النور، آیت نمبر ۳۹، ۴۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ: ”اور جولوگ منکر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ریتلا صحرا، جس کو پیاسا (دور سے) پانی سمجھے، یہاں تک کہ جب پہنچا اس پر اس کو کچھ نہ پایا اور اللہ کو پایا اپنے پاس پھر اس کو پورا پہنچا دیا اس کا لکھا، اور اللہ جلد لینے والا ہے حساب۔ یا جیسے اندھیرے ہوں گہرے دریا میں، چڑھی آتی ہے اس پر ایک لہر اس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر ایک، جب نکالے اپنا ہاتھ لگتا نہیں کہ اس کو وہ سوجھے اور جس کو اللہ نے نہ دی روشنی اس کے واسطے کہیں نہیں روشنی“

چند فطری سوالات اور عقل کا ان سے عجزِ محض

فرماتے ہیں کہ اس عقل جزوی نے حقیقی عقل کو جو عقل ایمانی کا درجہ ہے، بے کار اور بدنام کر دیا ہے، عقل کا حقیقی مقام و مرتبہ یہ ہے کہ وہ وحی کے ماتحت رہے، خصوصاً مابعد الطبعیاتی امور میں وہ از خود کوئی رائے زنی نہ کرے، کیونکہ مابعد الطبیعات کے متعلق جاننے کے لئے اس کے پاس ابتدائی معلومات بھی نہیں، یہاں حواس بھی بے کار ہیں، براہ راست فکر و تدبر بھی بے کار ہے، وہ عالم ہی اور ہے، جس کے امور کو مادی کائنات پر محسوسات کے عالم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، ان مابعد الطبیعاتی امور یعنی کائنات کا آغاز کیا ہے، انجام کیا ہوگا؟ انسان کا مقصد زندگی کیا ہے، اس زندگی کے بعد کیا سلسلے ہیں؟ روح کہاں سے آئی ہے؟ روح کہاں جائے گی؟ روح کی ضروریات کیا ہیں؟ خالق کائنات کون ہے، اس کی کیا صفات ہیں، خالق ومخلوق کے باہمی تعلق کی کیا نوعیت ہے؟ وہ خالق انسان سے کیا چاہتا ہے، کیا نہیں چاہتا؟ یہ تمام امور صرف اور صرف وحی سے معلوم ہوسکتے ہیں، عقل کا کمال اور سعادت مندی یہ ہے کہ وہ محسوسات و مادی کائنات میں تو اپنے حواس سے کام لے کر فکر و تدبر کرے، اور مفید مقاصد کے لیے مادی کائنات سے فائدہ اٹھائے، یہاں کی چیزوں کو اپنے استعمال میں لائے، لیکن مذکورہ مابعد الطبیعاتی امور میں صرف اور صرف وحی کی ماتحت رہے، نبوت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ورسالت کے زیر اثر رہے، فرماتے ہیں دنیا کو مقصود و مطلوب بنانے نے انسان کو بے مقصد وبنا مراد کر دیا، کیونکہ دنیا مقصود بنانے کی چیز نہیں، عقل جزوی نے وحی کی اتباع سے آزاد ہو کر خود فیصلہ کرنا چاہا تو اس کی نقد سزا اسے یہ ملی کہ مادی کائنات میں الجھ کر اپنی حقیقی منزل سے محروم ہوگئی، اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کے ذریعے انسان کو بہت آگے تک کی منزلوں پر لے جا کر فائز کرنا چاہتے ہیں، انبیاء کی اتباع اور ان پر ایمان سے محروم ہو کر عقل جزوی والے انسانوں نے اپنی منزل کھوٹی کر دی۔

یا اسفیٰ ویاحسرتا علی العباد.

عقلِ حیوانی کے حاملین کا جہلِ مرکب

فرماتے ہیں کہ اس عقل وخرد اور فہم و دانش سے جو عقل حیوانی والوں کو حاصل ہے، اور اس پر وہ خوش ومطمئن ہیں کہ ہم بڑے عقل مند ہیں، حتیٰ کہ انبیاء کی تعلیمات کو وحی کے بیان کردہ حقائق کو بھی خاطر میں نہیں لاتے (جیسے کہ روشن خیال مخلوق کا، کافروں کا، دھری سائنس دانوں اور فلاسفہ کا، نام نہاد سکالروں کا حال واضح ہے) تو اس عقل سے جہالت اور دیوانگی بہتر ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ کا عام آدمی عقل کے نشے میں مست نہیں ہوتا، اپنی افلاطونیت کے پندار میں مبتلا نہیں ہوتا، اس لئے ایسے لوگ ایمان بھی جلدی لے آتے ہیں، اور انبیاء کی خبروں پر مطمئن ہو کر، جنت جہنم پر، آخرت پر، ایمان لا کر، حساب کتاب کو تسلیم کر کے، دنیا میں بھی ان عقائد وتعلیمات کے مطابق پابندی احکام واتباع شریعت والی زندگی گزارتے ہیں، کچھ بدعملی بھی کرتے ہوں، تب بھی عقیدہ اور نظریہ ان کا یہی ہوتا ہے کہ یہ کام اچھا ہے، یہ برا ہے، کیونکہ انبیاء نے وحی الٰہی سے ان کا اچھا یا برا بتایا ہے، اور مرنے کے بعد ان کا اچھا یا برا نتیجہ بھی ضرور سامنے آنے والا ہے، اس لئے وہ گناہ پر جری نہیں ہوتے، گناہ کو آرٹ، کلچر، روشن خیالی اور جدت پسندی، کے خوشنما غلافوں میں لپیٹ کر دین میں تحریف کے مرتکب نہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتے، بلکہ گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں، اور آخرت کے مواخذے سے ڈرتے ہیں، اس لئے توبہ استغفار بھی کرتے ہیں، اور زندگی کے کسی بھی مرحلے میں اپنی کوتاہیوں کا احساس بھی ان کو ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد کی زندگی کی اصلاح کر لیتے ہیں، اب دیکھو ان لوگوں کے پاس معمولی عقل تھی، لیکن یہ ان عقل جزوی والوں سے فائدہ میں رہے، یہ صرف دنیا ہی میں نہ الجھے، مادیت ہی کو قبلہ وکعبہ نہیں بنایا، اس لئے فرماتے ہیں کہ عقلِ جزوی والے ان افلاطونوں سے، تو یہ عام سیدھے سادھے مسلمان جو توحید رسالت، آخرت، حشر نشر، نبوت، مبدء ومعاد، جنت جہنم پر ایمان رکھتے ہیں، یہ زیادہ اچھی حالت میں رہے، اگر عقل جزوی والوں کے نزدیک یہ دقیانوسیت ہے، یہ جہالت ہے، تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جہالت اور یہ دقیانوسیت تمہاری افلاطونیت سے لاکھ درجے بہتر ہے، جو افلاطونیت تمہیں توحید، رسالت کی اہمیت نہ سکھا سکی، تمہیں آخرت کے عالم سے واقف نہ کرا سکی، ـ

قلم بشکن، سیاہی بریز ودم درکش　　　حسن ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد

مولانا نے اسی بات کو دوسری جگہ یوں فرمایا ہے:

آزمودم عقل دور اندیش را　　　بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

عقلِ خداداد سے روشن ہے زمانہ

صد ہزاراں فضل دارد از علوم	جانِ خود رامی نداند ایں ظلوم
داند اُو خاصیتِ ہر جوہرے	در بیانِ جوہر خود چوں خرے
قیمت ہر کالہ می دانی کہ چیست	قیمتِ خود را ندانی زاحمقیست
جانِ جملہ علمہا ایں است ایں	کہ بدانی من کیم در یومِ دین

مطلب: (فرماتے ہیں) ایک فلسفی، ایک حکیم، ایک سائنٹسٹ، ایک مادہ پرست، خدا فراموش سکالر دنیا جہان کے علوم سے تو واقف اور باخبر ہوتا ہے، مادی کائنات کے عناصر

toobaa-elibrary.blogspot.com

واجزاء کی تحقیق وریسرچ میں تو بال کی کھال اتارتا ہے، نبات و جماد اور سب ذی حیات مخلوقات کی تخلیق، بناوٹ، ترکیبی ہیئت، منافع و مضرات کا کھوج لگانے میں عمر کھپا دیتا ہے، لیکن اپنی ہستی اور ذات کا یہ ظالم و جاہل انسان (انہ کان ظلوما جھولا، الایۃ) ادراک و شعور حاصل نہیں کرتا۔

ہر کائناتی عنصر، ہر مادی ذرے کی اصل اور جوہر تک تو رسائی حاصل کر لیتا ہے، اس کے خاصیات اور منافع و مضرات سے واقفیت بہم پہنچا دیتا ہے، لیکن اپنے اصل اور جوہر (روح اور روح کے خواص، اور مقصد تخلیق آدم) سے بالکل انجان بنا رہتا ہے، اس باب میں بالکل گدھے پن کا مظاہرہ کرتا ہے، ہر ذرے کی قدر و قیمت کا کھوج لگا آتا ہے، لیکن حماقت اور نادانی کرتے ہوئے اپنی قدر و قیمت کا کھوج نہیں لگاتا، کہ اللہ کے نزدیک انسان کی کیا قدر و قیمت ہے، کائنات میں اس کی حیثیت اور مقام کیا ہے۔

(فرماتے ہیں) حالانکہ دنیا جہان کے تمام علوم اور حکمت و دانش کی اصل روح اور جوہر یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ کل حشر کے بازار میں میری کیا قیمت لگے گی، اور جنت و جہنم کی خریداری میں میں کس دام بکوں گا۔ ع

کس دام بکیں گے، کوئی نگاہ یار سے پوچھے

ہاں ہماری جانوں کی قیمت لگ چکی ہے، بولی لگانے والے خود ہمارے خالق و مالک اور ہمارے کریم رب ہیں، اور جس آفاقی تجارت کے لئے تمام اولاد آدم کو یہ زندگی مستعار ملی ہے، "رب السماوات والارض" نے "ملک الناس" اور "الہ الناس" نے بنفس نفیس اس کے متعلق اپنا شاہی فرمان، اپنے بھیجے ہوئے صحیفۂ ہدایت اور ربانی منشور میں جاری اور نافذ فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہوں آیات بینات:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

toobaa-elibrary.blogspot.com

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اوران کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورۃ الصف، آیت ۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں داخل کرے گا، یہ بڑی کامیابی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (سورۃ الانفطار، آیت ۶)

ترجمہ: اے انسان تجھے اپنے کریم ومہربان رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا؟

فلسفی کو بحث میں خدا ملتا نہیں

گرتو خواہی کت شقاوت کم شود	جہد کن تا از تو حکمت کم شود

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکمتے کز طبع آید وز خیال	حکمتے بے فیض نور ذوالجلال
حکمت دنیا فزاید ظن و شک	حکمت دینی برد فوق فلک

مطلب: (فرماتے ہیں) اگر تو چاہتا ہے کہ تیری کم بختی اور شقاوت میں کمی آ جائے، تو کوشش کر کہ فلسفہ سے (کائنات وموجودات اور مابعد الطبیعاتی امور میں مادیین فلاسفہ کے نظریات سے) چھٹکارا پالے، بے دین عقلاء کی عقلی لن ترانیوں پر فریفتہ ہونے سے کنارہ کشی کرلے (کہ یہ سب ظن وتخمین اور اٹکل پچو باتیں ہیں، جن کو نفس الامری حقیقت سے کچھ بھی مس نہیں)

(فرماتے ہیں) جو حکمت ودانش اور فلسفہ محض انسانی طبیعت اور فکر کی پیداوار ہو، اور خیالات انسانی سے ناشی ہو، وہ رب ذوالجلال کے نورانی فیض سے خالی ہوتا ہے (جو فیض کہ مقربین بارگاہ حق پر کشف والہام اور وحی کی صورت میں فائض ونازل ہوتا ہے، اور اس فیض ربانی سے ہی صحیح معنوں میں انکشاف حقائق ہوتا ہے، اور ہستی کو اپنی ذات کا ادراک اور معرفت حاصل ہوتی ہے)

(فرماتے ہیں) یہ دنیوی حکمت ودانش اور مادی فلسفہ (جو بے دین فلاسفہ کی یادگار ہے) محض ظن وتخمین پر مبنی ہے، اور شکوک وشبہات ہی کو بڑھاتا ہے، بمصداق آیت کریمہ:

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (سورة النجم، آیت ۲۸)

ترجمہ: وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم (گمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔

جبکہ وہ حکمت وفلسفہ جو آسمانی شریعتوں نے پیش کیا ہے، انبیا علیہم السلام کی تعلیمات سے ناشی ہے، وہ تجھے آسمان سے بھی اوپر کی بلندیوں تک پہنچادے گا، اور مقام عروج کی معراج کرادے گا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس راستے سے انتہائے عروج پر لے جاکر

toobaa-elibrary.blogspot.com

معراج کرائی، بقول اقبال مرحوم:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے ۔۔۔ کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(بال جبریل)

اس نبی کے نقش قدم پر چلنے سے قربت و معرفت کے مقام عروج پر فائز ہوا جاسکتا ہے۔ ؎

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے ۔۔۔ غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

(ایضاً)

نیز:

نبی کے نقش قدم ہیں جنت کے راستے ۔۔۔ اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ انیسویں صدی کے سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، درسی علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد اپنے زمانے کے عظیم نقشبندی صوفی بزرگ حضرت شاہ آفاق رحمہ اللہ سے علوم باطنہ کی تکمیل کی، اور معرفت کے مقامات طے کئے، ربانی والٰہی محبت کے رنگ میں رنگ کر مقام پر فائز ہوئے، تو منطق وفلسفہ وغیرہ علوم ظاہرہ کی نارسائی اور بے وقعتی کا یوں ذکر کرتے ہیں، اپنے اشعار میں اپنے مرشد کو خطاب فرماتے ہوئے:

اے شہ آفاق شیریں داستان ۔۔۔ گوواز بے نشانی سن نشاں

صرف ونحو منطق را سوختی ۔۔۔ شعلہ عشق خدا افروختی

عقلِ حیوانی اور عقلِ ایمانی کی کارگزاریوں کا موازنہ

عقل دفتر ہا کند یکسر سیاہ	عقل عقل آفاق دارد پرزماہ
از سیاہی وسفیدی فارغ است	نور ماہش بردل وجان بازغ است

مولانا نے عقل ایمانی کے لئے یہاں عقل عقل کی تعبیر اختیار کی ہے، یعنی عقل ایمانی عقل کی بھی عقل ہے، اور عقل کے لئے راہنما اور چراغ ہے، اس عقل ایمانی کے بغیر عقل، عقل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہلانے کی بھی مستحق نہیں، اور یہ عقل ایمانی انہی سعادت مند نفوس کے حصے میں آتی ہے، جو ایمان کی روشنی اور یقین کا خزانہ اپنے پاس رکھتے ہوں۔

ان مذکورہ اشعار میں عقلِ ایمانی اور عام عقل (عقل جزوی یا حیوانی) کا باہم موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عقلِ حیوانی نے انسانی نامہ ہائے اعمال کے دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں، کائنات کو ہمیشہ فساد و بگاڑ سے بھر رکھا ہے، انسان کے شرفِ انسانیت کی مٹی پلید کی ہے، انسان کے منصبِ خلافت و نیابت (انی جاعل فی الارض خلیفۃ، الآیۃ) کو پائمال اور داغدار کیا ہے، کبھی قابیل اس عقلِ حیوانی کا حامل ہو کر زمین میں خونریزی کی بنیاد ڈالتا ہے، کبھی قومِ نوح کے کفر پیشہ سردار اس عقلِ حیوانی کے بل بوتے پر انبیاء علیہم السلام کی انسانوں میں رائج کردہ آسمانی تعلیمات اور ربانی ہدایت کو غتر بود کر کے، توحید و رسالت کی بنیادیں اکھیڑ کر انسانوں میں شرک و بت پرستی کے اندھیاروں کا فسوں پھونکتے ہیں، جس کے نتیجہ میں پوری روئے زمین اپنے ساکنین کے ہمراہ طوفانوں اور سیلابوں میں غرقاب و غارت ہو جاتی ہے، کبھی عقلِ حیوانی کے حاملین آزر و نمرود، شداد و فرعون، عاد و ثمود، قومِ شعیب اور قومِ لوط کی صورت میں زمین کو نوع بہ نوع فساد اور بگاڑ سے بھرتے ہیں، اور اس حد تک انسانی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ قیامت سے پہلے زمین پر قیامتیں برپا ہوتی ہیں، کبھی آسمان سے پتھر برسنے لگتے ہیں، تو کبھی زلزلوں سے زمین بھر جاتی ہے، اور کبھی دریا و سمندر بھر جاتے ہیں، اس طرح انسان کے بگاڑ پر تمام کائناتی قوتیں، مظاہرِ قدرت، فرشتوں کے قدوسی لشکر، ملاءِ اعلیٰ کے اربابِ حل و عقد اور حاملینِ تکوین اپنا احتجاج ریکارڈ کراتے ہیں، اور میرے رب کے یہ تمام کھلے چھپے لشکر انسانی بگاڑ اور فساد کے ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد باذن رب اس کے آگے بند باندھتے، روک اور بیریل لگاتے رہے ہیں۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (سورۃ المدثر، آیت ۳۱)

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آج بھی عقلِ حیوانی کے حاملین نے زمین کو فساد سے بھر رکھا ہے، کرہ ارضی کو جہنم کا نمونہ بنا رکھا ہے، سسکتی ہوئی دکھی انسانیت پر زندگی کو وبال بنا رکھا ہے، آج بھی کائناتی طاقتیں، خدا کے قدوسی لشکر، ملاءِ اعلیٰ کے اربابِ تکوین اس فساد کے آگے مختلف اطوار سے روک لگاتے رہتے ہیں، اور اس بگاڑ کو ایک حد میں محدود رکھتے اور اس کے رخ ادلتے بدلتے رہتے ہیں، کیونکہ:

وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (سورۃ البروج، آیت ۲۰)

ترجمہ: اور اللہ ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ (سورۃ مومنون، آیت ۷۱)

ترجمہ: اور اگر حق تعالیٰ ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے (کائنات کی باگ ان کی من مانیوں کے ماتحت کردے) تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں۔

یہ تو عقلِ حیوانی کی سیہ کاریوں کا حال تھا، جبکہ عقلِ ایمانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عقلِ ایمانی کی وجہ سے زمین اور ساری کائنات چودھویں کے چاند کی طرح جگمگا رہی ہے۔

ہاں انبیاء اور ان کے نائبین اور اللہ والوں، اللہ کے نیک صالح بندوں کی وجہ سے ہی یہ دنیا قائم ہے، اس کی چہل پہل اور رونق برقرار ہے۔

حضرت نوح اور ان کے متبع مومنین نہ ہوتے، تو زندگی کے ہنگامے تو عقلِ حیوانی کے حاملین قومِ نوح کے مشرک و نافرمان قوم کی غرقابی کے ساتھ ہی ٹھنڈے ہو چکے ہوتے۔

حضرت ہود و صالح، حضرت شعیب و حضرت لوط، حضرت یونس و حضرت موسیٰ علیہم السلام اور ان کے مخلص متبعین نہ ہوتے، تو انسانیت کا تو کبھی کا تیاپانچہ ہو چکا ہوتا، زمین خلا کے کسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

آوارہ اور ویران سیارے کی طرح زندگی کی چہل پہل اور انسانی آبادی سے محروم ہو کر فضا میں آوارہ و پریشان گھوم رہی ہوتی۔

رواں ہے زمین بے کراں خلاؤں میں مگر صدا کوئی اٹھتی نہیں ہواؤں میں

آج کے اہل حق و اہل ایمان نہ ہوتے، تو آج کے طاغوت تو کب کا نوع انسانیت کا رشتہ اپنے رب سے کاٹ چکے تھے، کیا روس کے بڑبولے کیمونسٹوں کی یہ ہفوات تاریخ ریکارڈ نہیں کر چکی کہ "ہم نے خدا کی عارضی خدمات کا شکریہ ادا کر کے اسے سرحد پار دھکیل دیا" (زندگی کے ہنگاموں اور دنیا کے نظم و نسق سے اسے بے دخل کر دیا)

العیاذ باللہ من ھذہ الھفوات۔

لیکن میرے رب کی بادشاہی تو آج بھی پورے جلال اور آب و تاب کے ساتھ قائم ہے، جبکہ سرخ برفانی ریچھ سائبیریا کے برف زاروں میں منہ چھپائے خدا پرستوں کے ہاتھوں کھائے ہوئے زخم آج بھی سہلا رہا ہے، اللہ اکبر۔

آج ایک اور بڑبولا، خدائی کا دعویدار، زمانے کا فرعون سپر پاور ہونے کے غلط زعم میں مبتلا، طاغوت وقت بھی موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو چکا ہے، کوئی وقت جاتا ہے، کہ یہ آخری ہچکی لے اور اپنی خود ساختہ خدائی کے تخت سے دھڑام سے نیچے آگرے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۸)

ترجمہ: بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں پھر وہ باطل کا بھیجا نکال ڈالتا ہے پھر وہ مٹنے والا ہوتا ہے۔

قرآن مجید مختلف مقامات میں عقل حیوانی کے حاملین کو متنبہ کرتا ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (سورۃ الاعراف، آیت ۵۶)

کہ زمین میں اصلاح ہو چکنے کے بعد پھر فساد نہ مچاؤ۔

تو یہ وہی اصلاح ہے جو ہر زمانے میں انبیاء اور ان کے نائبین و متبعین آ کے کرتے رہے ہیں، کفر کے اندھیاروں میں ایمان و خدا پرستی کے دیپ جلاتے رہے ہیں، خدا کے بندوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

وقت کے طاغوتوں کے شکنجے سے نکال کر اور کفریہ مذاہب کے جور و جبر سے چھڑا کر ایک خدا سے جوڑتے رہے ہیں۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے ہے

(فرماتے ہیں) عقلِ ایمانی کا نور اس جہانِ رنگ و بو کی مادی و حسی سیاہی و سفیدی سے، ظاہری زیب و زینت اور بناوٹ سجاوٹ سے بے نیاز ہے، اس کے حسن اور نورانیت کے جلوے تو دل کی گہرائیوں اور روح کی پہنائیوں میں جگمگا رہے ہوتے ہیں اور اپنے حسن کی بہار جانفزا دکھلا رہے ہوتے ہیں، جس کے دل اور روح پر اس کی پرچھائیں پڑ جائیں، وہ دو عالم کو بھی اس کے مقابلے میں خاطر میں نہیں لاتا۔

دو عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم　　　جانے کیا پا گئے جانِ عالم سے ہم

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے ہے　　　مزے دو جہاں سے بڑھ کر وہ پائے ہے

ان کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر　　　تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

شمس و قمر کی روشنی علمِ الٰہی اور محبت الٰہی کے حاملین کے آفتاب ایمان و یقین کے سامنے گہنا جاتی ہے، دنیا کی ساری رنگینیاں اور شادابیاں ان کے دل میں کھلنے والی ایمانی گلکاریوں کے مقابلے میں مرجھا جاتی ہیں، اور پھیکی معلوم ہوتی ہیں، مرزا بیدل کسی ایسی ہی ایمانی تجلی سے بے تاب ہو کر پکار اٹھے تھے:

چہ ستم است گر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ ای درِ دل کشا بہ چمن درآ [1]

[1] کیسی بری بات ہے کہ دنیا کی ہوس و حرص تجھے دنیا کی ظاہری رنگینیوں اور وقتی شادابیوں پر فریفتہ کر دے اور تو اسی فانی دنیا کے رنگ و بو میں کھو کر رہ جائے، ذرا غور کر تو خود بھی کسی باغ و بہار اور غنچے سے کم کھلا ہوا نہیں ہے، ذرا اپنے دل کا دروازہ کھول اور باطن کی آباد و شاداب اور باغ و بہار دنیا کے مزے لوٹ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

باطن کی دنیا کی اسی آبادی وشادابی کا مولانا روم رحمہ اللہ ایک مقام پر یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

آسمان ہا است در ولایتِ جاں	کارفرمائے آسمانِ جہاں
درره روح پست وبالاست	کوہ ہائے بلند وصحرا است
غیب را آبے وبادے دیگر ہست	آسمانے آفتابے دیگر ہست

کہ دل اور روح کی سلطنت کے بھی اپنے آسمان ہیں، جو اس جہاں کے آسمان کی طرح ہی روح وباطن کی دنیا میں فعال وکارفرما ہیں، روح کے راستوں میں بھی نشیب وفراز اور بلندی وپستی ہے، بڑے بڑے چٹیل میدان، ریتلے صحراء، اور فلک بوس پہاڑ ہیں، باطن کے اس غیبی نظام کے الگ موسم اور باد وباراں کے سلسلے ہیں، اور اس کی اپنی خلا وفضا، اپنے آفتاب وماہتاب ہیں۔

اپنے من میں ڈوب کر

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ذیل کے اشعار میں بھی یہی حقیقت بیان ہوئی ہے۔

دَوَاؤُکَ فِیْکَ وَمَا تُبْصِرُ	وَدَاؤُکَ مِنْکَ وَمَا تَشْعُرُ
وَتَزْعَمُ اَنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ	وَفِیْکَ اِنْطَوَی الْعَالَمُ الْکَبِیْرُ [1]

صوفیاء کی اصطلاح میں یہ تقسیم عالمِ اصغر اور عالمِ اکبر کے عنوان سے معنون ہے، کہ انسان

---

[1] یہ اشعار صاحب روح المعانی علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیے ہیں، ملاحظہ ہوں روح المعانی ۹/۱۷۔

ترجمہ: تیری دوا تیرے وجود کے اندر ہی ہے (ایمان ویقین جس کے بغیر روح بے چین اور دل مریض ہوتا ہے، اور انسان نفس کے ہاتھوں یرغمال اور اوہام وتخیلات کا شکار ہوتا ہے) اور تیری بیماری بھی تیری اپنی ذات سے ہی پیدا ہوتی ہے، جس کا تجھے شعور نہیں (یعنی کفر وشرک، ظن وتخمین اور مادیت پرستی اور خدا فراموشی، الحاد ودہریت، یہی انسان کے اصل اور مہلک دشمن امراض ہیں، انسان کی دائمی ہلاکت انہی بیماریوں کی وجہ سے ہے، اور یہ امراض انسان کے اندر سے ہی پھوٹتے ہیں، ان کے سرچشمے اور سوتے ہمارے نفوس سے ہی ابلتے ہیں) تو اپنے آپ کو ایک چھوٹا سا (پانچ، چھ فٹ کا) جسم اور ایک حقیر وجود سمجھتا ہے، حالانکہ تیرے اندر یہ ساری کائنات لپٹی ہوئی ہے (کہ انسان ہی مقصود تخلیق ہے، اشرف المخلوقات ہے، ساری کائنات کا اپنے مختصر وجود کے ساتھ یہ ماڈل نمونہ ہے، پوری کائنات اس کے فوائد وخدمات کے لئے مسخر ہے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

عالم اصغر یعنی اپنی ذات میں خلاصۂ کائنات ہے، اور گویا کہ ایک چھوٹی سی دنیا ہے، اور انسان کے باہر جو کچھ ہے، وہ عالم اکبر ہے، یعنی پھیلی ہوئی بڑی کائنات۔

اللہ کے مقبولین اور مقربین بارگاہ، کاملین، انبیاء وصدیقین، شہداء اور اولیاء وصالحین نے ایسی زندگیاں گزاری ہیں کہ مقصودِ کائنات ہونے کا عملی ثبوت دیا۔

پھر رب نے ساری کائنات کو ان کے گرد گھمایا۔

کبھی کبھی تو اس ایک مشتِ خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گزرے

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی　　میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

طبع، عقل اور شرع، فرق مراتب

حس اسیر عقل باشد اے فلاں　　عقل اسیر روح باشد ہم بداں
دست بستۂ عقل را جان باز کرد　　کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیعت وحواس عقل کے ماتحت اور اس کے تابع وحکوم ہیں، اسی طرح عقل روح کی ماتحت اور تابع ہے، روح عقل کے بگڑے ہوئے کام لمحہ بھر میں بنا دیتی ہے۔

عقل کی الجھنیں اور دشواریاں پلک جھپکنے کی دیر میں حل کر دیتی اور کھول دیتی ہے، انکشاف حقائق کے جانگسل اور دشوار گزار سفر میں ہستی وذات اور موجودات کی اصل اور کنہ تک پہنچنے کے پیچیدہ اور معمہ نما عمل میں عقل وخرد بمشکل ایک دو قدم ہی اٹھا پاتے ہیں کہ ان کا سانس پھول جاتا ہے، عقل حواس باختہ ہو کر ہتھیار ڈال دیتی ہے بقول شیخ سعدی شیرازی:

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم　　کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم
نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد　　نہ فکرت بغور صفاتش رسد

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ خاصاں دریں راہ فرس راندہ اند　　بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند
نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن　　کہ جاہا سپر بائد انداختن
(بوستان، نظم حمد) [1]

محبت سے دلوں کی حیات ہے

پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں (جو مولانا رومی کی صدی ہے) عالم اسلام عقلیت پرستی، علم کلام کی خشک بحثوں اور منطق و فلسفہ کی ظنی و تخمینی موشگافیوں اور عقلی لن ترانیوں سے گونج رہا تھا، دلوں کی انگیٹھیاں سرد پڑتی جا رہی تھیں، جس کے نتیجے میں ایمانی دلولوں اور ذوق یقین سے محرومی بڑھتی جا رہی تھی، محبتِ الٰہی کی چنگاری مسلمانوں کے خرمنِ دل سے بجھتی جا رہی تھی۔ ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　یہ مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

یہ صورت حال اُس وقت پیدا ہو چکی تھی، افسردہ دلی اور مردہ دلی نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، محبت کی آگ بجھ جائے اور دل مردہ ہو جائیں تو زندگی کی رونقیں ختم ہو جاتی ہیں، خصوصاً اسلامی زندگی کی بہاریں اور امت کی سرسبزی و شادابی خزاں رسیدہ ہو جاتی ہے، پھر علوم و فنون کی عقلی موشگافیاں اور فلاسفہ و دانشوروں اور عقل پرستوں کی ذہانتیں اور دماغ سوزیاں کچھ بھی کار آمد نہیں ہوتیں، قوموں اور ملتوں کو مردہ دل و مادہ پرست عقل پرستوں کے

---

[1] کتنی ہی راتیں میں نے اس غور و فکر میں آنکھوں میں کاٹیں (کہ اللہ تعالیٰ کی کنہ اور حقیقت کیا ہے اور کائنات کو اس نے کس طرح وجود بخشا ہے)، لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ کہ دہشت و حیرانگی نے مجھے آستین سے پکڑ کر اٹھا دیا کہ جا (عقل کے گھوڑے اس چیز کے پیچھے نہ دوڑا جو عقل سے ماوراء ہے) حقیقت یہ ہے کہ عقل و ادراک کی قوتیں نہ اس ذات وحدہ کے کنہ ذات تک پہنچ سکتی ہیں نہ اس کے کمالات کی گہرائی اور وسعتوں کو ناپ سکتی ہیں، حتّٰی کے خاصانِ خدا (انبیاء و اولیاء مقربین نے بھی اس راستے میں گھوڑے دوڑائے سو بالآخر لا احصی کہہ کر ہتھیار ڈال دیے (لا احصی بظاہر اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کے یہ دعائیہ الفاظ ہیں کہ اے اللہ میں آپ کی ایسی حمد و ثنا نہیں کر سکتا جیسے آپ خود اپنی حمد و ثنا کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کی معرفتِ ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے) اس لیے چاہیے کہ آدمی ہر جگہ عقل کے گھوڑے نہ دوڑائے (جیسے فلاسفہ اور مادہ پرست اہل عقل کا شیوہ ہے) بلکہ کہیں ہتھیار بھی ڈال لیا کرے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

افکار پریشاں سے حیاۃ تازہ نہیں مل سکتی ع

سنگ وحشت سے ہوتے نہیں جہاں آباد

دل کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو جذبہ محبت سے پروان چڑھتی ہے۔ ؎

مجھے یہ ڈر ہے اے دل زندہ کہیں تو نہ مرجائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

ایمان ویقین کا خمیر اسی جذبہ محبت میں گندھا ہوا ہے، اور محبت کی آب حیات سے پروان چڑھتا ہے، حق پر قائم رہنے اور حق کے لیے جینے مرنے کے پاکیزہ جذبات روح کی گہرائیوں میں سلگتی ہوئی اسی چنگاری کے شعلے ہیں، مومن کے اندر یہ چنگاری سلگتی رہنی چاہیے، دبی رہے خواہ بھڑکے نہ، لیکن بجھنے نہ پائے، یہ چنگاری بجھتی ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟ انسان زندگی پر بوجھ بن جاتا ہے، مسلمان اسلام کے نام پر بدنما دھبہ بن جاتا ہے، شرکا پرکالہ اور شیطانی قوتوں کا آلہ کار بن جاتا ہے، زمین وآسمان کا پورا نظام اس کے شر سے پناہ مانگتا ہے، آج مسلمانوں میں پھر ایسے مردہ دلوں وتاریک ضمیروں کی بھرمار ہوگئی ہے، ضمیر تاریک ومردہ ہو تو روشن خیالی وجدت پسندی کے دعوے محض اپنی منافقت، دوغلے پن، خواہشات پرستی، اپنی بنیادوں سے انحراف اور ملت فروشی کے جرائم پر پردہ ڈالنے کی فنکاری ہوتی ہے، اس سارے پس منظر کو سامنے رکھ کر مولانا رومی اور علامہ اقبال کے معرفت ومحبت اور عقل وخرد کے متعلق کلام کا مطلب ومفہوم خوب کھلتا ہے۔

محبت فاتح عالم

مولانا کا زمزمہ محبت گونجتا ہے:

از محبت تلخہا شیریں شود	وز محبت مسہا زریں شود
از محبت دُرد ھا صافی شود	وز محبت دَرد ہا شافی شود
از محبت بجن گلشن می شود	بے محبت روضہ گلخن می شود

toobaa-elibrary.blogspot.com

از محبت سنگ روغن می شود	بے محبت موم آہن می شود
از محبت سقم صحت می شود	وز محبت قہر رحمت می شود
از محبت مردہ زندہ می شود	وز محبت شاہ بندہ می شود [1]

حب الٰہی میں کتنی پاور اور توانائی (وولٹیج) ہے، مولانا رومی فرماتے ہیں:

جسم خاک ازعشق بر افلاک شد	کو در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا	طور مست ''وخر موسیٰ صعقا'' [2]

نفس پرستیوں، خودغرضیوں، اتباع خواہشات میں پڑکر اور دنیا جہان کے بکھیڑوں کو اپنے سر لے کر پریشان روزگار اور آشفتہ مغز و آشفتہ خو مریض جب جامِ محبت سے ایک گھونٹ لیتا، ایک جرعہ بھرتا ہے، تو سرور و بے خودی کا کیا عالم اس پر طاری ہوتا ہے، مولانا اس حال کی ترجمانی کرتے ہیں:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما	اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت وناموس ما	اے تو افلاطون وجالینوس ما [3]

مولانا فرماتے ہیں کہ اس فانی دنیا میں جذبۂ محبت ایک لافانی سوغات ہے، یہ بحر ناپیدا کنار

---

[1] ترجمہ: محبت سے ناگواریاں خوشگوار ہو جاتی ہیں، محبت سے تانبا سونا بن جاتا ہے، محبت سے تلچھٹ (جامِ شراب کی تہہ میں بیٹھا ہوا کچرا) نسخہ شفا بن جاتی ہے، محبت سب دردوں کے لئے شفا اور لا دوا امراض کے لئے دوا ہے، محبت سے قید خانہ رشکِ گلستاں ہو جاتا ہے، محبت کے بغیر گل و گلزار بھی کوڑا کچرا ہیں، محبت پتھر کی سنگینی کو مات دے دیتا ہے، پتھر موم ہو جاتے ہیں "وان من الحجارة لما یتفجر منه الانهار" محبت کے بغیر موم بھی لوہے کی درشتی وسختی کو شرمانے لگتا ہے، محبت سے بیماری (نفس وطبیعتوں کا فساد، دلوں کا فاسد روگ) مبدل بہ صحت ہو جاتی ہے، محبت سے قہر و بے مروتی: رحمت وانسیت سے بدل جاتی ہے، محبت سے مُردہ (دل) جی اٹھتے ہیں، محبت سے بادشاہ غلامِ محبت ہو جاتے ہیں)

[2] ترجمہ: یہ خاکی تن شوق ومحبت کی وجہ سے سیرِ سماوات کرنے لگتا ہے، وجد میں آ جاتا ہے فرزانہ وہوشیار ہو جاتا ہے، اے عاشق محبت ہی کوہِ طور پر پڑنے والی تجلی کی اصل ہے، جس سے طور وجد میں آ گیا، اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

[3] ترجمہ: شاد وآباد رہے تو اے محبت جو ہماری آرزوؤں اور ارمانوں کی پونجی ہے، اے کہ تو ہی ہماری سب کمی چھپی علتوں اور بیماریوں کا مسیحا وطبیب ہے، اے کہ تو ہی ہماری نخوت وناموس کی دوا ہے، تو ہی ہمارے لئے سقراط وبقراط اور افلاطون وجالینوس ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں، اگر میں اس کی شرح بیان کروں تو قیامت آ جائے گی لیکن یہ داستان ختم نہ ہوگی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ کی ذات وصفات لا محدود اور غیر فانی ہیں۔

شرح عشق ار من بگویم بر دوام	صد قیامت بگذرد و آں ناتمام
زانکہ تاریخ قیامت را حد است	حد کجا آنجا کہ وصف ایزد است [1]

اس لیے مولانا فرماتے ہیں کہ محبت کی حق دار وسزاوار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، فانی مخلوق محبت جیسی لافانی حقیقت کا محل کیسے بن سکتی ہے؟

عشق باحی وباقیوم دار   عشق بر مردہ نباشد پائیدار [2]

فرماتے ہیں لا الہ میں لائے نفی کی تلوار سے سب ماسوائے اللہ کے گلے کاٹ ڈال، پھر الا اللہ کے مقام وحدت پر جو محبت کا حقیقی مقام ہے تو پہنچ جائے گا۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند	درنگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت	شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

مولانا فرماتے ہیں:

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت   ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

جس کا مطلب ہے:۔

عشق کی آتش ہے ایسی بدبلا   دے سوائے معشوق کے باقی سب کو جلا

مولانا کے معرفت ومحبت سے متعلق کلام کا یہ محض تھوڑا سا نمونہ ہے، ورنہ یہ فسانہ دل تو انہوں نے پوری مثنوی میں چھیڑ رکھا ہے، آخر میں اس "پیر رومی" کے ہندی مرید علامہ اقبال مرحوم

---

[1] ترجمہ: اگر میں محبت کی داستان مدام بیان کرتا رہوں تو سو دفعہ قیامت آ کے گزر جائے گی، لیکن یہ قصہ ناتمام ہی رہے گا، اس لئے کہ قیامت تو زمان ومکان کی حدود میں گھرا ہوا ہے، جبکہ محبت زمان ومکان کی حد بندیوں سے ماوراء ہے۔

[2] ترجمہ: محبت اس ہمیشہ زندہ رہنے والی ساری مخلوقات وموجودات اور کائنات کو تھامنے والی ذات کے ساتھ کر، فانی مخلوقات سے محبت کو دوام واستحکام نہیں ہوتا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے کلام شوق ومحبت سے کچھ نمونہ ملاحظہ ہو، جو بڑے فخر سے اپنے آپ کو پیر رومی کا مرید ہندی کہتے ہیں، مولانا کی پیروی میں علامہ کا فارسی و اردو کلام بھی شوق ومحبت کی زمزمہ سنجیوں سے لبریز ہے۔

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں؟
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

(بانگ درا)

ہم خوگرِ محسوس ہیں ساحل کے خریدار
اک بحرِ پُر آشوب وپُر اسرار ہے رومی

تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال
جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی

اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیام
کہتے ہیں چراغِ رہِ احرار ہے رومی

جواب

کہ نباید خوردو جو ہمچو خراں
آہوانہ درختن چر ارغواں

کہ ہرکاہ وجو خورد قرباں شود
ہر کہ نور حق خورد قرآں شود

(بال جبریل "نظم یورپ سے ایک خط")

toobaa-elibrary.blogspot.com

(باب چہارم)

اللہ والوں کے اثر انگیز واقعات وارشادات

دنیا سے دل نہ لگانا

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہوتا جن کا مجھے ہے تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تمہیں عورتوں کے ساتھ بستروں پر مزہ نہ آتا، اور تم خدا سے فریاد کرتے ہوئے راستوں پر نکل کھڑے ہوتے (اور جس کا جدھر منہ اٹھتا گھبراہٹ کے مارے اسی طرف نکل کھڑا ہوتا۔ یعنی برزخ وآخرت کے ایسے ہولناک احوال آگے آنے والے ہیں جو ہم سب کو درپیش ہیں)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ہنسنے والے پر تعجب ہوتا ہے (کہ وہ کیونکر مسرور و بےفکر ہے) حالانکہ اس کے سامنے موت ہے۔

خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ ان کو جو کوئی دیکھتا یہ سمجھتا کہ ان پر کوئی تازہ مصیبت پڑی ہے کیونکہ وہ (ہمہ وقت) نہایت غمگین اور خائف رہتے تھے (قبر وآخرت کے احوال کے مراقبے سے)

ابن مرزوق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے گناہوں پر رنجیدہ وغمگین ہوتا ہے اور اس کے باوجود وہ شہد اور گھی سے روٹی کھاتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے (کیونکہ جس کے دل کو سچ مچ غم لگا ہو اس کو لذتوں سے لطف اندوز ہونے کا کیا موقع ہے)

عامر بن قیس فرماتے تھے جو دنیا میں زیادہ ہنسے گا وہ دوزخ میں زیادہ روئے گا۔

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ چالیس برس تک نہیں ہنسے حتیٰ کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہوگیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہیب بن انور فرماتے ہیں کہ اسراف سے خالی ہنسی وہ ہے جس سے صرف دانت کھل جائیں اور آواز سنائی نہ دے اور اسراف سے خالی لباس وہ ہے جس سے ستر چھپ جائے اور گرمی سردی سے بچاؤ ہو جائے اور اسراف سے خالی کھانا وہ ہے جس سے بھوک رُک جائے اور پیٹ (پوری طرح) نہ بھرے۔

عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خوش مزاجی نمودار ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ (سورہ حدید آیت ۱۶)

ترجمہ: کیا مسلمانوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد سے ڈر جائیں (ترجمہ ختم)

اس کے بعد انہوں نے خوش طبعی ترک کر دی اور وہ ڈر گئے۔

حاصل ان باتوں کا یہ ہے کہ اللہ والوں اور غیر اللہ والوں میں یہ دو باتیں فرق اور امتیاز پیدا کرتی ہیں ایک آخرت کی طرف توجہ اور دوم آخرت کے ان مراحل وحالات کے لئے تیاری۔

ابوتراب بخشی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب آدمی گناہوں کے چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ کی مدد اسے ہر طرف سے ملتی ہے اور دل سیاہ ہو جانے کی تین نشانیاں ہیں ایک یہ کہ گناہ سے گھبراہٹ نہ ہو دوسری یہ کہ اطاعت کی دل میں جگہ نہ ہو تیسری یہ کہ نصیحت دل میں اثر نہ کرے۔

ابو محمد مروزی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ابلیس پانچ خصلتوں کی وجہ سے بد بخت ہوا ایک تو اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا، دوسرے وہ اس پر نادم نہ ہوا، تیسرے اس نے اپنے اوپر ملامت نہ کی، چوتھے اس نے توبہ کی طرف سبقت نہ کی، پانچویں وہ خدا کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔

احمد بن حرب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کیا گناہگار کے لئے توبہ کا وقت ابھی تک نہیں آیا کیونکہ اس کا گناہ رجسٹر میں درج ہے اور کل قبر میں وہ بے چین ہوگا اور اس کے سبب اسے دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جایا جائے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ابن اسماک کے ارشادات

ابن اسماک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ کی فرمانبرداری میں ان فائدوں کے سوا اور کوئی فائدہ نہ بھی ہوتا کہ فرمانبردار بندے کے منہ پر نور، اور رونق ہوتی ہے، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے، اس کے اعضاء میں قوت ہوتی ہے اس کو اپنے نفس پر حدود وقصاص و تعزیر کا خطرہ نہیں ہوتا (یعنی بعض گناہوں کی دنیا کی عدالت میں ہی سزا مقرر ہے جیسے قتل کے گناہ میں قصاص، چوری کے گناہ میں ہاتھ کٹنا وغیرہ تو جوان جرائم سے بچے گا وہ ان دنیوی سزاؤں سے اپنے نفس کو محفوظ پائے گا) اور لوگوں کے مقابلے میں اس کی گواہی جائز رکھی جاتی ہے (اسلام میں فاسق کی ایک سزا دنیوی اعتبار سے یہ بھی ہے کہ اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی) تو یہ باتیں بھی گناہوں کے چھوڑنے کے لئے کافی تھیں (پھر جبکہ اطاعت و فرمانبرداری میں ان دنیوی فائدوں کے علاوہ قبر وآخرت کی زندگی میں نجات وجنت اور اللہ کے ہاں مقربیت وغیرہ جو ہمیشہ ہمیشہ کے انعامات ہیں وہ بھی ملیں گے تو پھر تو اور زیادہ شوق اللہ کی فرمانبرداری اور نیکوکاری والی زندگی اختیار کرنے کا ہونا چاہئے) اسی طرح اگر گناہ میں اس کے علاوہ اور کوئی خرابی نہ ہوتی کہ گناہ و نافرمانی کی وجہ سے چہرہ بے نور و بدرونق ہو جاتا ہے، دل میں ظلمت وتاریکی پیدا ہو جاتی ہے، اور گناہگار کا تذکرہ لعنت و برائی کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی گواہی نامقبول ومردود ہوتی ہے (بوجہ فاسق ہونے کے) اور اس کو اپنے نفس پر حد، قصاص تعزیر وسزا کا خطرہ ہوتا ہے (جو گناہ دنیوی قانون میں بھی جرم ہیں ان کے ارتکاب پر دنیوی قانون کی رو سے قید و بند، حد وتعزیر وغیرہ کی سزا پائے گا) تو یہ امور بھی گناہ چھوڑنے کے لئے کافی تھے (پھر جبکہ ان دنیوی نقصانات وخرابیوں کے علاوہ گناہ کی وجہ سے قبر وآخرت کا عذاب، اور پھٹکار وہلاکت میں بھی مبتلا ہونا یقینی ہے تو پھر گناہوں کا چھوڑنا کس قدر ضروری ہو جاتا ہے)۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بشر حافی کی نصائح

بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے تھے ایک زمانہ ہم نے دیکھا ہے کہ جب لوگ پہاڑوں جیسے اعمال صالحہ کرتے تھے پھر بھی مزید اعمال کرنے سے حوصلہ اور ہمت نہ ہارتے اور سستی نہ دکھاتے (بلکہ جب تک جان میں جان ہوتی جان توڑ کر اعمال کرتے) اور ایک زمانہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ تمہارے پاس نیک اعمال بالکل نہیں مگر باوجود اس کے تم سست ہو اور اعمال میں کوشش نہیں کرتے۔ اللہ کی قسم ہمارے اقوال تو تارک الدنیا لوگوں کے سے ہیں مگر ہمارے افعال و اعمال سرکشوں اور منافقوں کے سے ہیں۔

حاتم اصم

حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب تو اپنے رب کی نافرمانی کرے اور تو دیکھے کہ اس نافرمانی کے باوجود بھی خدا کی نعمت تجھ پر خوب ہو رہی ہے (اور جاری وساری ہے) تو اللہ کے اس برتاؤ سے ڈر کیونکہ یہ استدراج اور ڈھیل ہے (ڈھیل کی وجہ سے آدمی عموماً پوری طرح غافل ہو جاتا ہے اور عبرت نہیں پکڑتا نہ توبہ کرتا ہے اسی حالت میں جب مرتا ہے تو یہ پوری بربادی والا ہے اس طرح ڈھیل یعنی استدراج نعمت نہیں بلکہ غضب والی چیز ہے اس سے ڈرنا چاہئے)

ربیع بن ہیثم کا ایک واقعہ

ربیع بن ہیثم رحمہ اللہ جب عید کے روز قربانی کرتے تو فرماتے کہ اے اللہ آپ کی عزت و جلال کی قسم! اگر میں جانتا کہ اپنی جان قربان کرنے میں آپ کی رضامندی ہے تو میں آپ کے لئے اپنی جان قربان کر دیتا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مالک بن دینار

مالک بن دینار رحمہ اللہ نے بصرہ سے پیدل سفر حج اختیار کیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ سوار کیوں نہیں ہوتے؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا نافرمان اور بھاگا ہوا غلام اپنے آقا سے صلح کرنے کے لئے سوار ہو کر بھی جانا پسند کرے گا، بخدا اگر میں انگاروں پر چل کر مکہ جاؤں تو یہ بھی کم ہے۔

سفیان ثوری کا حال

ایک مرتبہ سفیان ثوری اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے، اس پر ایک غلام نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی پہلے تو ہم اپنے گناہوں پر روتے تھے، اور اب ہم اسلام پر روتے ہیں، کہ دیکھنا اسلام و ایمان بھی سلامت رہتا ہے یا نہیں؟ اور فرماتے تھے کہ بسا اوقات آدمی بتوں کی پرستش کرتا ہے، مگر اللہ کے علم میں وہ اہل سعادت میں سے ہوتا ہے، اور بسا اوقات آدمی حد درجہ مطیع ہوتا ہے مگر اللہ کے علم میں وہ اہل شقاوت میں سے ہوتا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بعض آدمی جنت کے لئے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، مگر تقدیرِ الٰہی غالب آجاتی ہے، اور وہ جنت والے عمل چھوڑ کر دوزخیوں کے کام کرنے لگتا ہے، اور دوزخ میں چلا جاتا ہے (آگے حدیث میں اسی طرح برے عمل کرنے والے کے متعلق بھی ہے، کہ وہ آخر وقت میں جنتیوں والے اعمال کرنے لگتا ہے) یہ وہ بات ہے کہ جس سے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

حماد بن زید کی عاجزی

حماد بن زید رحمہ اللہ جب بیٹھتے تو اکڑوں بیٹھتے، اور اچھی طرح نہ بیٹھتے، کسی نے اس کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا کہ بھائی اطمینان کے ساتھ تو وہ شخص بیٹھ سکتا ہے، جو عذاب خداوندی سے بے خوف ہو، اور میں رات دن کسی بھی وقت اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ مجھ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

عذاب نازل ہو۔

خاتم بن عبدالجلیل کا عجیب طریقہ

خاتم بن عبدالجلیل رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ عید کے دن اپنے متعلقین کو جمع کرتے اور سب کے سب ایک جگہ جمع ہو کر روتے، کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے کہ دنیا عید کو خوش ہوتی ہے مگر آپ روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بھائی میں بندہ ہوں، جسے اللہ نے اطاعت کا حکم دیا اور نافرمانی سے منع کیا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اطاعت کرنے اور نافرمانی سے بچنے کا حق ادا کر دیا ہے یا نہیں، عید کی خوشی تو ان لوگوں کو زیبا ہے، جن کو عذاب کا کھٹکا نہیں رہا۔ [1]
پس اے بھائی! تو ان باتوں کو خوب سمجھ لے اور خبردار! جب تجھ سے گناہ کئے ہوئے ایک عرصہ ہو جائے تو اس وقت بھی تو استغفار میں سستی نہ کرنا کیونکہ تجھے گناہ کا تو یقین ہے اور معافی مانگنے میں شبہ لہٰذا یقینی چیز کو شبہ کی بناء پر نظر انداز کرنا حماقت ہے اور رات دن استغفار کرتا رہ (انتخاب از تنبیہ المغترین، امام شعرانی رحمہ اللہ)

قیامت کے مناظر

قیامت کی ہولناکی کے مناظر قرآن مجید میں جا بجا مختلف پیرایوں میں بیان ہوئے ہیں۔
سورہ مزمل میں ایک موقع پر قیامت کا حال یوں بیان فرمایا گیا ہے

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا، نِ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ. كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا (سورہ مزمل آیت ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: سو اگر تم (رسول کے ذریعے ہدایت آچکنے کے بعد بھی نافرمانی اور) کفر کرو گے تو اس دن (یعنی قیامت کی ہولناکی) سے کیسے بچ سکو گے جو (اپنی شدت اور طوالت کی وجہ سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا، جس میں آسمان پھٹ

---

[1] اس قسم کے احوال ان بزرگوں پر غلبۂ حال کی وجہ سے طاری ہوتے تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جائے گا بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا (ترجمہ ختم)

قرآن وحدیث کی ان خبروں کا ایک مسلمان پر کیا اثر ہونا چاہئے، وہ اللہ کے نیک بندوں کے ذیل کے احوال سے واضح ہے۔ اللہ کے نیک بندوں اور بزرگانِ دین کے حالات وواقعات پڑھنے اور سننے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور غفلت وخدا فراموشی اور قبر وآخرت سے بے فکری والی حالت پر زد پڑتی ہے اور احساسِ زیاں پیدا ہوتا ہے بشرطیکہ دل بالکل مردہ نہ ہو چکا ہو، اللہ کرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، اولیاء کرام اور اللہ کے نیک بندوں کے عبرت ونصیحت سے لبریز حالات پڑھ سن کر ہمارے دل کی دنیا بھی بدلے، ہم بلا تاخیر اپنی اصلاح پر کمر بستہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دنیا میں انہماک واستغراق سے اپنے آپ کو نکالیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے فرمایا کہ اے صفیہ محمد رسول اللہ کی بیوی!، اے فاطمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! تم خود اپنے کو آگ سے چھڑاؤ کیونکہ اللہ کے مقابلے میں میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا (یہ الگ بات ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ از خود میری نسبت سے تمہارے گناہ معاف کر دیں مگر یہ کوئی لازمی امر نہیں اس لئے اعمال صالحہ اور اپنی اصلاح کی فکر چھوڑ کر صرف اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور خود گناہوں سے بچنے بلکہ نیک اعمال کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے)

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔

إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا وَّجَحِيمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا أَلِيمًا (سورہ مزمل آیت ۱۲، ۱۳)

ترجمہ: بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔

اس وقت آپ کے قریب حمران بن اعین تھے یہ سن کر ان کی روح پرواز کر گئی اور فوت ہو کر گر پڑے۔

تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کے تحت مسند احمد وابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے یہی (مذکورہ بالا) آیت سنی تو خوف سے بے ہوش ہو گیا اور حضرت خواجہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حسن بصری رحمہ اللہ ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آ گیا کھانا نہ کھا سکے اٹھوا دیا۔ اگلے روز شام کو پھر ایسا ہی ہوا کھانا اٹھوا دیا، تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو ان کے صاحبزادے، حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ اور کچھ اور بزرگوں کے پاس گئے اور اپنے والد کا یہ ماجرا سنایا یہ بزرگ تشریف لائے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو کھانے کا اصرار کرتے رہے تب آپ نے کچھ کھایا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سورۃ اذا الشمس کورت پڑھ رہے تھے جب

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (سورہ تکویر آیت ۱۰)

(یعنی جس دن اعمال نامے نشر کئے جائیں گے)

پر پہنچے تو بے قرار ہو کر گر پڑے اور دیر تک زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔

حسن بن صالح کا خوف وخشیت

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خشوع و خضوع والا کوئی نہیں دیکھا۔ ایک رات وہ نماز پڑھنے (تہجد کی نماز) کھڑے ہوئے اور سورۃ ''عم یتساءلون'' شروع کی (اس سورۃ میں بھی قیامت کی ہولناکی اور جہنمیوں کے حالات کا ذکر ہے) اور کچھ سورۃ پڑی کہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو وضو کیا اور نماز شروع کی پھر یہی سورۃ پڑھنے لگے تو دوبارہ بے ہوش ہو گئے غرض صبح تک یوں ہی ہوتا رہا، سورت تمام نہ کر سکے۔

داؤد طائی اور ربیع پر غشی طاری ہونا

ایک روز شیخ داؤد طائی رحمہ اللہ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو اپنے کسی عزیز کی قبر پر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے کون سے رخسارے میں کیڑے پڑ گئے یہ سُن کر داؤد طائی بیہوش ہو گئے اور گر پڑے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ربیع بن خیثم رحمہ اللہ نے ایک پڑھنے والے کو (ایک روایت کی رو سے یہ پڑھنے والے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے) یہ پڑھتے سنا:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ ۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا (سورہ فرقان آیت نمبر ۱۲)

ترجمہ: جب وہ جہنمی دیکھیں اس جہنم کو دور سے ہی تو سنیں گے اس کی جھنجلاہٹ اور چنگھاڑ کو (غیظ وغضب سے جہنم آگ بگولہ ہو رہی ہوگی)

تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

فضیل بن عیاض کے بیٹے کی فکرِ آخرت

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے ایک دفعہ صبح کی نماز میں سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کی جب اس آیت پر پہنچے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (سورہ یٰسین آیت ۵۳)

ترجمہ: بس وہ (قیامت) ایک چنگھاڑ ہوگی پھر اسی دم وہ سب ہمارے پاس پکڑے (گرفتار شدہ) چلے آئیں گے۔

تو ان کے بیٹے علی رحمہ اللہ یہ آیت سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑے اور طلوع آفتاب تک ہوش نہ آیا اور یہ علی رحمہ اللہ آخرت کی فکر میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ جب کوئی سورۃ پڑھنا چاہتے تو پورا نہ کر سکتے اور سورۃ الزلزال اور سورۃ القارعۃ (جن میں قیامت کا عبرت آموز نقشہ کھینچا گیا ہے) تو سن ہی نہ سکتے۔

حسن بصری کا تبصرہ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے وقت میں جب کوئی رات کو قرآن پڑھتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو صبح کے وقت لوگ اس کا اثر (یعنی شدت تغیر اور رنگ میں زردی چھا جانا، دُبلا پن اور مُرجھا جانا) اس کے چہرہ میں محسوس کرتے تھے اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب کوئی رات کو پورا قرآن بھی پڑھتا ہے تو صبح کے وقت اس کے چہرہ پر اس کا کوئی اثر بھی نہیں دکھلائی دیتا اور اس کا قرآن پڑھنا ایسا معمولی معلوم ہوتا ہے جیسے چادر اوڑھ لینا (یہ تو پھر بھی غنیمت تھا، ہمارے زمانے میں رات کو تہجد میں قرآن پڑھنا تو کجا فرض نماز کی توفیق ہوجائے تو بڑی بات ہے، ناقل)

سلمان فارسی کا غلبۂ حال

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (سورہ حجر آیت نمبر ۴۳)

کہ بے شک جہنم ان (نافرمانوں) سب کا وعدہ ہے (اس گھاٹ پہ سب اتارے جائیں گے) تو چیخ اُٹھے اور ہاتھ سر پر رکھ لیا اور سرگشتہ وحیران نکل کھڑے ہوئے، اور چلتے رہے۔ چنانچہ تین دن تک ان کو یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کس رُخ پر، کس طرف جا رہے ہیں؟

مرض وبیماری میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت

اللہ والوں کی عادت وحالت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کبھی وہ کسی مرض میں مبتلا ہوجائیں تو ان کے دل ان کے جسموں سے لاتعلق ہوجاتے ہیں اور وہ جسم کی درستگی وصحت کی تدبیر اختیار کرنے کی بجائے آخرت کی درستی میں لگ جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ ان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ شائد اس مرض میں موت آجائے اور ہم اسے معمولی مرض سمجھ کر بے فکر رہیں (اس طرح غفلت میں مارے جائیں) کہ نہ ہمیں توبہ کی توفیق ہو اور نہ قابل ادائیگی واجب حقوق کی ادائیگی کر پائیں (حقوق العباد وغیرہ) اور نافرمانی کی حالت میں آخرت کو روانہ ہوجائیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حسان بن سنان کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت حسان بن سنان رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو احباب عیادت کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوئے اور مزاج پُرسی کی تو آپ نے فرمایا کہ دوزخ سے بچ جاؤں تو مزاج اچھا ہے (ورنہ مزاج وزاج کچھ بھی نہیں)، پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کا جی کس بات کو چاہتا ہے؟ فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ موت سے پہلے مجھے لمبی رات نصیب ہو جائے جس کو میں نماز واستغفار میں گزار دوں۔

ربیع بن ہیثم کا اور واقعہ

حضرت ربیع بن ہیثم رحمہ اللہ کی مرض موت میں ان سے کہا گیا کہ آپ کے لئے کوئی معالج، طبیب بلالیں؟ یہ سُن کر تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا، کہاں ہے قوم ثمود؟ کہاں ہے قوم عاد؟ کہاں ہیں اصحاب الرس؟ اور کہاں ہیں ان کے درمیان کے بہت سے قرن (بہت سی قومیں) حق تعالیٰ نے ان سب کے لئے مثالیں بیان کی تھیں (عبرت ونصیحت پکڑنے کے لئے) ان کو بہت سے طریقوں سے سمجھایا تھا (اور اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگو! ہمیں سمجھانے میں کون سی کسر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی ہے؟ ناقل) مگر نہ مانے۔

آخر انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا باوجودیکہ ان میں علاج کرنے والے بھی تھے، طبیب بھی تھے، مگر کوئی ہلاکت سے نہ بچ سکا، یہ کہہ کر فرمایا اللہ کی قسم میں ہرگز اپنے لئے طبیب نہ بلاؤں گا۔

عمر بن عبدالعزیز اور خوف خدا

جب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو لوگ ان کے علاج کے لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

طبیب کو لائے، طبیب نے تشخیص ومعائنہ کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف نے ان کا کلیجہ کاٹ ڈالا ہے میں ان کا علاج نہیں کر سکتا۔

ابوبکر بن عباس کی ایمانی حمیت

جب ابوبکر بن عباس رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو ایک عیسائی طبیب ان کو دیکھنے آیا اور آ کر نبض دیکھنی چاہی تو آپ نے اس کو ہاتھ نہ لگانے دیا جب وہ چلا گیا تو آپ نے یوں اپنے پیارے رب سے مناجات کی کہ اللہ جب آپ نے مجھے اس طبیب کے کفر والے مرض سے محفوظ رکھا ہے (ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے) تو یہ میرے لئے کافی ہے اور اب مجھے کسی بیماری کی پرواہ نہیں آپ جو معاملہ میرے ساتھ چاہیں کریں (خواہ مجھے شفا دیں خواہ مرض بڑھائیں، خواہ موت دیں)

ناواقف ہوں منزل سے

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہم نے ایک بار ایک بیمار کی عیادت کی اور اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا (میرا حال یہ ہے کہ) میں دنیا میں اپنی مرضی کے بغیر بھیجا گیا ہوں اور دنیا میں ظالم بن کر زندہ رہا (اللہ کی نافرمانی اپنی جان پر ظلم ہے) اب پچھتاوے کی حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں (جس کی یہ کچھ سوانح عمری ہو اس کا لوگو! کیا حال پوچھو ہو؟)۔

مسافر ہوں کہاں جانا ہے ناواقف ہوں منزل سے
ازل سے پھرتے پھرتے گور تک پہنچا ہوں مشکل سے

ایک نکتہ

بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ روتا ہے لیکن اس کے رشتہ دار گھر کے لوگ خوش ہوتے ہیں گویا کہ بچہ جس عالم سے دنیا میں آیا ہے یہاں آنے پر خوش نہیں پھر اگر وہ صالح اور ایمان والی زندگی گزار کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

دنیا سے جاتا ہے تو وہ موت کے وقت خوش ہوتا ہے (کہ اس آبادی نما ویرانے سے دار البقا والسرور کی طرف جا رہا) جبکہ اس کے لواحقین غمزدہ و پریشان ہوتے ہیں اور روتے ہیں، تو یہ آنے کے وقت خلاف مرضی دنیا میں بھیجے جانے پر رو دیا تھا اب من پسند جگہ جانے پر خوش ہو رہا ہے جس سے آنے کے وقت کے رونے کا بدلہ ہو گیا اور جو اس کے آنے پر خوش ہوئے تھے اب اس کے جانے پر رو رہے ہیں، لیکن دنیا سے جانے کے وقت یہ خوشی اسی صورت میں نصیب ہو گی کہ جس طرح خلاف مرضی آیا تھا زندگی بھی اسی طرح خلاف مرضی گزارے یعنی زندگی گزارنے میں اپنی مرضی اور من مانی نہ چلائے بلکہ رب کی مرضی پر چلے خواہ طبیعت مانے یا نہ مانے۔ اسی مضمون کو کسی شاعر نے اس شعر میں پرویا ہے۔ ۔

آں یاد داری کہ وقت زائیدن تو ہمہ خنداں شوند تو گریاں
آں چناں زی کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں شوند تو خنداں

ترجمہ: تجھے کچھ یاد ہے کہ اپنی پیدائش کے وقت تُو رو رہا تھا اور سب ہنس رہے تھے اب ایسی زندگی گزار کہ تیرے مرنے کے وقت لوگ رو رہے ہوں اور تُو ہنس رہا ہو۔ ۔

ایمان چوں سلامت تالب گور بریم شاباش بریں ہمت مردانۂ ما

کتاب وسنت کی اتباع کی اہمیت

سلف صالحین، اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس وقت تک کسی عمل یا قول کے اختیار کرنے پر جرأت نہیں کرتے جب تک کہ وہ اس کی حیثیت کو قرآن وسنت اور امت کے تعامل کی روشنی میں واضح طور پر سمجھ نہ لیں (یعنی ان دلائل شرع کی رُو سے اس قول یا فعل کا جواز ثابت نہ ہو جائے) امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی کام کا ارادہ فرماتے اور اس کے کر گزرنے کا پختہ عزم کر لیتے پھر ان سے کوئی کہتا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود ایسا کیا اور نہ دوسروں کو اس کا حکم دیا تو باوجود اس کام کے پختہ عزم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر لینے کے اس عمل سے رک جاتے، ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی کہ فلاں کپڑے بول عجاز سے رنگے جاتے ہیں (یعنی ایسے رنگ سے رنگے جاتے ہیں جس میں اونٹ کا پیشاب بھی شامل کیا جاتا ہے) تو آپ نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو ان کپڑوں کے استعمال سے منع کرنے کا حکم دیں، تو کسی نے آپ سے عرض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کپڑا خود بھی پہنا ہے اور آپ کے زمانے میں اوروں نے بھی ایسے کپڑے پہنے ہیں (جس سے معلوم ہوا کہ ان کپڑوں کا استعمال جائز ہے، اور مذکورہ بول عجاز والی بات یا تو ثابت نہیں تھی یا اس میں کوئی شرعی تاویل جاری ہوتی تھی) یہ سن کر آپ نے استغفار کیا اور اپنے ارادے سے باز آئے (یعنی بطور خلیفہ ان کپڑوں کے استعمال پر قانونی پابندی لگانے کے ارادے سے باز رہے)

اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ لوگ اپنے اور اپنی اولاد واحباب کے معاملے کو بکثرت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تھے، ان کا اعتماد بدایت کے معاملے میں خدا کے سوا کسی پر نہ ہوتا تھا وہ ہر معاملے میں اور ہر چیز کی طلب میں اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے تھے اور اس پر اعتماد سے غافل نہ ہوتے تھے (اور تدبیر کو تدبیر کی حد تک ہی رکھتے تھے)

علم وعمل میں اخلاص

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے علم اور عمل میں اخلاص کی خوب کثرت ہوتی ہے اور وہ اپنے علم وعمل میں ریا کاری اور دکھلاوا کے آجانے سے بہت ڈرتے تھے، وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص آخرت کے اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرتا ہے (ریا کاری کر کے یا دنیوی اغراض کو نیک اعمال سے مقصود بنا کر) خدا اس کے دل کو اوندھا کر دیتا ہے (جس کے نتیجے میں اس کی بصیرت، فراست اور فطرت کی سلامتی ختم

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوجاتی ہے اور وہ جو بھی چیز سمجھتا ہے صحیح کی بجائے اُلٹا سمجھتا ہے اور دوزخیوں کی فہرست میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے)۔

خواجہ حسن بصری کی باتیں

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کثرت سے اپنے نفس پران الفاظ سے عتاب فرماتے تھے" اے نفس تو باتیں تو نیکوں، فرمانبرداروں اور عابدوں زاہدوں کی سی کرتا ہے، مگر کام فاسقوں، منافقوں اور ریاکاروں کے سے کرتا ہے، مخلص لوگوں کا تو یہ طور طریقہ نہیں ہوتا"

(دوستو! یہ وہی حسن بصری رحمہ اللہ ہیں جو تابعین میں سے ہیں، صوفیاء کے سارے سلسلوں کے امام اور سرخیل ہیں۔ چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی وغیرہ۔ سلسلے اوپر ان کی ذات میں جا کر ملتے ہیں)

ایک مرتبہ یونس بن عبید رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو حسن بصری کا سا عمل کرتا ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو ایسا بھی نہیں دیکھا کہ جو ان کی سی بات ہی کہتا ہو تو ایسا شخص کہاں سے دیکھ پاؤں گا جو ان کے سے کام کرتا ہو حسن بصری رحمہ اللہ کا وعظ اور نصیحت کی باتیں تو دلوں کو رُلاتی تھیں دوسروں کا وعظ تو آنکھوں کو بھی نہیں رُلاتا۔

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آدمی صاحب اخلاص کب بنتا ہے تو فرمایا کہ جب اس کی خصلت وطبیعت دودھ پینے والے بچے کی سی ہوجائے کہ اسے اس کی پرواہ نہ ہو کہ کون اس کی تعریف کرتا ہے اور کون مذمت۔

منافقت کو چھوڑنا اور اس سے بچنا

اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک خلق یہ بھی ہے کہ ان کا ظاہر و باطن بالکل یکساں ہوتا ہے، اس وجہ سے ان میں سے کسی کا کوئی بھی عمل ایسا نہ ہوتا تھا جس کے سبب وہ کل قیامت کو رسوائی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا سامنا کریں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد رحمہ اللہ کو جو نصیحت اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ شریفہ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ عمر! خبردار ایسا نہ کرنا کہ ظاہر میں تو تُو خدا کا دوست ہو اور باطن میں خدا کا دشمن کیونکہ جس کی ظاہری اور پوشیدہ حالت یکساں نہ ہو وہ منافق ہے اور منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اتنے روئے کہ انکی داڑھی تر بتر ہوگئی۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے کہ جو دنیا کو آخرت والے اعمال کے ذریعہ سے کمائیں گے یہ لوگ نرمی میں بھیڑوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہوں گے (یعنی بظاہر اتنے نرم خُو ہوں گے جیسے بھیڑیں شکل وصورت میں غریب مسکین ہوتی ہیں) ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کے مانند ہوں گے (یعنی اپنی اصلیت وجبلت کے لحاظ سے پورے درندے ہونگے جہاں تک بس چلے اور موقعہ ملے تو نہ خدا کا خوف کریں نہ کسی مخلوق کی رُو رعایت کریں)

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے نیک اعمال کا بھی ایسا ہی پوشیدہ ذخیرہ کرو جس طرح تمہارے پاس بُرے کاموں، گناہوں کا مخفی ذخیرہ ہے (یعنی اپنے بُرے کرتوت اور بدعملیاں تو پوری طرح چھپا کے رکھتے ہو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیتے تو نیک اعمال کی کیوں لوگوں کے سامنے نمائش کراتے ہو)

غیرتِ اسلامی

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے دین کے حکموں میں سے کسی حکم کی تحقیر کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور شریعت کی حمایت کی وجہ سے وہ جوش وغیرت میں آتے ہیں اسی وجہ سے وہ کوئی کام جو کرتے ہیں یا کسی سے صحبت وتعلق جو اختیار کرتے ہیں تو اسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

صورت میں جبکہ اس عمل میں خدا کی رضا ہو،اس لئے وہ کسی دنیوی غرض سے نہ کسی سے محبت رکھتے ہیں نہ عداوت ودشمنی کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ محض خدا کے لئے محبت اور خدا ہی کے لئے عداوت (یعنی الحب للّٰہ والبغض للّٰہ) ایمان کے دو مضبوط ستون ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو آدمی یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ دوسرے سے اللہ ہی کے لئے محبت کرتا ہے اور خدا کی نافرمانی کے وقت اس دوسرے پر نکیر وناپسندیدگی نہیں دکھاتا، تو وہ اس دعوے میں جھوٹا ہے کہ وہ اس سے اللہ ہی کے لئے محبت رکھتا ہے۔

گھر والوں سے حُسنِ سلوک

اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء وتکلیف پر صبر کرتے اور سمجھتے ہیں کہ انکی بیویوں سے جس قدر مخالفتیں سرزد ہوتی ہیں وہ بدل ہوتی ہیں خدا کے ساتھ ان کے معاملہ کی۔

حضرت خاتم اصم رحمہ اللہ اپنے گھر میں یوں رہتے تھے جیسے جانور بندھا ہوا ہو (کہ وہ بے اختیار ہوتا ہے) اگر کسی نے کچھ آگے رکھ لیا تو کھالیا ورنہ خاموش بھوکے رہتے۔

حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ اپنی بیوی سے کہتے ہوتے تھے کہ اگر سارے بلخ والے میرے ساتھ ہوں (یعنی دنیا جہاں کے لوگ میرے موافق ومعتقد ہوں) اور ایک تو میرے خلاف ہو تو میں اپنے ہی کو نہیں بچا سکتا (اسی لئے حدیث شریف میں شوہر کی اطاعت گزار اور وفاشعار بیوی کو دنیا کی بڑی نعمت فرمایا گیا ہے، گھر سے آدمی آسودہ حال ہو تو وہ بادشاہ ہوتا ہے، خواہ باہر فقیر ہی ہو)

تہجد پر مداومت وہمیشگی

اللہ والوں کے اخلاق میں یہ بات بھی ہمیشہ شامل رہی ہے کہ وہ گرمی ہو یا سردی ہر حال میں قیام اللیل (رات کی عبادت) کو معمول بنائے رکھتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ تم قیام

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللیل کا التزام کرو کیونکہ اس میں بہت سے فائدے ہیں ایک یہ کہ وہ تم سے پہلے کے لوگوں کی سنت ہے، دوسرے یہ کہ وہ اللہ کی قربت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، تیسرے یہ کہ اس سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، چوتھے یہ کہ وہ گناہوں سے روکتا ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ جسم کی بیماری کو دفع کرتا ہے۔

شب کے میدان کارزار میں مصلے کے پیٹھ کے ان شہسواروں میں سے ایک شیخ محمد بن عنان علیہ الرحمہ بھی تھے جن کا معمول ہر شب پانچ سو رکعت پڑھنے کا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھتے اپنے خادم وشاگرد حضرت نافع سے پوچھتے، نافع کیا صبح ہوگئی؟ وہ فرماتے کہ نہیں اس پر آپ نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے، اور جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو پھر پوچھتے نافع کیا صبح (قریب) ہوگئی؟ وہ جواب دیتے کہ جی ہاں، جب آپ بیٹھ کر استغفار کرتے رہتے یہاں تک کہ فجر ہو جاتی (پھر آپ نماز پڑھتے)

سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ جو شخص تہجد نہ پڑھتا اس کو صورت دیکھ کر پہچان لیتے اور فرماتے میاں! ہم نے رات کو تمہیں خدا تعالیٰ کے دربار میں نہیں دیکھا جبکہ فلاں فلاں موجود تھے اور ان کو انعام دیئے۔ عبدالعزیز بن ابی داؤد علیہ الرحمہ کے لئے بستر بچھایا جاتا تو وہ اس پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے کہ اے بستر! تو بہت نرم ہے مگر میاں! جنت کے بستر تجھ سے زیادہ نرم ہیں (تجھ پر سوکر میں ان سے محروم نہیں ہونا چاہتا) یہ کہہ کر نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔

اللہ کی نیک بندی حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ کا معمول تھا کہ رات کو وضو کرتیں اور بدن پر خوشبو لگاتیں، پھر اپنے شوہر سے پوچھتیں کہ آپ کو میری ضرورت ہے اگر وہ کہہ دیتے کہ نہیں تو پھر صبح تک نماز میں کھڑی رہتیں اور فرماتیں کہ اے اللہ! لوگ سو گئے، ستارے چھپ گئے اور شاہان دنیا نے اپنے دروازے بند کر لئے مگر ایک آپ کا دروازہ ہے کہ بند نہیں ہوتا بس آپ مجھے معاف فرما دیجئے، پھر نماز کے لئے قدم برابر کرتیں اور فرماتیں کہ آپ کی عزت و

toobaa-elibrary.blogspot.com

جلال کی قسم، جب تک میں زندہ رہوں گی ہر شب صبح تک آپ کے سامنے یوں ہی کھڑی رہوں گی۔

ابوالجویریہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں چھ مہینے تک حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ اس طرح رہا کہ ایک دن کو بھی جدا نہیں ہوا مگر میں نے اس عرصہ میں نہیں دیکھا کہ کسی رات انہوں نے زمین سے پیٹھ لگائی ہو، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عبادت کرنے والا دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ زاہد و دنیا سے بے رغبت کوئی دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ پرہیزگار دیکھا ہے۔

اللھم ارحم علیھم وارزقنا اتباعھم

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو کہ غزالی   کچھ ہاتھ آتا نہیں بے آہِ سحرگاہی

علامہ اقبال اور شب زندہ داری

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی   نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحرخیزی

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ   سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن   پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

جوانوں کو مری آہِ سحر دے   پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے

تری دنیا جہانِ مرغ و ماہی   مری دنیا فغانِ صبح گاہی

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر   شریک زمرۂ لایحزنوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں   مرے مولیٰ مجھے صاحبِ جنوں کر

(اس باب کے بیشتر واقعات شیخ عبدالوہاب شعرانی کی "تنبیہ المغترین" سے ماخوذ ہیں)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(ضمیمہ)

راہِ تصوف کی لغزشیں اوران کا حل

فوائد الفواد میں ہے کہ سالک وہ ہے کہ راہ چلے (احکام شرع بجالائے، کسی متبع سنت بزرگ سے بیعت ہے تو اس کی نگرانی و رہنمائی میں تجویز شدہ اعمال شرع بجالائے، ممنوعات و منہیات شرعیہ سے بچے، اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اوراس پر قابو رکھے) [1]

اور واقف وہ ہے جو بیچ میں اٹک جائے (رک جائے، اعمال میں کوتاہی کرنے لگے، یا بالکل غفلت اور بے عملی یا بدعملی اختیار کرلے) پس جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے اگر جلدی سے توبہ استغفار کر کے بدستور پھر سرگرم ہوگیا تو پھر سالک بن جائے گا اور خدانخواستہ اگر وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہوجائے (جو کچھ اعمال واشغال اور مجاہدہ وغیرہ سے اب تک حاصل کیا ہے وہ بھی نہ چھن جائے اپنی بدعملی کی نحوست سے)، فرمایا اس راہ (تصوف کے راستے سے خدا پرستی کے مرحلے سر کرنے) کی لغزش کے سات درجے ہیں:

(۱)......اعراض (۲)......حجاب (۳)......تفاصیل (۴)......سلب مزید

[1] فوائد الفواد سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ (پیدائش 27 صفر 626ھ، وفات 717ھ کے قریب) کے ملفوظات وارشادات کا مجموعہ ہے، مرتب کنندہ آپ کے خاص الخاص مرید میر حسن علی سنجری ہیں، آپ کے ملفوظات کے اور مجموعے بھی آپ کے خلفاء نے مرتب کیے، مثلاً آپ کے خلیفۂ خاص امیر خسرو نے راحت المحبین کے نام سے، اور افضل الفوائد کے نام سے دو الگ الگ مجموعے مرتب کیے، لیکن فوائد الفواد کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی، اہلِ تصوف نے اسے سلسلہ چشتیہ کے نظامِ تصوف کا مکمل دستور العمل قرار دیا ہے، حتیٰ کہ اخبار الاخیار میں خود امیر خسرو سے منقول ہے کہ کاش میری تمام تصانیف حسن کے نام سے ہوتی، اور یہ فوائد الفواد صرف میرے نام سے ہوتی، یہ مجموعہ پانچ حصوں میں منقسم ہے، پہلے حصہ میں شعبان 707 تا ذی الحج 708 تک کی مجلسوں کا ذکر ہے، حصہ دوم میں شوال 709 سے شوال 712 تک کی 37 مجلسوں تک کا تذکرہ ہے، حصہ سوم میں ذی قعدہ 712 تا ذی الحج 713 تک کی 15 مجلسوں کا بیان ہے، حصہ چہارم میں محرم 714 تا رجب 719 تک کی 62 مجلسوں کا مذاکرہ ہے، حصہ پنجم میں شعبان 719 تا رجب 732 تک کی 32 مجلسوں کا بیان ہے۔

اس طرح درمیانی وقفوں کے ساتھ یہ مجموعہ 15 سال کی 179 مجلسوں کے ارشادات کا مجموعہ ہے۔ امجد۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵)......سلب قدیم (۶)......تسلی (۷)......عداوت

اول اعراض ہوتا ہے (اعمال و اشغال میں سستی، کوتاہی، مرشد سے مستقل و باضابطہ ربط و تعلق اور اصلاح لینے میں غفلت و انحراف)، اگر معذرت و توبہ نہ کی (مذکورہ اعراض و انحراف سے باز نہ آیا) تو حجاب ہوگیا (دل پر پردہ و غبار آ گرا، و پر سے رابطہ منقطع یا کمزور ہوگیا، اعمال کی برکت اور مرشد کی توجہ سے دل پر جو روشنی، روحانی سکون اور ایمانی کیفیات و مٹھاس کا فیض نشر ہوتا تھا وہ پردے میں ہوگیا)۔ اگر پھر اصرار رہا (حجاب ہونے پر بھی چوکنا اور فکر مند ہوکر اعمال و اصلاح میں مشغول نہ ہوا) تو تفاصیل ہوگیا۔ اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں جو ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہوگئی، اس کو سلب مزید کہتے ہیں۔ اگر اب بھی اپنی بے ہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت و حلاوت (ایمانی مٹھاس اور روحانی سکون) کہ زیادتی (روز افزوں و ذوق و شوق) سے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہوگئی، اس کو سلب قدیم کہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر (سستی و لاپرواہی) کی تو جدائی (اللہ سے دوری، قربت حق سے محرومی) کو دل گوارا کرنے لگا یہ تسلی ہے (یعنی احساس زیاں بھی مٹ گیا، قربت حق کی اتنی بلندی تک جانے کے بعد محروم ہونے اور واپس آنے پر پشیمانی اور فکر مندی کے جذبات و احساسات سے بھی عاری ہوگیا) اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت، عداوت (نفرت و دشمنی) سے بدل جائے گی۔ اس درجے پر گر کر اور گھر کر اللہ و رسول سے، اللہ والوں سے، اللہ کے احکام سے ایک چڑ اور ناگواری سی ہونے لگتی ہے، اور جتنا دل پہ زنگ چڑھتا اور بڑھتا ہے اپنی اس ناگواری اور دحشت پر وہ عمل در آمد بھی کرنے لگتا ہے۔ دین و اہل دین کو، دین کے شعائر و نشانات کو وہ نقصان پہنچانے، مٹانے اور بدنام کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔

خانہ تلاشی / سرچنگ پوائنٹ (Searching Point)

معاشرے اور سوسائٹی کا ہم سروے کریں، لوگوں کے اور گروہوں و جماعتوں کے احوال و

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعمال ان کے طور طریقوں اور چلن ومزاج کو ہم صوفیاء کے طویل تجربات سے تجویز ماخذ کردہ مذکورہ بالا تنزلی کے سات درجوں کی کسوٹی پر پرکھیں اور جائزہ لیں تو اچھے بُروں میں ترقی و تنزلی کے ان درجات کی تصدیق ہوتی ہے، اچھائی میں آگے بڑھنے والوں میں سے کسی کو کبھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ برائی کے کیمپ میں کھڑا ہے، اور اس میں دن بدن آگے بڑھتا جارہا ہے، خواہ ظاہری وجوہات اس کی سیاسی ہوں یا معاشی ہوں، معاشرتی ہوں یا اخلاقی ہوں لیکن اندر سے معاملہ کی جو کچھ نوعیت اور حقیقت ہوتی ہے اس کے ڈانڈے ہمارے ایمان و یقین اور اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کی کمی بیشی سے ملتے ہیں۔

بندہ سمجھتا ہے کہ حضرات مشائخ، صوفیاء کا تجویز کردہ یہ مذکورہ پیمانہ صرف تصوف کے راستے سے خدا پرستی کی راہوں پر چلنے والوں تک محدود اور ان کے ساتھ مخصوص نہیں، اگرچہ مشائخ نے متصوفین اور مریدوں کی تربیت و رہنمائی کے لئے یہ اصول وضع کئے تھے لیکن اپنی عمومیت میں یہ ہر کلمہ گو مسلمان پر صادق آتے اور منطبق ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو شریعت کے اصل ماخذ سے اس پر دو قرینے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......ابلیس شیطان لعین، قربت الٰہی میں عروج کے مدارج پر بہت آگے تک گیا۔ پھر تخلیق آدم (علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مرحلے میں آکر اس نے تنزلی کا سفر بلکہ مردودیت کی قلابازیاں کھانا شروع کیں تو آنا فانا کن پستیوں میں گرا۔ تنزلی کے مذکورہ سات درجے کتنی جلدی اس نے پیچھے چھوڑ کر اتھاہ پستیوں میں جا کر دم لیا۔ اپنی تنزلی کی یہی تاریخ اور ہسٹری وہ آدم کی اولاد میں سے ایک ایک پر دوہرانا چاہتا ہے جیسا کہ اس نے اول دن ہی اپنے اس عزم کا اظہار کرلیا تھا اور اس کو پورا کرنے کے لئے مہلت طلب کی تھی، تو اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! کیا ہماری زندگی اتنی ہی بے وقعت اور کم قیمت ہے کہ یہ شیطان کی ہسٹری اور تاریخ دہرانے جوگے ہو۔ آدم کی ہسٹری اور تاریخ کیوں نہ دہرائی جائے جن سے لغزش ہوئی تو پسپا ہونے کی بجائے اور مزید پستیوں میں گرنے کی بجائے انہوں نے بلندیوں کی طرف دیکھنا اور رونا شروع کیا۔ بلندیوں والے رب کو پورے دل و جان سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پکارا۔ آنکھوں نے اشکِ ندامت کے دریا بہا دیے۔ دل نے حسرت و پشیمانی کے ارمان نکال ڈالے، زبان نے توبہ وتلافی کے ربانی کلمات اخذ کر کے ان کو شب و روز کا وظیفہ بنالیا۔ **ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین** جیسی شبانہ روز کی فریادوں، صداؤں، نداؤں، دعاؤں اور دہائیوں سے زمین کو ہلا ڈالا۔ فرشتوں اور ملاء اعلیٰ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

فضاؤں اور خلاؤں کی پہناں وسعتوں کو اپنے نالہ ہائے نیم شبی اور آہِ سحر گاہی سے لرزا لرزا ڈالا۔ عرشِ ربانی کو وجد آفریں کر کے اپنی بگڑی کو بنا لیا۔

(۲)......قرآن مجید میں اہلِ نفاق کے احوال میں دو مثالیں مذکور ہیں، وہی اہلِ نفاق جن کے عقیدہ و عمل میں دورنگی ہو۔ وعیدار ایمان کے ہوں، اللہ و رسول ﷺ سے تعلق کے ہوں، آخرت کی کامیابی کے طلب گار ہونے کے ہوں، لیکن اعمال ایمان کے منافی ہوں، کفر و اہلِ کفر کے طور طریق، رسوم و رواج، عادات و اخلاق پسند کرنے والے اور ان کو اختیار کرنے والے ہوں، دنیا و حیاۃ دنیا کو ہی اول و آخر سب کچھ سمجھنے والے ہوں۔ [1]

صوفیاء کے بیان کردہ مذکورہ سات درجاتِ تنزلی اصولی طور پر سورہ بقرہ کی ان آیات میں اہلِ نفاق کے متعلق مثالوں سے بھی سمجھ میں آتے ہیں کہ یہ خدا پرستی کا دعویٰ کر کے ایک حد تک اس کے راستے پر چل کر پھر کفر و نفاق کی پستیوں اور اندھیروں کو اختیار کر لیتے ہیں۔

---

[1] سورہ بقرہ کی آیات ملاحظہ ہوں:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ. صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ. أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ، يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ. يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ، كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیات ۱۷ الیٰ ۲۰)

ترجمہ: ان کی مثال اس شخص کی سی ہے، جس نے آگ جلائی پھر جب آگ نے اس کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی بجھا دی اور انہیں اندھیروں میں چھوڑا کہ کچھ نہیں دیکھتے۔ بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے۔ یا جیسا کہ آسمان سے بارش ہو جس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کے سبب سے موت کے ڈر سے دیتے ہوں اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (سورہ بقرہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

("ختامۂ مسک")

اپنے بزرگوں کی وفات پر منظوم تاثرات

کفن کس پھول کا دیں اُس سراپا ناز کو یارو

(راقم کے مرشد حضرت نواب محمد عشرت علیخان صاحب قیصر رحمہ اللہ کی جدائی پر)

قبائے نور میں سج کر، سراپا روح اب ہوکر	چلے ہیں جانبِ عقبیٰ ہمارے حضرتِ قیصر
جو ضو افگن رہا چورانوے ہجری کے سالوں تک [1]	ہوا گل وہ چراغِ دیں دسمبر کی شب آخر
لئے سوغات زہد وطاعت وتقدیس کی عشرت	گیا شاداں وفرحاں اور جا پہنچا درِ دلبر
یہ کیسا سانحہ ہے، حزن کی کیسی گھڑی آئی؟	اداسی چھا گئی ہے ہر در و دیوار کے اوپر
متاعِ دین ودانش لٹ گئی اہلِ نظر گریاں	بچھی ہے ماتمی صف رو رہے محراب اور منبر
فقر کی سلطنت کے تاجور! تیری جدائی پر	فسردہ ہیں جو بام ودر تو گریاں قصرِ شہ قیصر [2]
کفن کس پھول کا دیں اُس سراپا ناز کو یارو!	کہ موسم ہوگیا پت جھڑ، زمانہ ہے خزاں منظر
مشامِ جاں معنبر تھی فقیری [3] فیضِ نسبت سے	زباں تھی اس مسیحا [4] دم کی کیا تسنیم کیا کوثر

جنیدِ وقت تھا شبلیِ دوراں بھی تھا امجد
شریعت کا طریقت آدمیت کا بھی وہ پیکر

---

[1] پیدائش رجب ۱۳۲۸ھ، وفات حسرت آیات ۵/صفر/۱۴۳۳ھ بمطابق 31 دسمبر 2011ء۔

[2] اسلام آباد میں آپ کے دولت کدہ کی طرف اشارہ ہے، جس پر قصرِ قیصر کی تختی لگی ہوئی ہے۔

[3] آپ کے مرشدِ اول حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمہ اللہ (وفات ۱۴۱۲ھ، اکتوبر 1991ء) مراد ہیں، جو کہ حضرت حکیم الامت کے خلیفہ تھے۔

[4] آپ کے مرشدِ ثانی حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ (وفات ۱۴۱۳ھ، نومبر 1992ء) کی طرف لطیف اشارہ ہے، جو کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر وہ رختِ سفر باندھ کے عقبیٰ کے سفر پہ گئے

(والد مرحوم کی وفات کے بعد ان کی قبر پر پہلی حاضری پر ہدیہ غم، وفات ۴/ اپریل ۲۰۱۳ء بروز جمعرات)

خون رو آج چشمِ آنسو بار
سامنے یک صدی عہد کا مزار

کیسے رخصت کیا ہے مت پوچھو
دل شکستہ، اٹھائے غم کے بار

آہ سینے میں گونجتی ہی رہی
اشک بہتے رہے قطار قطار

رنگ سب ان سے تھے نظاروں میں
اب نہیں وہ ، اداس ہیں کہسار

ایک جدائی بدل گئی سب کچھ
رونق زیست، رنگِ لیل و نہار

جود و صبر و رضا کے پیکر وہ
جن سے روشن رہے زمان و دیار

کس پہ کس پہ نہ ان کا احساں تھا
کس پہ کس پہ رہا نہ ان کا پیار

دشمنی،تو نفس و شیطاں سے
ان پہ کرتے رہے وہ وار پہ وار

چشمۂ علم و فیض سے ان کے
کتنے صحرا ہوگئے گل و گلزار

کل تلک جن کے لمس ملتے تھے
آج وہ بس گئے اُفق کے پار

سورج ابھرا پٹھان کوٹ سے جو
جس سے روشن ہے قلب کا ہر تار

ضوفشاں کر کے اک زمانے کو
آج ڈوبا بقلبِ پوٹھوہار

اچھڑیاں کی فضائیں روتی ہیں
سوگئے وہ تو جا کے سرن کنار

کتنے دیوبند کے مہ و انجم
زیرِ فرشِ پکھل دفن ہیں یار

شکرِ ربی کہ یہ بھی نعمت ہے
مل گیا اِن کو اُن بڑوں کا جوار

اب تو امجد انیسِ دل غم ہے
جانے آئے گا کب جگر کو قرار

toobaa-elibrary.blogspot.com

رثاء الشیخ

(بندہ کے استاد التفسیر شیخ الحدیث قاری سعید الرحمان ☆ رحمہ اللہ کی جدائی پر، وفات جولائی ۲۰۰۹ء)

چھا رہے ہیں تیرگی کے سلسلے		بڑھ رہے ہیں ظلمتوں کے مرحلے
اندھیاروں کا چلن بڑھنے لگا		بجھ رہی ہیں حق وصدق کی مشعلیں
مسند رشد وحدیث ویراں ہے پھر		شیخ مسند سوئے عقبیٰ ہیں چلے
خستہ کارواں سوئے بہبودی رواں		لحدِ شیخ پر دیپ عقیدت کے جلے
بیسیوں سال جن کے دم سے گونجے		منبر ومحراب سے حق کے غلغلے
زندگی تھی خدمتِ دین کے لئے		خونِ دل دے کے مہم سر کر چلے
بزمِ ہستی، رہگذر ہے، بے ثبات		الوداع! ہم اپنے اصلی گھر چلے
امجدؔ بسمل ہجر سے مضمحل		آشیاں ہو خلد میں جب؛ غم ٹلے

حاتفِ غیبی کہے رحلت کا سن

هُوَ سَعِيْدٌ ذَاهِبٌ اِلَى الْجَنَّةِ طُوْبىٰ لَهٗ

۱۱ ۱۴۳ ۷۰۸ ۳۱ ۴۸۳ ۱۸ ۳۵

۱۴۳۰ھ

☆ آپ مولانا فقیر محمد پشاوری، مولانا سرفراز خان صفدر (گوجرانوالہ) کے خلیفہ مجاز تھے، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ (خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کے صاحبزادے وجانشین تھے، جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی کے بانی ومہتمم تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

AF-1570

قطراتِ اشک

(مرشدِ ثانی مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان کی جدائی پر، وفات نومبر ۲۰۱۲ء)

پہنچا فلک تک نالۂ شب گیر بھی		رحلت پہ کس کی سب ہوئے دلگیر بھی
بے سود تھا ہر چارہ ہر تدبیر بھی		لتنا غنی ہے کاتبِ تقدیر بھی
صدمے سے قیصر کے ابھی نکلے نہ تھے		کہ روٹھ ہی گئے ڈاکٹر تنویر بھی
تکوین کے تھے وہ قطب پھر بھی مگر		کرتے رہے انذار بھی تبشیر بھی
خمخانۂ باطن تھیں ان کی مجلسیں		گھائل وہ کرتے قلب کو بے تیر بھی
قیصر تھے گو شانِ جمالی کا ظہور		شانِ جلالی کے یہ تھے تصویر بھی
سرشار تھے صبحِ ازل کے عہد سے		کرتے کتابِ دل کی وہ تفسیر بھی
قلب و نظر والے تھے وہ، ان کے حضور		بے کار تھی، تحریر بھی، تقریر بھی
دیدار سے جن کی ہوں آساں مشکلیں		منزل کا وہ پتا بھی تھے، تعبیر بھی
کیسے ہوں طے اصلاح کے اب مرحلے		امجدؔ ترے دونوں تو تھے، وہ پیر بھی

(مدحتِ عشرت بموقع اشاعت کتاب ”حالاتِ عشرت“)

گلاب ناب سے دھونے کی حاجت ہے		زبان و ذہن کو سودائے مدحت ہے
منور ہو جو جاں تو دل مطہر ہو		جنیدِ وقت سے جس کو بھی نسبت ہے
وہ اقلیمِ طریقت کا جو قیصرؔ ہے		ہمارا پیر و مرشد ہاں وہ عشرت ہے
ہے امجدؔ، منسلک درگاہِ عشرت سے		تعلق آپ سے، یہ رب کی رحمت ہے

توفنی مسلما و الحقنی بالصلحین

محمد امجد حسین۔ 11/صفر/1437ھ 24/نومبر/2015ء ادارہ غفران، راولپنڈی

toobaa-elibrary.blogspot.com